فہرست عنوانات

بقية كتاب الحظر والإباحة

باب حقوق الوالدين وغيرهما

(والدین کے حقوق کا بیان)

باب السلام والقیام والمصافحة

الفصل الاول فی السلام واجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

الفصل الثالث فی المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

الفصل الرابع فی القیام والتقبیل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

باب الحجاب

الفصل فی ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

فصلٌ فی مایتعلق بصوت المرأۃ

(عورت کی آواز کا بیان)

الفصل الثانی فیمن یجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے ان کا بیان)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسّها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مس کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی النظر الی العورة وافشائها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

الفصل الثاني في لبس البنطلون والصُّدرة وغيرهما

(پینٹ کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

الفصل الثالث فی العمامۃ والقلنسوۃ

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

الفصل الرابع فی لباس النساء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(ناجائز لباس کا بیان)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

الفصل السابع في المتفرقات

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

الفصل الثاني في أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

الفصل الثالث فی مصنوعات الذہب وغیرہ

(سونے وغیرہ کی مصنوعات کا بیان)

الفصل الرابع فی ما یتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

الفصل الخامس فی الحلیة للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

فصلٌ في حلاق اللحية

(نائی کا بیان)

الفصل الثانی فی الشعر

(بالوں کا بیان)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

الفصل الرابع في الخضاب

(مہندی اور خضاب کا بیان)

الفصل الخامس في الختان

(ختنہ کا بیان)

باب الصورة والملاهی

الفصل الأول فی الصورة

(تصویر کا بیان)

الفصل الثانی فی التمثال

(مجسمہ سازی کا بیان)

الفصل الثالث فی الملاهي والتلفزيون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

باب الموالات مع الكفار والفسقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

الفصل الاول في التشبه بالكفار

(کفار کی مشابہت کا بیان)

الفصل الثاني في الشركة في أعياد الكفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

الفصل الثالث في إعانة الكفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی إعانة الفساق والفجار

(فسق وفاجر کی مدد کرنے کا بیان)

☆...☆...☆

وجہ سے والدین کی خدمت حسبِ ضرورت دینے میں فرق نہ آتا ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۳ھ۔

والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل؟

سوال[۹۱۰۱]: میں نے حفظ کیا، پھر کچھ عربی پڑھی، ارادہ تھا کہ درسِ نظامی کی تکمیل کرکے کچھ دین کی خدمت کرجاؤں، لیکن میرے والدین کی انتہائی کوشش ہے کہ پڑھنا ترک کرکے کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجاؤں، جس سے دنیاوی زندگی بنے۔ تو کیا میں والدین کو ناراض کرکے اور عارضی طور پر ترکِ تعلق کرکے کسی دوسری جگہ جاکر درسِ نظامی کی تکمیل میں مصروف ہوجاؤں تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والدین آپ کی خدمت واعانت کے محتاج ہیں، ان کے گزارے کی کوئی صورت نہیں اور آپ ہی ان کی خدمت پوری کرسکتے ہیں تو آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ ان سے ترکِ تعلق کرکے کہیں چلے جائیں اور درسِ نظامی کی تکمیل کریں، بلکہ ان کی خدمت ہی کرتے رہیں اور فارغ وقت میں دینی علم -خواہ اردو میں ہی ہو- حاصل بھی کرسکتے ہیں۔ اگر وہ آپ کی خدمت کے محتاج نہیں تو اس کا حکم دوسرا ہے، پھر بھی ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین کی حق تلفی ہو اور نہ ان کا مقابلہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۷ھ۔

---

(۱) "قال عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۱)، ۵۹۹/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ..... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۱۲۵/۲، قديمي)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين- وهو بقدر ما يحتاج لدينه، وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه =

والدین سے الگ رہنا کیا اکرامِ مسلم کے خلاف ہے؟

سوال[۹۱۰۱]: اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی روشنی میں رہبری فرمائیں: میں تبلیغ کا کام کرتا ہوں، یہاں کا ذمہ دار بھی ہوں، جماعتوں میں اکثر چلوں وغیرہ میں جاتا ہوں، دن رات اللہ کے فضل سے کام میں لگا ہوں، دین کا داعی ہوں، میرے لئے گھر کے حالات بڑے پریشان کن ہوگئے ہیں، میرے والد صاحب کا انتقال ہوکر قریب ۶/ ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔ والد صاحب کی زندگی میں میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہتا تھا، جتنا ہوتا مالی امداد کرتا۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد بڑی ذمہ داری مجھ پر آئی ہے کہ دو بہنیں بالغ اور چار بھائی جس میں دو کمانے والے ہیں، میں ہی بڑا ہوں۔ طے پایا کہ سب ایک ہی گھر میں رہیں اور گھر کو سب کی آمدنیوں سے چلائیں، لیکن بھائیوں کے خیال مختلف ہیں اور والدہ صاحبہ بھی اختلاف فرماتی ہیں کہ میں علیحدہ ہی رہوں۔ میری بیوی سے بھی میری والدہ اچھی نہیں رہتی، رات دن جھگڑے، لیکن میں اس خیال سے کہ اکرامِ مسلم بہت ضروری ہے مل کر رہنا چاہتا ہوں اور اپنے متعلقین کی مانی دوری مل کر رہنے میں ہوتی ہے۔

اگر میں علیحدہ ہو جاؤں تو اسلام کی روشنی میں اکرامِ مسلم کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور میرا ایسا کرنا ماں کی نافرمانی میں داخل ہوگا یا نہیں؟ گھر میں تین بھائی بڑے بالغ ہیں، ان کا رویہ بھی میری بیوی سے اچھا نہیں ہے،

= لنفع غیرہ" (الدر المختار، المقدمۃ: ۱/۴۲، سعید)

"لایحل سفر فیہ خطر إلا بإذنھما (أی بإذن الوالدین)، وما لا خطر فیہ یحل بلا إذن منہ، ومنہ السفر فی طلب العلم" (الدر المختار). قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأنہ أولیٰ من التجارۃ إذا کان الطریق آمناً ولم یخف علیھما الضیعۃ" (رد المحتار، کتاب الجھاد، مطلب: طاعۃ الوالدین فرض عین: ۴/۱۲۵، سعید)

"ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والدیہ لو ملتحیاً" (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۶/۴۰۸، سعید)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاوی، کتاب الکراھیۃ، الفصل الأول: ۴/۳۴۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس والعشرون: ۵/۳۶۵، ۳۶۶، رشیدیہ)

پر دو گرانا ان بھائیوں سے ضروری ہے تو دوسرے مکان میں رہنا پڑے گا۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

آج دنیا میں ماں باپ بھائی بہنوں سے علیحدہ رہنا بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے کیونکہ میں تبلیغ کی جماعتوں میں کام کرتا ہوں، میرے کردار پر ہر ایک کی نظر رہتی ہے۔ میرا علیحدہ رہنا کیسا رہے گا؟ براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں تو بہت احسان مند ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معاشرتی مصالح کے پیش نظر الگ رہنا اور حقوق ادا کرتے رہنا احکام مسلم کے خلاف نہیں، والدہ محترمہ کو اچھی طرح ادب ونرمی سے سمجھا دیں کہ یہ مصالح ہیں علیحدہ رہنے میں، اس مجبوری سے علیحدہ رہتا ہوں اور ان کی خدمت کرتے رہیں، ہمیشہ ان کے پاس جاتے رہیں، محبت میں کمی نہ کریں تو انشاء اللہ اچھے ثمرات مرتب ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۱۳۹۰ھ۔

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا

سوال [۹۱۰۳]: والدین کے بارے میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس وصیتیں کی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ "والدین کی نافرمانی نہ کرنا چاہئے اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ بیوی چھوڑ دے، یا سارا مال خرچ کر دے" (۲)۔ اس کی تشریح کر دیجئے کہ کیا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة، وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً﴾ (سورة الإسراء: ۲۴)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله: "أي تواضع لهما وتذلل ... ﴿من الرحمة﴾ أي من فرط رحمتك عليهما" (روح المعاني، سورة الإسراء: ۱۵/۵۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) "عن معاذ رضي الله تعالى عنه قال: أوصاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعشر كلمات، قال: "لا تشرك بالله شيئاً وإن قتلت أو حرقت، ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك –

زجاں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کی اطاعت لازم ہے اور ان کے حکم کی خاطر بیوی اور سارے مال کو چھوڑ دینے کا حکم ہے، بشرطیکہ خود کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہو جائے اور مال خرچ کر دینے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

والدین کی نافرمانی

سوال [۹۱۰۳]: والدین کی نافرمانی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بڑا سخت گناہ ہے، والدین کی نافرمانی کرنے والا سخت گنہگار ہے:

= ومالك". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل، رقم الحديث: ٢٢٠٧٥، ٦/٣٠٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(١) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه أن رجلاً أتاه فقال: إن لي امرأة وإن أمي تأمرني بطلاقها، فقال له أبو الدرداء: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "الوالد أوسط أبواب الجنة، فإن شئت فحافظ على الباب أو ضيع". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ٤٢٠، قديمي)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: "كانت تحتي امرأة أحبها، وكان عمر رضي الله تعالى عنه يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكر ذلك له، فقال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلقها". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ٤٢٢، قديمي)

"يجب التطليق متابعةً للوالد وإرضاءً له، لقد ورد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد" الخ". (نفع المفتي والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ٤١٢، دار ابن حزم)

"عن المغيرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات". الحديث. مشکوۃ شریف (۱)۔ "ومن أصبح عاصياً لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار". الحديث. مشکوۃ شریف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۱/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

معصیت کے کام میں والدین کی اطاعت

سوال [۱۰۰۵]: اگر والدین اپنی اولاد سے ناجائز کام کو کہیں تو اولاد کو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرگز نہیں کرنا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال [۱۰۰۶]: زید بغرض اطاعت والدین ایک کتب میں ملازمت کرتا ہے، بکر اس پر معصیت

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمي)

(۳) "عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

"فقدم عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، فلقيه بين الناس، فقال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله" ... فقال عمران للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد، رقم الحديث: [illegible]، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وفيض القدير، رقم الحديث: [illegible]، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

پر مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بعض اوقات بہ نظر شہوت ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، پھر وہی عمل سرزد ہو جاتا ہے۔ اب یقین ہے کہ ملازمت ترک کر دینا چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ والدین کی اطاعت کی خاطر ملازمت ضروری ہے یا ترکِ معصیت کی خاطر ملازمت ترک کر دینا؟ اور اپنے مرشد کے یہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ ملازمت تو معصیت نہیں (۱)، البتہ اس ملازمت میں معصیت کے دواعی ہیں، جن کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے اور غالباً اس معاصی کا عادی بن گیا ہے، پھر وہ جہاں بھی جائے گا اپنی عادت کی راہ نکال لے گا، ادھر غالباً والدین کا بھی مقصود یہ مخصوص ملازمت نہیں، بلکہ ان کا مقصد اخراجات کی سہولت اور تحصیلِ آمدنی ہے۔ اگر اس کا ظنِ غالب ہے کہ دوسرے کسی کام کی ملازمت کے بعد اس معصیت سے بچ جائے گا تو وہ ملازمت کرے تا کہ دونوں فائدے حاصل ہوں: معصیت سے حفاظت بھی ہو جائے اور آمدنی بھی ہو جائے (۲)۔ یا پھر اپنے مرشد کی خدمت میں جلدی جلدی جاتا رہے اور اصل تو یہ ہے کہ اپنے اس مرض کو اپنے مرشد سے کہنے پر جو کچھ وہ اس سے حفاظت کا علاج تجویز کریں پختہ ہو کر اس پر عمل کرتے رہیں، اپنی رائے پر علاج کرنے سے عمل نہیں ہوتا ہے، ورنہ مرشد کی ضرورت ہی کیا تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۹ھ۔

نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے؟

سوال [۱۱۰۷]: بعد نکاح والدین کا لڑکی کو اپنے حسبِ منشا استعمال کی کس قدر اجازت ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل اللہ﴾ (سورة الجمعة: ۱۰)

قال العلامة الآلوسي رحمه اللہ عليه: "﴿وابتغوا من فضل اللہ﴾: أي الربح على ما قيل". (روح المعاني: ۲۸/ ۱۰۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال ابن كثير رحمه اللہ عليه بعد الآية المذكورة: ﴿واذكروا اللہ كثيراً لعلكم تفلحون﴾: أي حال بيعكم وشرائكم وأخذكم وإعطائكم". (تفسير ابن كثير: ۴/ ۳۶۷، سهيل اكيلمى لاهور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها الرسل كلوا من الطيبٰت واعملوا صالحاً﴾. (سورة المؤمنون، آيت: ۵۱)

اور شوہر کو کتنا اس بات کا حق ہے کہ اپنے جائز امور معاملات میں اور جنسی تسکین کے لئے (علاوہ ایام حیض ونفاس کے) کس وقت استعمال کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین تو رخصت کر کے فارغ ہو گئے، ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کے لئے جا سکتی ہے، مگر زیارت کر کے واپس چلی آئے بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے، والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر جا سکتے ہیں، مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں (۱)۔ شوہر اپنی تسکین کے لئے اس کے تحمل کی رعایت کرتے ہوئے جس قدر مناسب ہو استعمال کر سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

والدہ کی خدمت سے چڑچڑا پن پیدا ہو جانے کا اثر

سوال [۱۱۰۸]: میری والدہ بیوہ تھیں، آخری دنوں میں ان کی تیمارداری کرتے کرتے میرے

---

(۱) "ولایمنعهما من الخروج إلی الوالدین فی کل جمعة إن لم یقدر علی إتیانها (ولایمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة . ویمنعهم من الکینونة -وفی نسخة: من البیتوتة- عندها) به یفتی". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنة: ۳/۶۰۲-۶۰۳، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۶-۱۸۷، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر فی خروج المرأة من البیت: ۲/۵۳-۵۴، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، باب النفقة: ۱/۴۲۳، رشیدیه)

(۲) "ولو تضررت من کثرة جماعه، لم تجز الزیادة علی قدر طاقتها". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۳، سعید)

(وکذا فی الدر المنتقی، کتاب النکاح، باب القسم: ۱/۵۵۰، غفاریه)

مزاج میں چڑ چڑا پن آ گیا تھا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں ماں کے آخری دنوں میں میٹھی زبان سے بات نہ کر سکا۔ مجھے بتائیں کہ میری ماں نے اس کا کیا اثر لیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہی اثر لیا ہوگا کہ ایسی ضعیفی اور کمزوری کی حالت میں آپ بھی خدمت سے اُکتا گئے۔ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ استغفار اور شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کرتے رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۳ھ۔

والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطع تعلق

سوال[۹۱۰۹]: ایک شخص جس کا یہ گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے، اس معاملہ میں کہ اس کو اس کے مرحوم والد کے ہر ترکہ میں برابر کا حصہ نہیں دیا گیا ہے، دلیل اس کے پاس موجود ہے اور اس کا اس بات پہ دعویٰ ہے کہ اس کو دیتے کی جگہ بھی اتنی کم ہے کہ مشکل سے گزر ہوتا ہے، یعنی بچوں کو لٹانے کی جگہ بھی ذھنگ کی نہیں۔ والد کی میراث میں ایک مکان ہے جس کا جگہ کے اعتبار سے جھگڑا چل رہا ہے، ورثاء میں اس کے ساتھ چار وارث ہیں:

۱:ایک نے تو کاروبار اچھا ہونے کی بناء پر مکان کرائے پر لیکر رہائش اختیار کرلی ہے، اس کے باوجود گھر پر قبضہ کر رکھا ہے، اس نے مکان کے ایک بڑے کمرہ اور ایک چھوٹے کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے، جس میں اس کا ایک لڑکا رہتا ہے۔

---

(۱) "عن أبي أسيد الساعدي رضي الله تعالى عنه قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذ جاءه رجل من بني سلمة، فقال: يا رسول الله! هل بقي من بر أبوي شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: "نعم، الصلاة عليهما والاستغفار لهما". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۲۰، قديمي)

"وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن العبد ليموت والداه أو أحدهما، وإنه لهما لعاق، فلا يزال يدعو لهما ويستغفر لهما حتى يكتبه الله باراً".

(مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمي)

۲- اور ایک نے نیچے کے دو بڑے کمروں پر میری غیر موجودگی میں قبضہ کر لیا ہے۔

۳- اور تیسرا بھی اس کے پاس ایک وسیع کمرہ اور ایک چھوٹا کمرہ ہے اور احقر کے پاس صرف ایک کمرہ ہے جو چھوٹا تو نہیں لیکن بڑا بھی نہیں ہے۔ ترکہ میں والد صاحب کچھ زمین چھوڑ گئے ہیں جس کی دو سال کی آمدنی احقر کو نہیں ملی اس کے بعد آمدنی کاشتکار نے دی ہی نہیں۔

والدہ محترمہ کی ایماء پر یا ان کی جانبدارانہ تعلق پر یہ سب کچھ ہوتا ہے کہ ان حالات میں والدہ محترمہ نے ان کی حمایت بھرپور کی ہے اور ناچیز نے ان کی مخالفت میں جھگڑا بھی کیا ہے۔ یہ تمام موصوف کے دعوے ہیں دوران حالات میں موصوف نے مع والدہ کے سب سے تعلق اس شرط پر توڑ دیے ہیں کہ جب تک موصوف کو اس کا حق نہیں دیا جاتا وہ اس تعلق کو بحال نہیں کرے گا تو اس کا یہ عمل لوگ شریعت کے خلاف بتلاتے ہیں۔

موصوف کا یہ عمل شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب حالات کے باوجود قطع تعلق کرنا خود حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور ان کی خدمت اور ان کو خوش کرنا لازم ہے، دوسرے اہلِ قرابت کا بھی حق ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ "دنیاوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی" اس لیے آپ والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خوش کریں اور دیگر اہلِ قرابت سے بھی سلام وکلام جاری رکھیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف﴾ الآية. (بني إسرائيل: ۲۳)

"وعن المغيرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات". "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليس الواصل بالمكافي، ولكن الواصل الذي إذا قطعت رحمه وصلها" (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمي)

"عن الأعمش قال: كان ابن مسعود جالساً بعد الصبح في حلقة، فقال: أنشد الله قاطع رحم لما قام عنا، فإنا نريد أن ندعو ربنا، وإن أبواب السماء مرتجة دون قاطع رحم". رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح، إلا أن الأعمش لم يدرك ابن مسعود". (مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة، باب صلة =

والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟

سوال[۹۱۱۰]: والدین کی خدمت کرنا قرآن وحدیث میں فرض بتایا گیا ہے، مگر والدین میں خود اتنی نا اتفاقی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، اگر لڑکے اپنی ماں کو رکھتے ہیں تو والد ناراض ہو کر فوراً الگ رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھاتے ہیں۔ والدین کی جدائیگی کا عرصہ ۱۸ یا ۲۰/ سال کا ہو گیا ہے، اب اگر والدہ کو راضی کرتے ہیں تو والد ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ دونوں پڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں اولاد کیا کرے، کس کو راضی کرے اور کس کو ناراض رکھے؟

نیز والدہ کو ساتھ رکھتے ہیں تو لڑکے والدہ کی نازیبا حرکت جو کہ برداشت کے قابل نہیں برداشت نہیں کرتے، وہ حرکت یہ ہے کہ والدہ کبھی اپنے قرآن شریف کو بکس میں بند کر دیتی ہیں اور اب کچھ دنوں سے وہ اپنے قرآن شریف کو اپنے ساتھ لے کر سوتی ہیں، حالانکہ رات کو پڑھتی بھی نہیں ہیں۔ اب ایسے حالات میں اولاد کیا کرے، والدین سے علیحدگی اختیار کرے یا کیا کرے؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، والدہ کی خدمت کرنے سے اگر والد ناراض ہوں اور بُرا کہیں تو خاموشی سے سن لیں، ان کو جواب نہ دیں(1)۔ والدہ اگر اپنا قرآن شریف بکس میں بند کر دیں تو ان کی اس بات پر کوئی اعتراض نہ کرے، گھر میں تلاوت کے لیے دوسرا قرآن شریف دوکان سے لے لیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادے اور لڑائی ختم کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں

سوال[۹۱۱۱]: زید کے والدین زندہ ہیں، زید کی والدہ کہتی ہے کہ گھر پر کام کرو اور والد کہتے ہیں کہ دہلی جا کر کام کرو اور دہلی میں آمدنی زیادہ ہے، اگر والدہ کی مانتا ہے تو والد اس سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں اور

= الرحم وقطعها: ۸/۱۵۱، دار الفكر بيروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

اگر والد کی بات مانے تو والدہ بولنا چھوڑ دیتی ہیں۔ اب اس کا کیا کرنا چاہیے، والدہ کی بات کو ترجیح دے یا والد کی بات کو ترجیح دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مکان پر رہ کر گزارہ نہیں ہوتا، پریشانی زیادہ رہتی ہے تو باہر جاکر کام کرے اور والدہ کو سمجھادے کہ کمانے جاتا ہوں، روپیہ کما کر آپ کے واسطے لاؤں گا اور دعا بھی کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو مجھ سے خوش رکھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدہ ناراض ہو تو کیا کرے؟

سوال [۱۰۲۰۰]: میری ماں مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہے کہ وہ مجھے پڑھائی کو خرچ دیتی رہی ہے، روپے سے بہت محبت کرتی ہے، اسلام کے خلاف رشوت وغیرہ کی ترغیب دیتی ہے، مجھ سے یہ کہتی ہے کہ مجھے اپنی صورت مت دکھا، میں اس میں راضی ہوں، خدا کے ڈر سے دیتا ہوں، گندے الفاظ استعمال کر کے میں ایسا سے علیحدگی اختیار کرلوں، اللہ کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ خدمت میں جایا کریں، جسمانی خدمت بھی کریں، کچھ ہدیہ تحفہ بھی لے جایا کریں، موسم کی چیز، کبھی کپڑا، کبھی جوتا اور جو چیز ان کو مرغوب ہو پیش کردیا کریں، اللہ پاک سے دعا بھی کیا کریں کہ ان کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مدت میں اچھا تغیر پیدا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

بیٹے کے مال سے مطلقہ ماں کی مدد

سوال [۱۰۲۰۱]: ایک شخص جس کا نام ---- ہے، اس نے ایک عورت سے شادی کرلی اور اس عورت

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟")

(۲) (سیأتی تخریجہ تحت عنوان: "فاسق باپ کے ساتھ سلوک")

کے پیٹ سے دولڑکے اور دوسری لڑکیاں پیدا ہوئیں، اس میں ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام بکر ہے۔ بکر کسی وجہ سے خالد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، طلاق دینے کے بعد خالد نے دوسری عورت سے شادی کی۔ دوسری عورت کے پیٹ سے تین بچے ہیں، ایک لڑکا اور دولڑکیاں۔ مگر طلاق دینے کے بعد زید اور بکر کی ماں پریشانی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب زید اور بکر جو کہ بالغ ہیں وہ اپنی پریشان حال ماں کی مدد کرنا چاہتے ہیں ماں کا حق اور ماں کی خدمت سمجھ کر۔ تو وہ اپنی ماں کی خدمت کس طرح کریں؟

کیا باپ کی جائیداد میں سے بغیر باپ کی رضامندی اور بغیر پوچھے اس میں سے کچھ لے کر ماں کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اور اس طرح لے کر ماں کو دینا ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر باپ کی اجازت کے اس کے مال میں سے والدہ کو کچھ نہ دیں(۱)، البتہ خود کما کر جس قدر ہو سکے خدمت کرتے رہیں۔ حق تعالیٰ فلاح دارین نصیب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۸/۸ھ۔

فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ

سوال [۱۱۱۲]: ہندہ ایک عورت اس کا بیٹا زید ہے، ہندہ مطلقہ ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتی ہے اور اس اجنبی غیر شخص سے تعلق کل رہائش خانگی اس کے مکان میں بلا نکاح کئے ہوئے ہے، ہندہ ہر غیر شخص سے گفتگو کرنے میں بے حیا وبے شرم ہے شرعی پردہ قطعی اٹھادیا ہے، ہر اسلامی شخص سے متنفر ہے۔ چند امور قابل

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". الحديث". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۴/۱۷۲، دارالفكر بيروت)

(وكنز العمال، الفرع الثاني في أحكام الإيمان المتفرقة: ۱/۲۱۱، رقم الحديث: ۱۰۴۷، مكتبة التراث الإسلامي حلب)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تنبيه الغافلين، باب ما جاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه)

اور وقت زیاں

۱- زید بیٹا اپنی والدہ ہندہ سے شرعی برتاؤ کیسا کرے؟

۲- زید کو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں والدہ کی خدمت نہ کروں اور میل جول نہ رکھوں اور ترک تعلق کر دوں تو شرعی گرفت اور قیامت میں مواخذہ تو نہ ہوگا، پھر حسن ہے ترک تعلق سے اصلاح ہو جائے اور اصلاح ہونے کی صورت میں عند اللہ ترک تعلق سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ زید ہندہ (اپنی والدہ) کے کھانے وغیرہ کا کفیل نہیں بلکہ ہندہ خود اپنی ضروریات اپنے طور پر پورا کرتی ہے۔

امر اول: اصلاح شرعی ہندہ کی کہ وہ ان خرافات سے باز آ جائے۔

امر دوم: زید مواخذہ شرعی روز قیامت سے سبکدوش ہو جائے، دینی و دنیاوی حیثیت سے بری الذمہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو لازم ہے کہ اپنی والدہ کا احترام باقی رکھے، کوئی بات خلاف ادب کرے یا گستاخی سے پیش آنا درست نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ مناسب طریقہ سے اصلاح کی کوشش کرے، خود سمجھائے یا کسی ایسے شخص کے ذریعہ سے نصیحت کرائے جس کا اس پر اثر پڑ سکے، خود دعا کرے۔ سختی کرنا، مارنا، چیخنا، یا گالی وغیرہ دینا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ شوال/ ۵۹ھ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بنی إسرائیل: ۲۳)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرة، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما" (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۸، سعيد)

"فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيه منفعة في أمره ونهيه عن المنكر، والأب والأم —

باپ کو ستانے کا وبال

سوال[۹۱۱۵]: میرا لڑکا معصیت دینی کی وجہ سے میرا نافرمان ہے، مجھ کو ستاتا ہے، میں نے بہت فتاویٰ منگا کر اس کو سنائے کہ اس کی اصلاح ہو مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا، اس کے متعلق آپ بھی فتویٰ دیں کہ ایسے لڑکے کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والد کا بہت بڑا حق ہے، والد کی خدمت وخوشنودی سے اللہ پاک کی خوشنودی اور جنت حاصل ہوتی ہے، والد کو ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، والد کو ستانا اور تکلیف پہنچانا سخت محرومی ہے، اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ بھگتنا ہوتا ہے، لڑکے کو اپنی حرکتوں سے باز آنا اور توبہ کرنا چاہیے، ورنہ انجام نہایت سخت اور ناقابلِ برداشت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= أحق بأن يشفع لهما . . لكن ينبغي أن لا يعتب على الوالدين، فإن قبلا فبها، وإلا سكت واشتغل بالاستغفار لهما". (نفع المفتي والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۴۳، دار ابن حزم)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

"وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (مشكوة المصابيح، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمي)

"وعنه (أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه" قيل: من يا رسول الله؟ قال: "من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما، ثم لم يدخل الجنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۸، قديمي)

فاسق باپ کے ساتھ سلوک

سوال[۹۱۱۶]: زید صاحبِ اولاد ہے، عمر رسیدہ ہے، عورتوں میں مبتلا ہے حتیٰ کہ ایک لڑکے نے بدفعلی کرتے ہوئے دیکھ بھی لی، جب اولاد نے زید کو منع کیا تو زید نے اولاد سے بولنا چھوڑ دیا تو اب اولاد کا فرض ہے وہ زید سے بات چیت کریں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد کو اپنے باپ کا ادب کرنا چاہیے اور اس کو خوش رکھنا چاہیے(۱)، لیکن آہستہ آہستہ موقع پاکر باپ کو خدا کے عذاب سے ڈرانا اور نصیحت بھی کرنا چاہیے، بلکہ کسی بزرگ سے تعلق قائم کرا دینا چاہیے تاکہ ان کی صحبت اور ہدایت سے باپ کی بری عادت چھوٹ جائے۔ غرض نہ باپ سے تعلق ختم کریں، نہ بے ادبی سے پیش آئیں، نہ ان کو ان کے برے حال پر چھوڑیں، ان کے لئے دعاء اور خیر خواہی میں لگے رہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۸۵ھ۔

باپ کے ساتھ سخت کلامی

سوال[۹۱۱۷]: باپ بیٹے میں سخت گفتگو ہوئی حتیٰ کہ باپ نے کہہ دیا کہ میں جوتا ماروں گا، اس پر بیٹے نے جواب دیا کہ سو جوتے میں تم کو ماروں گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے بیٹے کے لئے شریعت کیا حکم کرتی ہے؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فلا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

(۲) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۸، سعيد)

"فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لمصلحة من أمره ونهاه عن المنكر، والأب والأم أحق بأن ينصح لهما ... لكن ينبغي أن لا يعنف على الوالدين، فإن قبلا فبها، وإلا سكت واشتغل بالاستغفار لهما". (جمع المفتي والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بیٹے باپ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں وہ بہت نالائق اور بدقسمت ہیں، باپ کی تعظیم واجب ہے، جہاں تک اپنے بس میں ہو، والد کو خوش رکھا جائے اور اگر غصہ میں کچھ کہیں تو خاموش ہو کر سن لیا جائے، ہرگز کوئی جواب تند دیا جائے، اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے اور دنیا بھی۔ والد کو چاہیے کہ اپنے نالائق بیٹے سے ایسی بات نہ کرے جس سے وہ بھی جواب دے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے باپ کی اطاعت

سوال[۱۰۱۸]: اگر باپ یا دادا بوڑھا ہے اور اولاد جوان ہے اور اولاد ان کا حکم نہ مانیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد کے ذمہ باپ کا حکم ماننا لازم ہے، خاص کر جبکہ وہ بوڑھے ضعیف ہوں تو ان کی فرمانبرداری وتعظیم اور زیادہ ضروری ہے، اگر وہ بھی خلافِ شرع حکم دیں تو اس میں اطاعت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً، إما یبلغن عندک الکبر أحدهما أو کلاهما، فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً کریماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسي: "والنهي عن ذلک یدل علی المنع في سائر أنواع الإیذاء". (روح المعاني، (سورة الإسراء: ۲۳): ۱۵/۵۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۴، سہیل اکیڈمی لاهور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه حسناً، وإن جاهداک لتشرک بي ما لیس لک به علم، فلا تطعهما﴾ (سورة العنکبوت: ۸)

درجہ کس کا زیادہ ہے باپ یا ماں کا؟

سوال[۹۱۱۹]: کلام ربانی اور احادیث کے مطابق باپ کا حق و درجہ و مرتبہ زائد ہے یا ماں کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

احترام کے لحاظ سے باپ کا درجہ زیادہ ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible]/۱۴۰۰ھ۔

باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کر دیا

سوال[۹۱۲۰]: دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہوگیا، والد نے اتفاق کی بہت کوشش کی، جب کامیابی نہ ہوئی تو دونوں کو الگ کر دیا، یعنی الگ کر دیا تو کیا مذکورہ دونوں میں بڑا فرق نہ پیدا ہوگا؟ تو والد صاحب کا یہ فیصلہ کیسا ہے؟

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟ قال: "أمك". قال: ثم من؟ قال: "أمك". قال: ثم من؟ قال: "أمك". قال: ثم من؟ قال: "أبوك"". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۸، قديمي)

"عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

(و) "وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمي)

"فإذا تعذر عليه مراعاة جميع حقوق الوالدين، رجح جانب الأب فيما يرجع إلى التعظيم والاحترام، وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام". (فتاوى اللكنوي المسمى: نفع المفتي والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدين، ص: ۴۲۲، دار ابن حزم)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوشش وفہمائش کے باوجود جب اتحاد نہ ہوسکا اور دونوں کو علیحدہ کردیا کہ مزید تفریق نہ بڑھے تو اچھا کیا، مگر دونوں کے ساتھ معاملہ یکساں کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۹۳ھ۔

کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟

سوال[۹۱۲۱]: ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کیا کہ کچھ ان بن ہوگئی ہے، حالانکہ پہلے وہیں رشتہ کیا تھا، دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا بات کرلی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپوں کو ٹھکرا کر کسی جگہ اپنی مرضی سے شادی کرلی، جبکہ والد صاحب سے اصرار وضد کی وجہ سے ناراضگی ہوگئی۔ تو ایسی صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں، اور ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے، ناجائز ہے (۲)، ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط رویے سے بچنے کے لئے اپنی شادی دوسری جگہ کرلی تو وہ نافرمان نہیں ہوا،

---

(۱) "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالیٰ عنه قال: تصدق علي أبي ببعض ماله، فقالت له أمي عمرة بنت رواحة رضي الله تعالیٰ عنها: لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فانطلق أبي إلى النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ليشهده على صدقتي، فقال له رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "أفعلت بولدك كلهم؟" قال: لا، قال: "اتقوا الله، واعدلوا في أولادكم"". (الصحيح لمسلم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة: ۲/۳۷، قديمي)

(۲) "عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: ثم قام رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم في الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "ما بال رجال يشترطون شروطاً ليست في كتاب الله، ما كان من شرط ليس في كتاب الله، فهو باطل وإن كان مائة شرط" الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الولاء: ۱/۳۷۷، قديمي)

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". الحديث (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۱۴۰۶ھ۔

باپ بیٹوں کے حقوق

سوال [۵۱۲۲]: ۱… زید کی دو شادیاں ہوئیں: پہلی شادی اس کے دادا نے اپنے صرفہ سے بجانب بلوغ کی، کہ جس کے چند سال گزرنے کے بعد اس کی بیوی کے مرنے پر زید کی دوسری شادی زید کے صرفہ سے اس طریقہ سے ہوئی کہ زید اپنی آمد اپنے والد کو بھیجتا رہا، بوقت شادی زید کے والد نے خدا کی قسم کھا کر اس کی خالہ سے کہا کہ ہمارے ذمہ اس شادی میں کوئی قرضہ نہیں ہے۔ زید کی دوسری شادی میں جتنا صرفہ ہوا وہ سب زید کی تنخواہ میں سے ہوا اور وہ سب زید کی موجودگی میں ہوا، پہلی شادی کا تخمینہ بھی زید کے خیال میں ہے۔

ایک مرتبہ زید کے والد نے لکھا کہ شادی کا قرضہ ہے۔ زید نے دریافت کیا کہ کس کا اور کتنا ہے؟ اور آپ نے بوقت شادی قرضہ نہ ہونے کی قسم کھائی تھی۔ اس پر جواب نہ آنے پر زید نے کل تخمینہ مصارف شادی کا لکھ کر اپنے والد کی خدمت میں بھیج دیا اور لکھا جو مجھ کو یاد ہے، میں لکھ دیتا ہوں اور اگر اس میں کسی قدر کمی بیشی ہو تو مجھ کو لکھ دیجئے تاکہ اس کو درست کر لیا جائے، لیکن والد کی طرف سے کوئی حساب نہیں آتا، حالانکہ زید کے روبرو جہاں تک صرفہ ہوا تھا وہ سب زید کے والد نے لکھ بھی دیا تھا، اس حساب کے نہ آنے پر زید کو اپنے

---

(۱) (فیض القدیر: ۱۲/ ۶۳۸۶، رقم الحدیث: ۹۹۰۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، فلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله". ... فقال عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى". ... قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة في معصية الله تبارك وتعالى" (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰ - ۲۰۱۳۰؛ ۶/ ۵۵، ۲۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف" (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية: ۲/ ۱۲۵، قديمي)

حساب کا اور مجھے یقین ہو گیا۔

شادی کے بعد سے زید کی اہلیہ میکے چلی گئی اور کچھ دنوں زید کے ہاں رہی اس مدت میں بھی زید اپنے باپ کے پاس ماہواری خرچ روانہ کرتا رہا، اس ضرورت سے کہ اس کی بیوی کی واپسی پر کسی خاص ضرورت میں کام آجائیں گے۔ اس کے والد کے پاس بحمد اللہ جائیداد کی اتنی آمدنی ہے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو، چنانچہ وہ کہہ بھی چکے ہیں کہ ہم اپنی لائق کر لیتے ہیں، تاہم وہ زید سے بھی کنبے کا خرچ کہہ کر مانگتے ہیں، کبھی شادی کے اخراجات کے نام سے مطالبہ کرتے ہیں اور کوئی حساب، مانگنے پر حساب نہیں بتلاتے۔

میرا تخمینہ جو حساب کا ہے اس کے لحاظ سے شادی کے متعلق کوئی رقم بقایا نہیں ہونی چاہئے، والد اور دوسرے شریک شادی اور واقف کار بھی میرے تخمینہ اور حساب کی تائید کرتے ہیں۔ میں نے تخمینہ پیش کر کے عرض کیا کہ میری جانب تو کوئی رقم بقایا نہیں ہونا چاہیے اور اگر بالفرض ہو تو وہ رقم جو میں نے شادی کے بعد علی الحساب بھیجی ہے اس کو کام میں لے لیجئے۔ اس کے متعلق کبھی فرماتے ہیں کہ زیادہ خرید لی، کبھی فرماتے ہیں گھر کے خرچ کی تمہیں اطلاع نہیں، کبھی کہتے ہیں میرا بھی حق ہے۔

زید کی آمدنی بہت محدود ہے، نیز اس کا بھی خیال ہے کہ مسلمان اخراجات کی زیادتی سے تباہ ہوتے جارہے ہیں۔ زید کے والد اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کے کپڑے خود بنالیتا ہے۔ پس کیا صورت موجودہ میں زید کے ذمہ کوئی امر ضروری ہے؟

۲..... جب کہ والد صاحب خرچ کا حساب نہیں دیتے اور زید کو اپنے اور شریک کے اشارہ کے ذریعہ سے علم ہو چکا کہ اس کے ذمہ کوئی مطالبہ باقی نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ ہمارے ذمہ کچھ نہیں، والد کی گستاخی تو نہ ہوگا؟

۳..... کیا زید کے والد کو زید کی بیوی کا حق اپنے لئے لینے کا حق حاصل ہے؟

۴..... کیا زید کے والد کو زید اور اس کی بیوی کے لئے کپڑے نہ بنانے پر مجبور کرنے کا حق ہے؟

۵..... زید کے والد اگر کوئی ایسا کام کریں جس میں زید کی مضرت یا حق تلفی ہو تو زید ان کی اس طرف توجہ مبذول کرا سکتا ہے، نیز والد کے لئے زید کی عدم موجودگی میں ایسا کام جس سے اس کا ضرر یا حق تلفی ہو کیسا ہے؟

۶..... اگر زید کے والد کے ذمہ واقع میں قرضہ نہ ہو اور وہ توریۃً یا غلط طریقے سے قرضہ ظاہر کریں اور

ضروری ہے(۱)۔

۲...اگر والد کے ذمہ قرض نہ ہو بلکہ والد کو خود ضرورت ہو تب بھی اولاد کو ضرور والد کی خدمت کرنی چاہئے اگرچہ خود کسی قدر تنگی کرنی پڑے، اگر اپنے پاس کچھ موجود نہ ہو تو مجبوری ہے(۲)۔

۳...جو حق بیوی کا زید کے ذمہ واجب ہے وہ والد کو لینا جائز نہیں(۳)۔

۴...اگر زید اپنے لئے یا اپنی بیوی کیلئے ضرورت سے زائد کپڑے بنائے تو والد کو حق حاصل ہے کہ منع کرے اور زید کو ماننا ضروری ہے(۴)، البتہ ضرورت کے موافق کپڑے کی تعیین ان کے گزرنے ہو سکتا ہے بنانے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإن جاهداك لتشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما﴾ (سورة العنكبوت: ۸)

(۲) "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالیٰ عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! إن لي مالاً وولداً، وإن أبي يريد أن يجتاح مالي، فقال: "أنت ومالك لأبيك". (سنن ابن ماجة، كتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ص: ۱۶۵، قديمي)

"يعني: أولادكم من أطيب أكسابكم وأفضلها، فما كسبت أولادكم، فإنه حلال لكم ... في الحديث دليل على وجوب نفقة الوالد على ولده". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، الفصل الثاني: ۶/۵۲۱، ۵۲۲، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في نفقة الأقارب: ۵/۱۹۷-۲۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۲، سعيد)

(۴) "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً". قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمي)

سے منع کرنے کا حق والد کو حاصل نہیں (۱)۔

۵... والد کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ زید کو ضرر پہنچانے کی نیت سے کوئی حکم کریں (۲)۔ البتہ اگر ضرر پہنچانے کی نیت تو نہیں مگر کسی شرعی کام یا اتفاقی کام سے زید کو معمولی ضرر پہنچتا ہو، زید کو اس پر صبر کرنا چاہیے (۳)۔

۶... جھوٹ بولنا، دھوکا دینا جائز نہیں (۴)، مگر جب والد زید سے کچھ مانگے اور زید کے پاس گنجائش

---

(۱) "وتفرض لها الكسوة في كل نصف حول مرة لتجدد الحاجة حراً وبرداً". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۸۰، سعيد)

(۲) "عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ملعون من ضار مؤمناً أو مكر به". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمي)

(۳) "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً". قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث: ۴۲۱، قديمي)

(۴) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، ومايزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقاً. وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، ومايزال الرجل يكذب حتى يكتب عند الله كذاباً". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ۴۱۲، قديمي)

"عن سفيان بن أسد الحضرمي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "كبرت خيانةً أن تحدث أخاك حديثاً هو لك به مصدق وأنت به كاذب". (مشكوة المصابيح، المصدر المتقدم، ص: ۴۱۳، قديمي)

ہوتو ضرور دینا چاہیئے(۱)، اس کا موقعہ نہ آنے دے کہ والد دھوکا دے کر زید سے کچھ وصول کرے کہ یہ والد اور زید دونوں کیلئے شرم کی بات ہے۔

۷..... شکرِ نعمت ہر شخص پر فرض ہے(۲)۔

۸..... حساب صاف رکھنا چاہیئے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر زید کے یا والد کے ذمہ کوئی قرض نہ ہوتو والد کی خدمت نہ کرے بلکہ حتی الوسع خدمت ضروری ہے۔

۹..... جس قدر زید میں طاقت ہو والد کی خدمت کرتا رہے، اگر باوجود قدرت کے خدمت نہیں کرے گا تو حقوق کی ادائیگی میں قصوروار ہے گا۔

۱۰..... والدین بھی بلاوجہ اولاد کے لیے بددعا نہیں کرتے، جب تنگ آکر پریشان ہوجاتے ہیں تب مجبور ہوکر بددعاء کرتے ہیں اور اگر بلاوجہ بددعاء کریں تو اس کی قبول ہونے کی توقع نہیں(۳)۔ تاہم اولاد کو چاہیئے کہ والدین کی کسی سخت بات کا جواب نہ دے، سب کچھ خاموش سن لے، اس کی سعادت اسی میں ہے، اگر کوئی بات والدین بالکل ناحق کہیں تب بھی صبر کرے(۴) اور والدین کے لئے دعائے خیر کرے(۵)، البتہ

---

(۱) "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: إن لي مالاً وإن والدي يحتاج إلى مالي، قال: "أنت ومالك لوالدك، إن أولادكم من أطيب كسبكم، كلوا من كسب أولادكم". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات، الفصل الثاني، ص: ۲۹۱، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فاذكروني أذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولو يعجل الله للناس الشر استعجالهم بالخير لقضي إليهم أجلهم﴾ (سورة يونس: ۱۱)

قال العلامة الآلوسي: "وعن مجاهد أنه قال: هو قول الإنسان لولده وماله إذا غضب: اللهم لا تبارك فيه، اللهم العنه". (روح المعاني: ۱۱/۸۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير الطبري: ۱۱/۶۵، دار المعرفة، بيروت)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقل لهما أف﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

(۵) "إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرة، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما، واشتغل بالدعاء والاستغفار، فإن الله تعالىٰ يكفيه ما أهمه من أمرهما". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۸، سعيد)

معصیت کے کاموں میں اس کا ساتھ نہ دے(۱)۔ جب وہ اس طرح نرمی اور صبر اور احسان وخدمت کرے گی تو انشاء اللہ والدین کی طبیعت میں نرمی آئے گی۔ وہ سب کے ساتھ حسن سلوک سے ملنا چاہئے اور حسن خلق کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی رہیں۔

۱۱... معاملات کو آپس میں سلجھانا بہتر ہے(۲)، لیکن والدین اس سے متاثر نہ ہوں کہ اتنی سی وجہ کی شفقت ہی کی نہ کریں(۳)۔ جھوٹی باتیں مشہور کرنا اور بدنام کرنا جائز نہیں، زید کے والد کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کرے(۴)۔

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء: ۲/۱۲۵، قديمي)

(۲) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصدقة والصلوة؟" قال: قلنا: بلى، قال: "إصلاح ذات البين، وفساد ذات البين هي الحالقة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمي)

(۳) "عن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يرحم الله من لا يرحم الناس".

"وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: جاء أعرابي إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: أتقبلون الصبيان، فما نقبلهم، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أو أملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۱، قديمي)

(۴) "وعن حذيفة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يدخل الجنة قتات". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثاني، ص: ۴۱۳، قديمي)

۱۴... مشورہ کرلینا بہتر ہے (۱)۔ لیکن اگر اپنے کام میں والد مشورہ نہ کرے تو زید کو اس پر ناراض ہونا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذوالقعدہ/ ۵۳ھ۔

والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال [۹۰۲۲]: میرے والد صاحب کی حرکتیں بیجا ہیں، انھوں نے اپنی بہو سے زنا کے لئے کہا، وہ شراب بھی پیتے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوشش کیجئے کہ وہ کسی صاحبِ نسبت بزرگ کی خدمت میں جایا کریں، موقع ملے تو ان کو ایسی تبلیغی جماعت کے ساتھ روانہ کردیجئے جو صحیح طریقہ پر کام کرنے والی ہو جو اصولوں کی بھی پابندی کرے اور ان کے لئے اللہ پاک سے بہت دعائے خیر کرتے رہا کریں۔ اگر وہ پڑھنا جانتے ہوں تو حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کی کتابیں ان کو دیجئے کہ وہ ان کا مطالعہ کیا کریں، اگر وہ نہ پڑھیں تو خود یا کسی دوسرے سے ان کو کتابیں سنوائیں۔ اللہ پاک اصلاح فرمائے (۳)۔ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/ ۳/ ۹۹ھ۔

= "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أحب أني حكيت أحداً، وأن لي كذا وكذا"۔ (مشكوة المصابيح، المصدر السابق، ص: ۴۱۲، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وشاورهم في الأمر﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۹)

وقال الله تعالى: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (سورة الشورى: ۳۸)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

ایسی صورت میں والدین کے لئے دعا کرنی چاہیے:

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرة، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن الله تعالى =

زید کے بچوں کے لئے ہی دی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضابطہ میں اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، کیونکہ اس نے قرض لیا ہے، زید نے نہیں لیا، اگر زید نے ہندہ سے کہہ دیا تھا کہ قرض لے کر میرے بچوں کی پرورش کرنا، میں ادا کروں گا تو زید اس قرض کا ذمہ دار ہے، وہ ادا کرے۔ اگرچہ تقاضۂ دیانت یہ ہے کہ زید اس قرض کو ادا کرے، کیونکہ بچوں کا نفقہ زید پر ہی لازم ہے، مگر قرض خواہوں کو زید سے مطالبہ کا حق نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ اصحابِ حقوق معلوم نہ ہوں

سوال [۹۱۲۶]: بلوغ کے بعد اگر حقوق العباد میں غلطی ہوئی ہو اور یاد نہ ہو اور اگر یاد ہو مگر وہ معاملہ جس میں غلطی ہوئی ہو صحیح طریقہ پر یاد نہ ہو کہ کس سے ہوا تھا، کس طرح ہوا تھا؟ مثلاً کسی کو کوئی تکلیف پہونچائی تھی، یا کسی سے کوئی چیز خریدی تھی، مگر یہ یاد نہیں ہے کہ کیا چیز خریدی تھی اور کتنے کی، یا کتنی خریدی تھی؟ اور یہ بھی یاد نہیں ہے کہ کس سے خریدی تھی؟ اور یہ یاد ہے کہ خریدی تھی، یا وہ شخص جس سے معاملہ ہوا تھا مرگیا ہو، اسی طریقہ سے تکلیف پہونچانے کا معاملہ بھی ہو۔ تو ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مرتبہ ﴿قل ہو اللہ﴾ پڑھ کر دعاء کرلیا کریں کہ یا اللہ! جس جس کو مجھ سے تکلیف پہونچی ہے اور جس کا کوئی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو، اس کا ثواب اس کو پہونچادے۔ اگر صاحبِ حق موجود ہو اور یاد بھی ہو تو اس

---

(۱) "ولكن فائدته أن يرجع الغريم على الزوج، وبدون الأمر ليس له الرجوع عليه، وإنما يرجع رب الدين على المرأة. ... ظاهره أنه ليس لرب الدين الأخذ من الزوج بدون الحوالة". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقات: ۴/۳۱۳، ۳۱۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقات، مطلب في الأمر بالاستدانة على الزوج: ۳/۵۹۱-۵۹۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۳، ۱۸۴، غفاريه)

سے معافی تلافی کرکے صفائی کرلی جائے، یا کوئی مالی حق ہو ادا کردیا جائے۔ صاحبِ حق معلوم نہ ہو تو اتنی مقدار اس کی طرف سے خیرات کردی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۱۲/ ۹۲ھ۔

باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت

سوال [۹۱۲۷]: باپ کے مال سے بغیر باپ کی اجازت کے اور بغیر رضامندی کے بالغ لڑکوں کو باپ کا مال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ کو ناگوار گزرے تو اجازت نہیں (۲)۔

☆...☆...☆...☆...☆

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

"(عليه ديون ومظالم جهل أربابها وأيس) من عليه ذلك (من معرفتهم، فعليه التصدق بقدرها من ماله". (الدر المختار، كتاب اللقطة، مطلب فيمن عليه ديون ومظالم جهل أربابها: ۴/ ۲۸۳، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۵، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله: "والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع الإيذاء".

(روح المعاني، (سورة الإسراء: ۲۳): ۱۵/ ۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۳/ ۴۴، سهيل اكيدمي لاهور)

باب السلام والقیام والمصافحۃ

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

آنے والے کو بیٹھنے والے کا سلام کرنا

سوال [۵۱۲۸]: "قال النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یسلم الراکب علی الماشي، والماشي علی القاعد، والقلیل علی الکثیر"(۱)۔

اگر کوئی آنے والا سلام نہ کرے اور بیٹھنے والا آنے والے کو سلام کرے یا پیچھے کسی کو سلام کرے تو مستحق ثواب ہوگا یا مستحق عذاب؟ بینوا توجروا۔

عبدالسلام، ایواڑی، ضلع گوڑگاؤں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں بھی مستحق ثواب ہوگا، مگر افضل طریقہ وہ ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے:

"قال ابن بطال عن المهلب: تسلیم الصغیر لأجل حق الکبیر؛ لأنه أمر بتوقیره والتواضع له، وتسلیم القلیل لأجل حق الکثیر؛ لأن حقه أعظم، وتسلیم المار لشبهه بالداخل علی أهل المنزل، وتسلیم الراکب لئلا یتکبر برکوبه، فیرجع إلی التواضع. وقال ابن العربي: حاصل ما في الحدیث أن المفضول نوع ما یبدأ الفاضل منه". (بذل المجهود: ۵/۳۳۲)(۲)۔

(ترجمہ): "ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا ہے کہ چھوٹے کا سلام کرنا

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۳۹۸، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (بذل المجهود، ۵/۳۳۲، کتاب الأدب، نزول بالسلام، ناشر معهد الخلیل الإسلامي)

بڑے کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کو اس کی توقیر اور اس کے لئے تواضع کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔ اور قلیل کا سلام کرنا کثیر کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کا حق عظیم ہے۔ اور گزرنے والے کا سلام کرنا اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے والے کے مشابہ ہے۔ اور سوار کا سلام کرنا اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے سوار ہونے سے مغرور نہ ہو، بلکہ اس میں تواضع پیدا ہوجائے۔ ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی درجہ میں مفضول (کم درجہ) ہے، وہ فاضل (زیادہ درجہ والے) کو سلام میں ابتدا کرے"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شعبان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رمضان/۶۶ھ۔

طریقِ سلام اور اس کا جواب

سوال[۹۱۲۲]: ایک شخص کہتا ہے "السلام علیکم" دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے "وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ"۔ کیا یہ جواب درست ہے، اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اس طرح سلام کرے "السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ" اور جواب دینے والا "وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ" کہے (۱)، اس سے زیادہ کوئی لفظ بڑھانا جیسے

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، ثم جلس فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه فجلس، فقال: "ثلاثون". رواه الترمذي وأبو داؤد". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

(سنن أبي داؤد: ۲/۷۰۶، باب: كيف السلام، دار الحديث ملتان)

"ومغفرتہ" مناسب نہیں اگرچہ بعض روایات میں لفظ "ومغفرتہ" سلام کے ساتھ وارد ہوا ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف، ص: ۳۹۸، میں ہے(۱)، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ سلام کی انتہا

"قيل: "البركات" عبارة عن الثبات، ولذا لا يزاد عليه لا في السلام ولا في الجواب". (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۲۴، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، رشيديه)

وقال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "والأفضل أن يقول: السلام عليكم، ليتناوله وملكيه، وأكمل منه أن يزيد ورحمة الله، وأيضاً وبركاته . . . . اهـ. وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۱۲، كتاب السلام، باب: يسلم الراكب على الماشي، قديمي)

وقال العلامة القرطبي: "الثالثة: قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن أن يزيد فيقول: عليك السلام ورحمة الله، لمن قال: سلام عليك، فإن قال: سلام عليك ورحمة الله، زدت في ردك: وبركاته، وهذا هو النهاية، فلا مزيد. قال الله تعالى مخبراً عن البيت الكريم: ﴿ورحمة الله وبركاته﴾". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة النساء: ۸۶)، ۵/۲۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

"روى النسائي عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: كنا عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فجاء رجل، فسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: "عشر" ثم جلس، ثم جاء آخر، فسلم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: "عشرون" ثم جلس، وجاء آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال: "ثلاثون". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة النساء: ۸۶): ۵/۲۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

(وأبو داؤد: ۲/۷۰۱، باب كيف السلام، دار الحديث، بيرون بوهڑ گيٹ ملتان)

(وموطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، باب رد السلام، مير محمد كتب خانه كراچي)

"وظاهره أن الزيادة على "وبركاته" خلاف السنة، كما يفيده ظاهر قول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، ويؤيده ما في موطأ يحيى: مالك عن يحيى ابن سعيد أن رجلاً سلّم على ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والغاديات والرائحات. فقال ابن عمر رضي الله =

"وبرکاتہ" ہے۔

"ويزاد ما قال المسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا ينبغي أن يزاد على "بركاته" شيء. قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لكل شيء منتهى، ومنتهى السلام "وبركاته". كذا في المحيط". الفتاوى الهندية: ۵/۳۲۶ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۰ھ۔

= تعالى عنهما: وعليك انتهى، كأنه كره ذلك.

ويطابقه ما أخرجه البيهقي على ما ذكره في الدر المنثور عن عروة بن الزبير أن رجلاً سلم عليه فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد في بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبي داود: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس. فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشرة". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: "ثلاثون". ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". وفي كتاب عمل اليوم والليلة لابن السني: قال النووي في الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضي الله تعالى عنه كان رجل يمر بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يرعى دواب أصحابه، فيقول: السلام عليك يا رسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه" فقيل: يا رسول الله! تسلم على هذا سلاماً ما تسلمه على أحد من أصحابك؟ قال: "وما يمنعني من ذلك". وهو ينصرف بأجر بضعة وعشرين رجلاً. فالأولى القول بتجويز ذلك أحياناً، والاكتفاء على بركاته أكثر". (التعليق الممجد على هامش موطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، مير محمد كتب خانه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام)

آنے والے کے ذمہ سلام ہے

سوال[۱۰۱۲۳]: کسی شخص کے یہاں کچھ آدمی مزدوری کرتے ہوں جیسا کہ کھیت کاٹنا، اور وہ اپنے کام میں مشغول ہے، ایک شخص پیچھے سے آکر کھڑا ہو گیا اور یہ مزدور جو کہ کام کرنے والے تھے وہ مختلف برادری کے تھے اور نماز وغیرہ کے بالکل پابند نہیں تھے، ان میں سے ایک آدمی نے پیچھے ہو کر اس شخص کو سلام کیا جو پیچھے کھڑے ہو گئے تھے، انہوں نے سلام کا جواب آہستہ آواز سے دیا، جس آدمی نے سلام کیا تھا اس کو اس کے ساتھیوں نے نصیحت کی کہ تم کو سلام نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو آپ سے یہ عرض ہے کہ سلام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اور کتنا عذاب منع کرنے والوں کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص کسی کے پاس جائے اس کو چاہئے کہ سلام کرے(۱) اور جس کے پاس جائے وہ سلام کا جواب دے(۲)، لیکن اس نے سلام نہیں کیا، وہ خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا اور جس کے پاس گیا تھا اس نے سلام کر لیا اور اس کی بڑائی کا لحاظ کر لیا تب بھی گناہ نہیں، بلکہ ان کو بہت ثواب ملے گا، اس پر اعتراض کرنا اور سلام سے روکنا غلط ہے۔ جو شخص سلام کی ابتدا کرے اس کی فضیلت آئی ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "ویسلم الماشی علی القاعد، ویسلم الذی یاتیک من خلفک۔ کذا فی المحیط". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(۲) سلام کا جواب دینا واجب اور مسلمان کا حق ہے:

"عن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال: أمرنا النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعیادة المریض، وإجابة الداعی، ونصر المظلوم، وإبرار القسم، ورد السلام". الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام، باب: ۲/۹۲۰، قدیمی)

(۳) "عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن أولی الناس بالله من بدأ بالسلام". رواه أحمد والترمذی وأبو داؤد". (مشکوة المصابیح، ۲/۳۹۸، کتاب الآداب۔

"السلام علیکم" میں اضافہ

سوال[۱۱۲۵]: ۱: زید بکر کی ملاقات کے وقت "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتا ہے۔ اور بکر اس کے جواب میں "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" کہتا ہے۔ بکر کا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر کیجئے۔

۲... اگر زید "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" کہتا ہے اور بکر اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" صرف کہہ کر یہ بھی کہتا ہے کہ سلام کا جواب دینے والا "ومغفرتہ" نہیں کہے گا۔ لہذا ایسی صورت میں سب جائز ہے یا ناجائز اور سوال کا جواب دینے والا صحیح راستے پر ہے یا نہیں؟

۳... یہ بھی تحریر کریں "ومغفرتہ" سلام کے اندر...... کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روایات میں "ومغفرتہ" بھی آیا ہے اور بعض میں اس سے زائد بھی، سلام میں اور جواب میں بھی۔ اور بعض میں "وبرکاتہ" کو سلام کی انتہا بتایا گیا ہے اور اس پر اضافہ کو منع کیا گیا ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سلام اس طرح کرنا مستحب ہے: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور جواب میں بھی اسی طرح مستحب ہے یعنی "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ اس پر اضافہ مغفرتہ سلام کا کرنے والا کرے اور نہ جواب دینے والا کرے:

"عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، ثم جلس فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه، فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه فجلس، فقال: "ثلثون". رواه

= باب السلام، الفصل الثاني، قدیمی)

"عن عبدالله عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "البادئ بالسلام بريئ من الكبر". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، ص: ۴۰۰، قدیمی)

الترمذي وأبو داود (۱)۔

"وعن معاذ بن أنس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بمعناه، وزاد: ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". رواه أبو داود (۲)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

(وسنن أبي داود: ۲/۳۵۲، باب كيف السلام، دار الحديث ملتان)

قيل: "البركات" عبارة عن الثبات، ولذا لا يزاد عليه لا في السلام ولا في الجواب". (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۳۲، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، رشيدية)

وقال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "والأفضل أن يقول: السلام عليكم، ليتناوله وملكيه، وأكمل منه أن يزيد: "ورحمة الله"، وأيضاً "وبركاته" ... اهـ. وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۱۳، كتاب السلام، باب: يسلم الراكب على الماشي، قديمي)

وقال العلامة القرطبي: "الثالثة: قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن أن يزيد فيقول: عليك السلام ورحمة الله، لمن قال: سلام عليك. فإن قال: سلام عليك ورحمة الله، زدت في ردك: وبركاته، وهذا هو النهاية، فلا مزيد. قال الله تعالى مخبراً عن البيت الكريم: ﴿رحمة الله وبركاته﴾". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة النساء: ۸۶، ۵/۲۰۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"وروى النسائي عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: كنا عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فجاء رجل فسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: "عشر". ثم جلس. ثم جاء آخر فسلم فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "عشرون". ثم جلس، وجاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: "ثلاثون". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة النساء: ۸۶، ۵/۲۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

"عن محمد بن عمرو بن عطاء قال: كنت جالساً عند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، فدخل عليه رجل يماني فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، ثم زاد شيئاً مع ذلك أيضاً. قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: من هذا؟ وهو يومئذ قد ذهب بصره. قالوا: هذا اليماني الذي يغشاك، فعرفوه إياه حتى عرفه، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إن السلام انتهى إلى "البركة". قال محمد: وبهذا نأخذ، إذا قال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فليكفف، فإن اتباع السنة أفضل". موطا إمام محمد(۱)۔ وبسطه

---

(۱) (أبو داود: ۲/۲۰۶، باب كيف السلام، دار الحديث بيروت بوهر گيث ملتان)

(۲) (موطا الإمام محمد، ص: ۳۸۵، باب رد السلام، مير محمد كتب خانه كراچی)

والظاهر أن الزيادة على "وبركاته" خلاف السنة، كما يفيده ظاهر قول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، ويوافقه ما في موطأ يحيى: مالك عن يحيى بن سعيد أن رجلاً سلم على ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والغاديات والرائحات، فقال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: وعليك ألفاً، كأنه كره ذلك.

ويطابقه ما أخرجه البيهقي على ما ذكره في الدر المنثور عن عروة بن الزبير أن رجلاً سلم عليه فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد في بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبي داود: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشرة". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: "ثلاثون". ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". وفي كتاب عمل اليوم والليلة لابن السني. قال النووي في الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضي الله تعالى عنه كان رجل يمر بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يرعى دواب أصحابه، فيقول: السلام عليك يا رسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه". فقيل: يا رسول الله! تسلم على هذا سلاماً ما تسلمه على أحد من أصحابك؟ قال: "وما يمنعني من ذلك، وهو ينصرف بأجر بضعة عشر رجلاً". فالأولى القول =

الحافظ فی الفتح: ١١/٥(١)۔

= بتجویز ذلک أحیانا، و الاکتفاء علی برکاته أکثر". (التعلیق الممجد علی هامش موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، میر محمد کتب خانه)

(١) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ "قوله: "فقالوا السلام علیک و رحمة الله". کذا للأکثر فی البخاری هنا. و کذا للجمیع فی بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من روایة عبد الرزاق، ووقع هنا للکشمیهنی، فقالوا: وعلیک السلام و رحمة الله، وعلیها شرح الخطابی، واستدل بروایة الأکثر لمن یقول: یجزئ فی الرد أن یقع باللفظ الذی یبتدأ به، کما تقدم. قیل: ویکفی أیضا الرد بلفظ الإفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فیه مشروعیة الزیادة فی الرد علی الابتداء. و هو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحیة فی ذلک فی قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها أو ردوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن یزاد "وبرکاته"، فلو زاد "وبرکاته" فهل تشرع الزیادة فی الرد؟ و کذا لو زاد المبتدئ علی "وبرکاته"، هل یشرع له ذلک؟ أخرج مالک فی الموطأ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: انتهی السلام إلی البرکة.

وأخرج البیهقی فی الشعب من طریق عبد الله بن بابیه قال: جاء رجل إلی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته، فقال: حسبک إلی "وبرکاته". انتهی إلی وبرکاته. ومن طریق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: انتهی السلام إلی وبرکاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما الجواز، فأخرج مالک أیضا فی الموطأ عنه أنه زاد فی الجواب: "والغادیات والرائحات".

وأخرج البخاری فی الأدب المفرد، من طریق عمرو بن شعیب عن سالم مولی ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم قال: وکان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یزید إذا رد السلام، فأتیته مرة فقلت: السلام علیکم، فقال: السلام علیکم ورحمة الله. ثم أتیته فزدت و برکاته، فرد وزاد: وطیب صلواته. ومن طریق زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنه أنه کتب إلی معاویة رضی الله تعالیٰ عنه: السلام علیکم یا أمیر المؤمنین، ورحمة الله وبرکاته ومغفرته وطیب صلواته.

ونقل ابن دقیق العید عن أبی الولید بن رشد أنه یؤخذ من قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها﴾ الجواز فی الزیادة علی البرکة إذا انتهی إلیها المبتدئ. أخرج أبوداؤد والترمذی والنسائی بسند قوی =

"والأفضل: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا يزيد على هذا"۔ فتاوی عالمگیری: ۵/ ۳۲۰(۱)۔ "ولا يزيد الرد على "وبركاته"۔ درمختار: ۵/ ۲۶۰(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= عن عمران بن حصين رضي الله تعالیٰ عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه، وقال: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه، وقال: "عشرون". ثم جاء آخر فزاد: "وبركاته" فرد وقال: "ثلاثون". وأخرجه البخاري في الأدب المفرد من حديث أبي هريرة، وصححه ابن حبان وقال: "ثلاثون حسنةً". وكذا فيما قبلها صرح بالمعدود. وعند أبي نعيم في عمل اليوم والليلة من حديث علي رضي الله تعالیٰ عنه أنه هو الذي وقع له مع النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ذلك. وأخرج الطبراني من حديث سهل بن حنيف بسند ضعيف رفعه: "من قال: السلام عليكم، كتب له عشر حسنات. ومن زاد: ورحمة الله، كتبت له عشرون حسنةً. ومن زاد: وبركاته، كتبت له ثلاثون حسنةً".

وأخرج أبو داود من حديث سهل بن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه بسند ضعيف نحو حديث عمران، وزاد في آخره: ثم جاء آخر فزاد: ومغفرته، فقال: "أربعون". وقال: "هكذا تكون الفضائل". وأخرج ابن السني في كتابه بسند واهٍ من حديث أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: كان رجل يمر فيقول: السلام عليك يا رسول الله، فيقول له: "وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه". وأخرج البيهقي في الشعب بسند ضعيف أيضاً من حديث زيد بن أرقم رضي الله تعالیٰ عنه: كنا إذا سلم علينا النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، قلنا: وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته".

وهذه الأحاديث الضعيفة إذا انضمت قوي ما اجتمعت عليه من مشروعية الزيادة على "وبركاته". واتفق العلماء على أن الرد واجب على الكفاية". (فتح الباري: ۱۱/ ۴، كتاب الاستئذان، باب بدء السلام، دار المعرفة بيروت)

(۱) العبارة بتمامها: "والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد. ولا ينبغي أن يزاد على البركات شيء. قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لكل شيء =

= منتهى ومنتهى السلام البركات، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٢٥، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس، رشيديه)

(٢) العبارة بأسرها: "ولا يزيد الراد على "وبركاته". (الدر المختار). قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: ولا يزيد الراد على وبركاته) قال في التاتارخانية: والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا ينبغي أن يزاد على البركات شيء اهـ".

(رد المحتار: ٦/٤١٣، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ٢٧٣، كتاب الحظر والإباحة، مكتبه حقانيه پشاور)

ترجمۂ عربی عبارات

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، السلام علیکم کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا، وہ شخص بیٹھ گیا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دس نیکیاں"۔ پھر دوسرا شخص آیا، اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا، وہ شخص بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا: "بیس نیکیاں"۔ پھر ایک اور شخص آیا، اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا، وہ بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا: "تیس نیکیاں"۔ امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی معنی میں روایت کی ہے، اس میں اتنی زیادتی اور ہے، پھر ایک شخص آیا، اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" کہا، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چالیس نیکیاں"۔ اور ارشاد فرمایا: "اسی طرح فضیلتیں (ثواب میں زیادتی) ہوگی"۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اس کے بعد کچھ

=

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقت ضرورت برائے سلام یا جواب دست برداشتن روا ست، مثلاً: کسے را از دور سلام کند یا جواب دھد و آواز نتوان رسانید، یا کسے کہ را سلام کند یا جواب دھد و آن آواز نمی شنود، پس دریں صورت چوں بزبان سلام کند یا جواب دھد بدست نیز اشارہ کنند۔ وبے ضرورت چنیں نمودن چنانکہ طریقۂ ابنائے زمانہ است، مکروہ است، وبر اشارۂ دست اکتفاء نمودن در سلام یا جواب و بزبان نگفتن مکروہ است (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر اللہ عنہ۔

---

(۱) "وعن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لیس منا من تشبه بغیرنا، ولا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاریٰ، فإن تسلیم الیهود الإشارة بالأصابع، وتسلیم النصاریٰ الإشارة بالأکف" رواه الترمذي، وقال: إسناده ضعیف".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالیٰ: "وعن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لیس منا": أي من أهل طریقتنا ومراعي متابعتنا "من تشبه بغیرنا": أي من غیر أهل ملتنا "لا تشبهوا" بحذف إحدی التائین -: أي لا تتشبهوا بالیهود "ولا بالنصاریٰ" زید "لا" لزیادة التاکید، "فإن تسلیم الیهود الإشارة بالأصابع، وتسلیم النصاریٰ الإشارة بالأکف" -بفتح فضم جمع کف- والمعنی: لا تشبهوا بهم جمیعاً في جمیع أفعالهم خصوصاً في هاتین الخصلتین، ولعلهم کانوا یکتفون في السلام أو رده أو فیهما بالإشارتین من غیر نطق بلفظ السلام الذي هو سنة آدم وذریته من الأنبیاء والأولیاء.

کأنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کوشف له أن بعض أمته یفعلون ذلک، أو مثل ذلک من الانحناء أو مطأطأة الرأس، أو الاکتفاء بلفظ السلام فقط. ولقد رأیت في المسجد الحرام واحداً من المتصوفة الداخلة في سلک السالکین المرتاضین المتوکلین الزاهدین في الدنیا المکتفي بإزار ورداء طائل الدهر لازم الاعتکاف، لیس شيء عنده من أسباب الدنیا، وهو علی ذلک أکثر من أربعین سنة، ثم اختار السکوت المطلق في آخر العمر بحیث یکتفي في رد السلام بإشارة الرأس، مع أنه ما کان خالیاً عن نوع معرفة ودوام تلاوة وحسن خلق وسخاوة نفس، إلا أنه کان ما یری أنه یطوف. والله أعلم -

للحافظ فی الفتح (۱۱/۵)۔

= یتجوز ذلک احیاناً، و الاکثر علی برکاتہ اکثر". (التعلیق الممجد علی ھامش موطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، میر محمد کتب خانہ)

(۱) قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: "قولہ: "فقالوا السلام علیک و رحمۃ اللہ" کذا للأکثر فی البخاری هنا، و کذا للجمیع فی بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من رواية عبد الرزاق، ووقع هنا للكشميهني، فقالوا: وعليك السلام ورحمة الله، وعليها شرح الخطابي، واستدل برواية الأكثر لمن يقول يجزئ في الرد أن يقع باللفظ الذي يبتدأ به كما تقدم. قال: ويكفي أيضاً الرد بلفظ الإفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فيه مشروعية الزيادة في الرد على الابتداء، وهو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحية في ذلك في قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن يزاد "وبركاته"، فلو زاد "وبركاته" فهل تشرع الزيادة في الرد؟ وكذا لو زاد المبتدئ على "وبركاته" هل يشرع له ذلك؟ أخرج مالك في الموطأ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: انتهى السلام إلى البركة.

وأخرج البيهقي في الشعب من طريق عبد الله بن بابيه قال: جاء رجل إلى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: حسبك إلى "وبركاته"، انتهى إلى "وبركاته". ومن طريق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضي الله تعالى عنه: انتهى السلام إلى وبركاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الجواز، فأخرج مالك أيضاً في الموطأ عنه أنه زاد في الجواب: "والغاديات والرائحات".

وأخرج البخاري في الأدب المفرد من طريق عمرو بن شعيب عن سالم مولى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: وكان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يزيد إذا رد السلام، فأتيته مرة فقلت: السلام عليكم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله، ثم أتيته فزدت وبركاته، فرد وزاد: وطيب صلواته. ومن طريق زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه أنه كتب إلى معاوية رضي الله تعالى عنه: السلام عليكم يا أمير المؤمنين ورحمة الله وبركاته ومغفرته وطيب صلواته.

ونقل ابن دقيق العيد عن أبي الوليد بن رشد أنه يؤخذ من قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها﴾ الجواز في الزيادة على البركة إذا انتهى إليها المبتدئ. أخرج أبو داود والترمذي والنسائي بسند قوي —

سلام میں ہاتھ کا اشارہ

سوال[۹۱۲۸]: کسی کو "السلام علیکم" کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی بھی گنجائش ہے، اگرچہ ضرورت نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

بحالتِ اذان سلام کا حکم

سوال[۹۱۲۹]: اذان ہوتے وقت اگر کوئی سلام کرے تو جواب سلام دینا چاہیے یا نہیں، ایسے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے وقت سلام کا جواب دینا واجب نہیں، کیونکہ جوابِ اذان ذکر ہے اور ذکر ودعاء وتسبیح وغیرہ کی حالت میں اگر سلام کیا جائے تو اس کا جواب واجب نہیں ہوتا:

"وفي شرح الشرعة: صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد في بعض المواضع: القاضي إذا سلم عليه الخصمان، والأستاذ الفقيه إذا سلم عليه تلميذه أو غيره أوان الدرس، وسلام السائل والمشتغل بقراءة القرآن، والدعاء حال شغله، والجالسين في المسجد لتسبيح أو قراءة أو ذكر حال التذكير"(۲)۔

---

(۱)(تقدم تخریجه تحت عنوان: "سلام میں ہاتھ کا اشارہ")

(۲) (رد المحتار: ۱/۶۱۸، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ، وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التی لا یجب فیہا رد السلام، سعید)

"ویکرہ السلام عند قراءۃ القرآن جہراً، وکذا عند مذاکرۃ العلم، وعند الأذان والإقامۃ. والصحیح أنہ لا یرد فی ہذہ المواضع أیضاً، کذا فی الغیاثیۃ. ... حکی عن الشیخ الإمام الجلیل أبی بکر محمد بن الفضل البخاری أنہ کان یقول فیمن جلس لمذکر أی ذکر کان، فدخل علیہ داخل وسلم علیہ: وسعہ أن لا یرد، کذا فی المحیط". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۳۲۵، ۳۲۶، کتاب الکراہیۃ، =

لیکن جواب اذان سے فارغ ہوکر سلام کا جواب دینا مناسب ہے، کما حققہ الشیخ ابن عابدین

فی رد المحتار، ص: ۳۶۹ (۱)۔

اور جو شخص جواب اذان میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

نماز پڑھنے اور وضو کرنے والوں کو سلام کرنا

سوال [۹۱۳۰]: مسجد میں وضو سے پہلے یا بعد میں کچھ آدمی سنتیں نفلیں پڑھ رہے ہوں اور کوئی مسجد میں داخل ہو یا اپنی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے، ایسی حالت میں اس کو سلام بلند آواز سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۴، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۷۴، باب ما يفسد الصلاة، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۱۲، باب ما يفسد الصلاة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۳۹۵، باب ما يفسد الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "الظاهر أنه يمكن أن يجيب، ثم يرد السلام". (رد المحتار: ۱/۳۹۹، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في تكرار الجماعة، سعيد)

"إذا لم يرد السلام في الحال، هل يرد بعد الفراغ من الخطبة؟ على قول محمد رحمه الله تعالى يرد". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(۲) "المعنى إنما يجب رد السلام، وإن قلنا إنه لا ينال الإجابة، أو قلنا بعدم وجوبها: لأن السلام عليه في هذه الحالة غير مشروع كالسلام على القارئ والمؤذن، فلذا لم يجب رده، كما قدمناه". (رد المحتار: ۱/۴۰۰، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، سعيد)

۲ .... وضو خانہ مسجد سے ملحق ہے، کچھ آدمی وضو کر رہے ہیں، سو ایسی حالت میں تو وارد وضو کرنے والوں کو سلام کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ .... نماز پڑھنے والوں کو اگر سلام کرے تو ناجائز ہے(۱) اسی طرح جو شخص دعا، تسبیح، ذکر وغیرہ میں مشغول ہے اسے سلام کرنا بھی منع ہے(۲)۔ ہاں! کوئی شخص فارغ ہو تو اس کو سلام کرنا درست ہے، مسجد میں بھی، باہر بھی۔

۲ .... وضو کرنے والے کو سلام کرنا درست ہے جب کہ وہ دعا نہ پڑھ رہا ہو(۳) ورنہ

---

(۱) (سابقہ تخریجہ تحت عنوان "نمازی کو سلام"..)

(۲) قال العلامة الحصکفي رحمه الله تعالیٰ:

"سلامک مکروه علی من ستسمع ومن بعد ما أبدي يسن ويشرع
مصل وتال ذاکر ومحدث خطیب ومن يصغي إليهم ويسمع

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: ذاکر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذکر الله تعالیٰ، ويذکر الناس به، والظاهر أنه أعم، فيکره السلام علی مشتغل بذکر الله تعالیٰ بأي وجه کان". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يکره فيها، مطلب المواضع التي يکره فيها السلام: ۶۱۶/۱، سعید)

(۳) وضو کے دوران بعض غیر منقول دعائیں فقہائے کرام نے ذکر کی ہیں، لیکن دوران وضو بعض دعائیں منقول بھی ہیں:

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالیٰ عنه، قال: کنا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وعلیٰ آله وسلم خدام ..... فأدرکت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يخطب الناس، فسمعته يقول: "ما منکم من أحد يتوضأ، فيحسن الوضوء، ثم يقوم، فيرکع رکعتين يقبل عليهما بقلبه ووجهه إلا فقد أوجب". فقلت: بخ بخ ما أجود هذه! فقال رجل بين يدي التي قبلها: يا عقبة أجود منها، فنظرت، فإذا هو عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه، فقلت: ما هي يا أبا حفص؟! قال: إنه قال آنفاً قبل أن تجيء: "ما منکم من أحد يتوضأ، فيحسن الوضوء، ثم يقول حين يفرغ من وضوئه: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء". (سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا توضأ: ۲۳/۱، مکتبه امدادیه ملتان)

"وعن عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم:

قرار دیا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ربیع الاول/۵۵ھ۔

نمازی کو سلام

سوال [۹۱۳۱]: اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور آنے والا اسے سلام کرے تو اس کو زبان یا اشارہ سے جواب دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص نماز میں مشغول ہو تو اس کو سلام نہ کیا جائے کہ یہ مکروہ ہے(۲)، اگر کسی نے ناواقفیت سے

---

(۱) "من توضأ فأحسن الوضوء، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، فتحت له ثمانية أبواب من الجنة من أيها شاء". (الجامع للترمذي، كتاب الطهارة، باب مايقال بعد الوضوء: ۱/۱۸، سعيد)

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ما من عبد يقول حين يتوضأ: بسم الله، ثم يقول لكل عضو: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، ثم يقول حين يفرغ: اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، إلا فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء الخ". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير: ۱/۱۲۷، سعيد)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:

"سلامك مكروه على من ستسمع ... ومن بعد ما أبدي يسن ويشرع
مصل وتال ذاكر ومحدث ... خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع"

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذكر الله تعالى ويذكر الناس به، والظاهر أنه أعم، فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالى بأي وجه كان". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام: ۱/۶۱۷، سعيد)

(۳) وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ....

سلام کرلیں تو وہ جواب نہ دے نہ زبان سے نہ اشارہ سے (۱)، شامی میں اس کی تصریح موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

= "سلامك مكروه على من ستسمع　　　ومن بعد ما أبدي يسن ويشرع

مصل وتال ذاكر ومحدث　　　خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع"

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: سلامك مكروه) ظاهره التحريم، وسيجيء التصريح بالإثم في بعضها. (قوله: ومن بعد ما أبدي الخ) فعل مضارع رباعي: أي أظهر، والمعنى: وغير الذي أذكره هنا يسن، ولا يناقضه قوله "والزيادة تنفع"؛ لأنه من كلام صاحب النهر، كما ستعرفه، فافهم". (رد المحتار: ۱/[illegible]، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي يكره فيها السلام، سعيد)

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: كنا نسلم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو في الصلاة قبل أن نأتي أرض الحبشة، فيرد علينا، فلما رجعنا من أرض الحبشة، أتيته فوجدته يصلي، فسلمت عليه، فلم يرد علي حتى إذا قضى صلوته، قال: "إن الله يحدث من أمره ما يشاء، وإن مما أحدث أن لا تكلموا في الصلاة". فرد علي السلام، وقال: "إنما الصلاة لقراءة القرآن وذكر الله، فإذا كنت فيها فليكن ذلك شأنك". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، ص: ۹۱، كتاب الصلوة، باب ما لا يجوز من العمل في الصلاة وما لا يباح، الفصل الثاني، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس ۵/۳۲۶، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في السلام: ۶/۳۵۴، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وردّ السلام ولو سهواً بلسانه لا بيده، بل يكره على المعتمد". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: لا بيده): أي لا يفسد ردّ السلام بيده، خلافاً لمن عزا إلى أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه مفسد، فإنه لم يعرف نقله من أحد من أهل المذهب، وإنما يذكرون عدم الفساد بلا حكاية خلاف، بل صريح كلام الطحاوي أنه قول أئمتنا الثلاثة، وكأن هذا القائل فهم من قولهم: (ولا يرده بالإشارة) أنه مفسد، كذا في الحلية لابن أمير حاج –

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال[illegible]: مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے یا نہیں، جب کہ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، کچھ وظائف میں، کچھ لوگ یونہی بیٹھے ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں ان کو سلام کرنا مستحب نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الحلبي واستدرك في البحر على قوله: (فإنه لم يعرف، الخ) بأن نقله صاحب المحيط وهو من أهل المذهب المتأخرين.

ومع هذا فالحق أن الفساد ليس ثابتاً في المذهب، وإنما استنبطه بعض المشايخ مما في الظهيرية وغيرها من أنه لو صافح بنية التسليم فسدت. قال: فعلى هذا تفسد أيضاً إذا رد بالإشارة. ويدل لعدم الفساد أنه عليه السلام فعله، كما رواه أبو داود، وصححه الترمذي. وصرح في المنية بأنه مكروه أي تنزيهاً، وفعله عليه السلام لتعليم الجواز، فلا يوصف فعله بالكراهة، كما حققه في الحلية. اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۱۹، كتاب الصلوة، مطلب: الفرق بين السهو والنسيان، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله تعالى: "(قوله: كما حققه في الحلية) لكن قال الزيلعي: ولا يرد بالإشارة، لأنه عليه السلام لم يرد بها على ابن مسعود ولا جابر رضي الله تعالى عنهما، وما روي من قول صهيب: "سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلي فرد بالإشارة" يحتمل أنه كان نهياً عن السلام، أو كان حالة التشهد وهو يشير بإصبعه، اهـ".

ونقل المقدسي بعد ذكر حاصل ما في شرح المنية: أقول: ما ذكره الشارح يرد عليه أن الرد مشترك يراد به عدم القبول، ولعله المراد من فعله عليه السلام، فكأنه يرد عليهم سلامهم ويعلمهم أنه في الصلاة، ويراد به المكافأة، وليس بمراد. وبهذا التوفيق يستغنى عن التطويل والتعسف وجعله مكروهاً تنزيهاً مع وروده عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (تقريرات الرافعي على رد المحتار: ۱/۸۱، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، سعيد)

(۱) وسبق تخريجه تحت عنوان "نمازیوں اور ذکر میں مشغول لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا" فليراجع، ص: ، رقم الحاشية: ( )

خالی مسجد میں سلام کرنے کا حکم

سوال [۹۱۳۴]: ۱...... اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

نمازیوں، ذاکرین، منتظرین نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا

سوال [۹۱۳۴]: ۲...... بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہیں اور آنے والا سلام کرتا ہے، یا کچھ لوگ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

۳۔ یہی صورت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کرکے چلا جاتا ہے، حالانکہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا صورتوں میں سلام کرنے والا اس قدر بلند آواز سے سلام کرتا ہے کہ حاضرین میں سے ہر شخص بآسانی سن لیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہیے "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے (۱) نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

---

(۱) "ولو دخل ولم یر أحداً یقول: "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین". (الدر المختار)

قال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وعلی عباد الله الصالحین) فیکون مسلّماً علی الملائكة الذين معه، ومن لحق الجن والحاضرین وغیرهم، وقالوا: إن الجن مكلفون بما كلّفنا به. ومقتضاه أنه يجب عليهم الرد، ولا يخرجون عنه إلا بالإسماع، ولم أر حكمه، وقد يقال: إنهم أمروا بالاستتار عن أعين الإنس؛ لعدم الأنس والمجانسة، ورده ظاهراً من قبيل الإعلان، فتدبر". (رد المحتار: ۶/۴۱۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/۲۰۷، كتاب الحظر والإباحة، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

۲۔ یہ مکروہ ہے اور گنہگار ہیں یہ مسئلہ موجود ہے (۱)۔

۳۔ یہ بھی مکروہ ہے، کذا فی رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) (وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۳/۲۸۹، قديمي)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:

سلامك مكروه على من ستسمع　　　ومن بعد ما أبدي يسن ويشرع

مصل وتال ذاكر ومحدث　　　خطيب ومن يصغي إليهم ويسمع"

(الدر المختار)

قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: سلامك مكروه) ظاهره التحريم، وسيجيء التصريح بالإثم في بعضها. (قوله: ومن بعد ما أبدي الخ) فعل مضارع رباعي، أي أظهر من كلام صاحب النهر كما ستعرفه، فافهم. (قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذكر الله تعالى ويذكر الناس به، والظاهر أنه أعم فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالى بأي وجه كان، رحمتي". (رد المحتار: ۶/۴۱۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"السلام تحية الزائرين، والذين جلسوا في المسجد للقراءة والتسبيح أو لانتظار الصلاة ما جلسوا فيه لدخول الزائرين عليهم، فليس هذا أوان السلام، فلا يسلم عليهم، ولهذا قالوا: لو سلم عليهم الداخل، وسعهم أن لا يجيبوه، كذا في القنية. (لا يسلم عند الخطبة يوم الجمعة والعيدين واشتغالهم بالصلاة، ليس فيهم أحد إلا يصلي، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، ۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۹/۳۵۳، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيدية)

واضح رہے کہ کراہت کا حکم اس وقت ہے جب سارے لوگ قرأت میں مشغول ہوں، اگر کچھ نماز میں مشغول ہوں اور کچھ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو سلام کرے یا نہ کرے، دونوں کا اختیار ہے:

"وإن دخل مسجداً وبعض القوم في الصلاة وبعضهم لم يكونوا فيها، يسلم، وإن لم يسلم لم يكن تاركاً للسنة. اهـ". (رد المحتار: ۶/۴۱۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۲) مر تخريجه في الحاشية المتقدمة

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر اس کو قطرہ نہیں آرہا ہے محض احتیاطاً کھڑا ہے تو جواب دے دے، ورنہ نہیں (۱)۔

۲... جب کہ قضائے حاجت میں مشغول ہو (۲)۔

۳... فتاویٰ رشیدیہ کا حاصل جوابات کی شق اول مراد ہے یعنی جب کہ محض احتیاطاً کھڑا ہو:

"سلامك مكروه ... ومن هو في حال التغوط أشنع" اھ. درمختار، قال الشامي:

"مراده ما يعم البول" اھ" ردالمحتار: ۱/۶۱۵ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۰ھ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۸۲، رقم الحاشية: ۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جائز لکھا ہے:

سوال: "استنجا کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہیے یا نہیں، حدیث شریف میں تو "إذا يبول" کا لفظ آیا ہے پھر لوگ استنجا کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ یہ ان کی غلطی ہے یا کچھ اصل بھی ہے؟ نیز وہ کیا حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتی اور سلام کا جواب دیتی تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناپاکی مانع تحیت نہیں؟

جواب: في الدر المختار، أول باب مكروهات الصلوة: "سلامك مكروه على من ستسمع ... فيها ختام والزيادة تنفع" ان ابیات میں مواقع کراہیت سلام کو شمار کیا ہے مگر اس میں یہ صورت مذکور نہیں، البتہ اصل سے اور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوئی، پس ظاہراً یہ [illegible] ہے۔ والله تعالى أعلم وعلمه أتم". (إمداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، جواب سلام بہ تشمیت یا استنجا کے وقت سلام: ۴/۲۹۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) "رد السلام واجب، إلا على من في الصلوة ... أو في قضاء حاجة الإنسان". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۱۸، سعيد)

(۳) (الدر المختار: ۱/۶۱۷، سعيد)

"ولا يسلم على الذي يتغنى، والذي يبول، والذي يطير الحمام ... رجل سلم على من كان في الخلاء يتغوط ويبول، لا ينبغي له أن يسلم عليه في هذه الحالة، فإن سلم عليه، قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: يرد عليه السلام بقلبه لا بلسانه، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا يرد عليه لا بالقلب ولا باللسان ولا بعد الفراغ أيضاً، وقال محمد رحمه الله: يرد عليه السلام بعد الفراغ من الحاجة" =

گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام

سوال [۹۱۳۸]: ایک آدمی گھٹنے کھولے بیٹھا ہے، دوسرا اس کے پاس آتا ہے، آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے یا نہ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک گھٹنا عورت ہے، اور کاشف عورت کو سلام کرنا مکروہ لکھا ہے: "ودع كاشف ركبته ومكشوف عورة ومن هو في حال التغوط أشنع اهـ". در مختار: ۱/۶۱۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال [۹۱۳۹]: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیکم سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا۔ ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں۔ ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل

---

(۱) الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في السلام: ۵/۳۲۶، رشيدية)

(۲) الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۱۷، سعيد)

قال الشامي رحمه الله تعالى العبارة المذكورة: "(قوله: ومكشوف عورة) ظاهره ولو الكشف لضرورة" (رد المحتار: ۱/۶۱۷، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي يكره السلام، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۵، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيدية)

آواز سے سنائی دے رہی ہو کوئی پکارتا نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۹ھ۔

سلام غائب کا جواب

سوال [۱۰۱۲۰]: اگر کوئی شخص کسی کا سلام پیش کرے تو جواب کس طرح دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علیہ وعلیکم السلام (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ظاہر ہے کہ یہ آلہ سائنس کی نئی ایجاد ہے، اس کا حکم صریح الفاظ میں کتب فقہ یا نصوص کتاب وسنت میں نہیں ہو سکتا، قواعد واصول اور امثال ونظائر ہی سے اس کا حکم دریافت کیا جا سکتا ہے، فقہائے کرام کے کلام میں اس کی ایک نظیر یہ مذکور ہے کہ صوت صدیٰ یعنی آواز بازگشت جو کسی گنبد یا کنوئیں میں سنی جاتی ہے، یہ آواز چونکہ متکلم کی اصلی آواز نہیں، بلکہ اس کا عکس ہے، جو ایک غیر جاندار وغیر ذی شعور چیز کے ذریعہ انسان تک پہنچا ہے، اس لئے فقہاء نے اس کو تلاوت قرار نہیں دیا، اور وجوب سجدہ کے لئے تلاوت کا ہونا شرط ہے، اس لئے بازگشت کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب نہیں"۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام، باب ریڈیو پر تلاوت قرآن، عنوان: ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۹۳، ادارۃ المعارف کراچی)

(۲) "وعن غالب رحمه الله تعالى قال: إنا لجلوس بباب الحسن البصري رحمه الله تعالى إذ جاء رجل فقال: حدثني أبي عن جدي، قال: بعثني أبي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ائته فاقرأه السلام. قال: فأتيته فقلت: أبي يقرئك السلام، فقال: "عليك وعلى أبيك السلام". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۹۹، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

"وفي الحصن: وإذا بلغ سلاماً، فليقل: وعليه السلام ورحمة الله وبركاته". رواه الجماعة عن عائشة رضي الله تعالى عنها مرفوعاً. أو "وعليك وعليه السلام". رواه النسائي عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً". (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۶۹، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، رشيدية)

"أن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً: "يا عائش هذا جبرئيل يقرئك السلام". فقلت: وعليه السلام ورحمة الله وبركاته، ترى ما لا أرى. تريد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحيح البخاري: ۱/۵۳۲، كتاب المناقب، باب فضل عائشة رضي الله تعالى عنها، قديمي)

بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا

سوال[۱۰۱۴۱]: زید نے اپنی بیوی کو "السلام علیکم" کہا یا خط لکھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو سلام کرنا اور خط میں لکھنا بالکل درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں، بلکہ شوہر جب مکان میں آوے تو وہ خود سلام کرے، اس کا انتظار نہ کرے کہ بیوی سلام کرے گی تو جواب دوں گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

= قال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ولو قال لآخر: اقرأ فلاناً السلام، یجب علیہ ذلک".

(الدرالمختار) وقال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وقال أیضاً: ویستحب أن یرد علی المبلغ أیضاً، فیقول: وعلیک وعلیہ السلام اھ. ومثلہ فی شرح تحفۃ القرآن للمصنف وزاد: وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: یجب. اھ. لکن قال فی التاتارخانیۃ: ذکر محمد حدیثاً یدل علی أن من بلغ إنسانا سلاماً عن غائب، کان علیہ أن یرد الجواب علی المبلغ أولاً ثم علی ذلک الغائب. اھ. وظاہرہ الوجوب. تأمل". (رد المحتار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، سعید)

(وکذا فی الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۵/۱۳۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) لقولہ تعالیٰ: ﴿فإذا دخلتم بیوتاً فسلموا﴾ الآیۃ (سورۃ النور: ۶۱)

"وقال الزہری: إذا دخلت بیتک، فسلم علی أہلک، فہم أحق من سلمت علیہ" (أحکام القرآن للجصاص: ۳/۳۸۹، قدیمی)

"وعن قتادۃ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "إذا دخلتم بیتاً فسلموا علی أہلہ".

"وعن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "یا بنی! إذا دخلت علی أہلک، فسلم، یکون برکۃ علیک وعلی أہل بیتک". رواہ الترمذی.

"وعن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر علی نسوۃ، فسلم علیہن. رواہ أحمد" (مشکوۃ المصابیح: ۳۹۹، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

"الرجل مع المرأۃ إذا التقیا، سلم الرجل أولاً. کذا فی فتاوی قاضی خان". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۳۲۶، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع فی السلام، رشیدیہ) =

امرد کا کسی کو سلام کرنا

سوال[۹۱۴۲]: ۱..... امرد ہر ایک سے سلام کر سکتا ہے یا نہیں؟

امرد کے سلام کا جواب بحالتِ شہوت

سوال[۹۱۴۳]: ۲..... امرد کے سلام کا جواب دینا بحالتِ شہوت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... کر سکتا ہے، اگر فتنہ نہ ہو (۱)۔

۲... ایسی حالت میں اس کا جواب نہ دے، فعلِ بد تو آخری درجہ ہے، بسا اوقات نظر اس کا سبب بن جاتی ہے۔ نیت اگر دیکھنے ہی تک محدود ہے، یعنی اس کی شہوت دیکھنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے تو یہ بھی درست نہیں، بلکہ بعض اربابِ تحقیق نے ایسی نظر کو اشد واقبح قرار دیا ہے، کیونکہ جتنا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

دو شخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟

سوال[۹۱۴۴]: بسا اوقات دو مسلمانوں کی ملاقات ہوتی ہے اور دونوں یک وقت "السلام

= (وكذا في فتاوى قاضي خان: ۳/۴۲۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم، رشيدية)

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى:

"رد السلام واجب إلا على ... من في الصلوة أو بأكل شغلا
أو مسلم الطفل أو السكران ... أو شابة يخشى بها افتتان"

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام: ۱/۶۱۸، سعيد)

(۲) "وإن كان صبيحاً، فحكمه حكم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه، لا يحل النظر إليه عن شهوة ...... وفيه إشارة إلى أنه لو علم منه الشهوة أو ظن أو شك حرم النظر، كما في المحيط وغيره، اهـ".

(رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۵، سعيد)

علیکم" کہہ دیتے ہیں تو اس صورت میں جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"إذا التقيا فأيهما استبق، فإن سلما معاً يرد كل واحد". عالمگیری (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جواب دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۹۲ھ۔

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا

سوال [۹۱۲۵]: نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

آداب عرض وغیرہ

سوال [۹۱۲۶]: "آداب عرض ہے" اور اسی جیسے دوسرے لفظوں سے مصافحۃً مثلاً کسی ڈاکٹر، منیجر یا امیر سے اس کے گھر پر خلقی وجہ تہذیباً بچنے کے لئے یا جان پہچان ہونے کی وجہ سے یا ایسے ہی کسی اور وجہ سے غیر مسلم سے سلام کے بجائے ان لفظوں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۴۱۶/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

حاصل جواب یہ ہے کہ دونوں سلام کرنے والوں پر ایک دوسرے کا جواب دینا لازم اور ضروری ہے۔

(۲) "عن بلال بن يحيى بن طلحة بن عبيد الله، عن أبيه، عن جده رضي الله تعالى عنه، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا رأى الهلال، قال: "اللهم أهلّه علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام ربي وربك الله تعالى" (عمل اليوم والليلة، باب ما يقول إذا رأى الهلال، ص: ۱۹۶، مكتبة الشيخ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

ناراضگی کی وجہ سے ترکِ سلام کی مدت

سوال [۸۹۱۴]: زید اور عمر دونوں کا رہنا سہنا ایک ساتھ تھا، جمعہ کسی بات پر دونوں لڑ گئے اور زید نے عمر سے یہ کہہ دیا کہ تیرا آج سے مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اب تم میری کوئی چیز استعمال کرنا اور نہ میں تمہاری کوئی چیز استعمال کروں گا، لیکن ناراضگی کو تین دن گزرنے نہیں پائے تھے کہ عمر نے زید سے سلام کر لیا، مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب شرعاً گناہ کس پر ہے؟ کیا عمر زید سے سلام کرتا رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلق رکھنے میں اگر فتنہ ہو تو زیادہ میل جول نہ رکھا جائے، مگر سلام نہ ترک کیا جائے(۲)۔ اگر ایک

---

(۱) "فمن تمكن من دفع الظلم عن نفسه، لملك غيره". (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب العشر، مطلب: هل يجب العشر على المزارعين في الأراضي السلطانية: ۲/۳۳۴، سعيد)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۷، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك. . . . وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه . . . اهـ.

والمعنى: أفضلهما في طريق الأخلاق وحسن المعاشرة "الذي يبدأ بالسلام": أي ثم الذي يرده. وفيه إيماء إلى أن من لم يرده ليس فيه خير أصلاً، فيجوز هجرانه بل يجب؛ لأنه بترك رد السلام صار فاسقاً، وإنما يكون البادئ خيرهما؛ لدلالة فعله على أنه أقرب إلى التواضع وأنسب إلى =

ان میں سے سلام کرتا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا، دوسرا اگر جواب نہیں دے گا تو وہ ذمہ دار رہے گا(۱)۔ تاہم وہ منع کر دے کہ مجھے سلام مت کرو، تمہارے سلام سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو پھر سلام نہ کرے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۳ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= الصفاء وحسن الخلق، وللإشعار بأنه معترف بالتقصير". (مرقاة المفاتيح: ۸/۷۰۹، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، رشيدية)

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة، فإذا لقيه سلّم عليه ثلاث مرات كل ذلك لا يرد عليه، فقد باء بإثمه" رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۹، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثاني، قديمي)

الفصل الثانی فی سلام الکافر والفاسق وردّہ علیہما

(کافر اور فاسق کے سلام اور اس کے جواب کا بیان)

کافر کا سلام

سوال[۸۲۰۱۰]: اگر مجھ سے ایک کافر کہے کہ تو "نمستے" کہہ دینا(۱)یا "جے رام جی" کہہ دینا(۲) تو مجھے کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کو "سلام" کہنا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غیر مسلم اور فاسق کو سلام

سوال[۹۹۲۰۱]: غیر مسلم کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ان کے مجمع سے گزر ہو تو ان کو سلام کیا جائے یا نہیں؟

---

(۱) "نمستے: بندگی، آداب، تسلیم"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "جے رام: مجرے کے ایک (کلمۂ تعظیم) کا نام ہے"۔ (لغات سعیدی، (الجیم مع الیاء)، ص: ۲۳۲، سعید)

"رام: فرمانبردار، محکوم، ہر شئ میں بسنے والا، ایشور کا نام، ہندوؤں کا اوتار، ایک ہندو راجہ کا نام جس کو ہندو لوگ اوتار جانتے ہیں"۔ (لغات سعیدی، حرف الراء، ص: ۳۳۸، سعید)

(۳) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إذا لقی أحدکم أخاہ فلیسلّم علیہ".

"عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رعنہم أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لیس منا من تشبہ بغیرنا، لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصاریٰ". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۹۹، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

"آداب، عرض، نمستے" کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال[۱۱۵۰]: ۲... آداب، عرض، نمستے (۱) وغیرہ جو کلمات ان کی طرف سے بطورِ سلام استعمال ہے ان کا جواب کیسے دیا جائے؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ

سوال[۱۱۵۱]: ۳... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کن کلمات سے کفار کو سلام کرتے اور کیسے جواب دیتے تھے؟

کفار کو "السلام علیکم" کے ساتھ سلام کا حکم

سوال[۱۱۵۲]: ۴... کفار کو "السلام علیکم" کے ساتھ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فساق وفجار کو ابتداءً سلام کا حکم

سوال[۱۱۵۳]: ۵... فساق وفجار کا کیا حکم ہے، ان میں ابتدا بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ کیا جاوے تو بداخلاقی وتکبر ہے، اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کلمات ان کے یہاں بطورِ سلام مستعمل ہوتے ہیں ان کو نہ ابتداءً کہے نہ جواباً، وقتِ ضرورت ان کو "السلام علی من اتبع الهدیٰ" سے خطاب کرنا درست اور ثابت ہے (۲)۔ اگر وہ "السلام علیکم"

---

(۱) "نمستے: ہندی، آداب، تعظیم" (فیروز اللغات، ص: ۱۳۴۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) "أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره أن أبا سفيان بن حرب رضي الله تعالى عنه أخبره أن هرقل أرسل إليه في ركب من قريش ... "بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم، سلامٌ على من اتبع الهدى". (صحيح البخاري: ۱/۴، باب بدء الوحي، قديمي)

"إذا سلّم على أهل الذمة فليقل: السلام على من اتبع الهدى. وكذلك يكتب في الكتاب إليهم. اهـ. وفي التاتارخانية: إذا كتبت إلى يهودي أو نصراني في حاجة، فاكتب: السلام على من اتبع الهدى. اهـ". (رد المحتار: ۶/۴۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کہیں تو جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا جاوے(۱)۔

۲..... اگر دوسرے کلمات "تحیّے" وغیرہ کہیں تو جواب میں "هداك الله" اور "سلامت" کہہ دیا جاوے، فقط "سلام" کہہ دینا بھی درست ہے(۲)۔

جب مجمع مخلوط ہو تو "السلام علیکم" کہنا چاہئے اور نیت ان کی ہو جو اس کے اہل ہیں، اگر خاص ان کا ہو تو "السلام علی من اتبع الهدی" کہے:

"أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم وقال بعضهم: لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مر على قوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". فتاوی عالمگیری: ۱۹۶/۵(۳)۔

وفي البخاري، ص: ۹۲۴: "باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا سلّم عليكم أهل الكتاب، فقولوا: وعليكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الأول، ص: ۳۹۸، قديمي)

"قال النووي: اتفقوا على الرد على أهل الكتاب إذا سلموا، لكن لا يقال لهم: "وعليكم السلام" بمعنى ولا "عليكم السلام" ولا "عليك السلام" بقرينة قوله، وأما إذا كان منفرداً فلا بأس بصيغة الجمع لإيهامه التعظيم، وإن كان المعنى عليكم ما تستحقونه من إرادة التعظيم" (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۲۱، باب السلام، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲۱۳/۲، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب، قديمي)

(۲) كما مر في الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

کے لئے بھی آمادہ ہوتے ہیں، بغض اور دشمنی سے محفوظ رہتا ہے اور اپنی جدائی بھی پیدا نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال [۱۱۵۳]: بستی کے بعض اہلِ ہنود بوقتِ ملاقات کہتے ہیں "نمستے"۔ کسی کو "رام رام" کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا جواب دینا چاہئے؟ حافظ شیرازی کے اس شعر کا کیا مطلب ہے:

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام

کیا حافظ شیرازی "رام رام" کا جواب "رام رام" سے دینے کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواب میں "ہداک اللہ" کہا جائے (۲)۔ یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے، اللہ جانے کس کا ہے، یہ

---

(۱) "ويسلم المسلم على أهل الذمة لو له حاجة إليه، وإلا كره، هو الصحيح". (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: لو له حاجة إليه) أي إلى الذمي المفهوم من المقام. قال في التاتارخانية: لأن النهي عن السلام لتوقيره، ولا توقير إذا كان السلام لحاجة". (رد المحتار: ۶/۴۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: وعليكم". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۵، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيديه)

"واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام. كذا في التمرتاشي. ولو كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونة يزيدون الفواحش يعذر في هذه المسالمة ظاهراً. كذا في القنية في المتفرقات". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

(۲) "ولو سلم يهودي أو نصراني أو مجوسي على مسلم، فلا بأس بالرد، ولكن لا يزيد على قوله =

کوئی ایسی شرعی نص نہیں ہے کہ "رام رام" کے جواب پر استدلال کیا جا سکتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال [۵۱۰۹]: کیا کسی ہندو کو "رام رام" کہنے و بولنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے یا جیسے "رام" کرنے سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلامی شعار "السلام علیکم" ہے، غیر اسلامی شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے، پھر "رام رام" وغیرہ کا شعار ہو تو ان کو اختیار کرنا معصیت ہے، اگر مذہبی شعار ہو تو کفر تک نوبت پہنچ جانے کا خطرہ ہے، اس لئے جواب میں "ہداک اللہ للإسلام" کہہ دیا جائے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۰ھ۔

= وعلیک، کما فی الخانیة" (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۲/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۱) "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۳۷۵/۲، قديمي)

"قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في التشبه ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثاني، حقانية بشاور)

وقال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات والإرادات، وأمور خارجية من أقوال وأفعال، قد تكون عبادات، وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة، وقد بعث الله المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم بالحكمة التي هي سنته، وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له، فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم -

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال[۹۰۵۰]: اگر کوئی غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعلیکم، یا "ھداک اللہ الإسلام"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

سلامِ کافر کا جواب

سوال[۹۰۵۱]: اگر ایک کافر زید کے ذریعہ بکر کو سلام کہلائے تو بکر جواب میں کیا کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یوں کہے "وعلیکم السلام، وھداک اللہ الإسلام"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= والنصارى، فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور، منها: أن المشاركة في الهدي تؤثر تناسباً وتشاكلاً بين المتشابهين، تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس ...... اهـ". (فيض القدير: ۱۱/۵۸۴۳، ۵۸۴۳، (رقم الحديث: ۹۵۲۳)، مكتبة المكرمة رياض)

(۱) (راجع للتخريج المسئلة الآتية)

(۲) "أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه، قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لا يسلم عليهم، وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

"باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين ...... وفيه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ركب حماراً عليه إكاف تحته قطيفة فدكية، وأردف أسامة بن زيد، وهو يعود سعد =

أيضاً

سوال [۹۱۵۵]: اگر کافر مسلمان کو "رام رام جی" کہے، اور مسلمان ہاتھ اٹھا دے، یا "آداب" کہہ دے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گنجائش ہے، بہتر یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا دے، یا "آداب" کہہ دے، بہتر یہ ہے کہ "ھداک اللہ" یا "سلام" کہے(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

شیعوں کے سلام کا جواب

سوال [۹۱۵۶]: شیعہ وغیرہ اگر اہل السنت والجماعت کو "السلام علیکم" کریں تو جواب میں "وعلیکم السلام" کہنا چاہیے یا نہیں؟

د بن عبادة في بني الحارث بن الخزرج، وذلك قبل وقعة بدر، حتى مر في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين عبدة الأوثان واليهود، وفيهم عبد الله بن أبي بن سلول، وفي المجلس عبد الله بن رواحة. فلما غشيت المجلس عجاجة الدابة خمر عبد الله بن أبي أنفه بردائه، ثم قال: لا تغبروا علينا، فسلم عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم وقف فنزل فدعاهم إلى الله ... الخ".

(صحيح البخاري: ۲/۹۲۳، كتاب الاستئذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(ومشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

"قال النووي: إذا مر بمجلس فيه مسلم وكافر أن يسلم بلفظ التعميم ويقصد به المسلم. قال ابن العربي: ومثله إذا مر بمجلس يجمع أهل السنة والبدعة، أو بمجلس فيه عدول وظلمة، أو بمجلس فيه محب ومبغض. واستدل النووي على ذلك بحديث الباب". (فتح الباري: ۱۱/۴۷، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۲۳، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

ایضاً

سوال[۹۱۲۰]: ۲..... جو شیعہ اپنی زبان سے یہ کہے کہ بزرگوں پر تبرا نہیں کرتا، اس کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام" کہہ دے تو حرج نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جو شیعہ فاسق ہیں کافر نہیں ہیں، ان کے سلام کا جواب شریعت کے موافق "وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ" دینا چاہئے۔ اور جو شیعہ کافر ہیں ان کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہہ دینا چاہئے(۱)۔

۲..... جو شیعہ صحابہ یا دیگر اکابر پر سب وشتم نہیں کرتے، اور بھی کفریات نہیں کرتے تو ان کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ" کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۵۶ھ۔

قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت

سوال[۹۱۲۱]: اگر کوئی قادیانی سلام کرے تو جواب دیا جائے گا یا نہیں، یا از خود ان کو سلام کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر وہ دعوت دے تو شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کو اپنی کسی دعوت میں بلا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "واختلف فی السلام علی الفساق، فی الأصح أنه لا یبدأ بالسلام، كذا فی التمرتاشی. ولو كان له جیران سفهاء إن سالمهم یركون الشر حیاءً منه، وإن أظهر خشونته یزیدون الفواحش یعلم فی هذه المسألة ظاهراً، كذا فی القنیة فی المتفرقات". (الفتاوی العالمكیریة: ۳۲۶/۵، كتاب الكراهیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "غیر مسلم اور فاسق کو سلام")

الجواب حامداً ومصلیاً:

قادیانی نے نصوصِ قطعیہ کے خلاف اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس لئے وہ اسلام سے خارج ومرتد ہیں۔ جو مسلمان قادیانی مذہب اختیار کرلے اس کا بھی یہی حکم ہے، ان کو سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا اور ان کی دعوت قبول کرنا اور ان کی دعوت کرنا جائز نہیں۔ تمام کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

قادیانی وشیعہ کو سلام اور جواب

سوال[۱۱۶۲]: شیعہ جو رافضی کہلاتے ہیں، یا مرزا قادیانی لوگوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا شرع شریف میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے، اگر یہ لوگ سلام کریں تو جواب میں فقط "وعلیکم" کہہ دیا جائے(۲)۔ فقط

---

(۱) "واعلم أن تصرفات المرتد علی أربعة أقسام ... وباطل منه اتفاقاً ما یعتمد الملة وهی خمس: النکاح والذبیحة والصید والشهادة والإرث، الخ". (الدر المختار)

"أی ما یکون الاعتماد فی صحته علی کون فاعله معتقداً ملة من الملل، أی والمرتد لا ملة له أصلاً لأنه لا یقر علی ما انتقل إلیه. ولیس المراد ملة سماویة، فلا یرد النکاح لمجوسی والوثنی صحیح ولا ملة لهما سماویة، بل المراد الأعم". (رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۴/۲۴۹، سعید)

(۲) "عن أنس رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "إذا سلم علیکم أهل الکتاب، فقولوا: وعلیکم". متفق علیه". (مشکوٰة المصابیح: ۲/۳۹۸، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار: ۶/۴۱۳،۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

"ھداک اللہ" کہہ دینا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۵۵ھ۔

فرقۂ خاکساری کے ساتھ سلام وطعام

سوال [۴۹۹۹]: ایک شخص کے عقائد ہیں کہ خاکسار کافر ہیں، مگر یہاں کا فردوں کے ساتھ سلام وکھانا کھاتا ہے۔ تو کیا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں اور قابلِ معاملات دنیاوی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عنایت اللہ مشرقی بانی خاکسار نے اپنی تحریرات "تذکرہ" "قولِ فیصل" وغیرہ میں عقائدِ اسلام کا استہزاء کیا ہے اور سخت ترین توہین کر کے بنیادی چیزوں کا انکار کر دیا ہے، اس لئے وہ علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق کافر ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول سلام کلام محبت کا تعلق رکھنا ناجائز ہے (۲)۔

---

(۱) "أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم، وقال بعضهم: لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت السلام على من اتبع الهدى. اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء، بعضهم أولياء بعض، ومن يتولهم منكم فإنه منهم﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

"أي لا يتخذ أحد منكم أحداً منهم وليًّا بمعنى لا تصافوهم مصافاة الأحباب ولا تستنصروهم".

(روح المعاني، (سورة المائدة: ۵۱): ۶/۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ (سورة هود: ۱۱۳)

بعض ناواقف سیدھے سادے مسلمان مشرقی کے عقائد سے واقف نہیں، مگر اس کی ظاہری تنظیم کو دیکھ کر اس کی تحریک میں شریک ہوگئے ہیں ان کو مشرقی کی خرابیاں دکھلا کر اس تحریک سے بچانا چاہئے۔ اور کسی شخص کے متعلق جب تک پوری تحقیق نہ کرلی جائے اس وقت تک اس کے کفر کا حکم لگانا درست نہیں، اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

فاسق کو سلام کرنا

سوال[۱۱۶۰۱]: کوئی ذی حق جلائے فسق ہو مثلاً: ریش تراشتہ ہو، یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتلاتے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو عام طور سے گشتوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلہ میں پیش قدمی کرنی پڑتی ہے۔ لہذا کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مبتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کو سلام بھی کیا جائے اور دعوت بھی قبول کی جائے بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے، اگر ترک سلام یا ترک دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کردیں۔ بقصد تعظیم فسق سلام کرنا جائز نہیں ہے(۲)، لیکن جب اس میں

---

(۱) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشيديه)

(۲) "واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا في التمرتاشي. ولو كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون لشر حياة منه، وإن أظهر خشونة يؤذونه ويهدون الفواحش يعذر في هذه المسالمة ظاهراً، كذا في القنية في المتفرقات". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۹/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيديه)

ایمان بھی موجود ہے تو اکرام مسلم لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۵ھ۔

کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا

سوال[۹۱۱۶]: زید نے عمر کو سلام کیا، لیکن عمر نے زید کے سلام کا جواب نہیں دیا، عمر کے پاس بیٹھے ہوئے سعید نے جب عمر سے زید کو سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق پوچھا تو عمر نے کہا کہ زید منافق ہے، منافق کے سلام کا جواب مسلمان کو نہیں دینا چاہیے، حالانکہ الحمدللہ تینوں حضرات مسلمان ہیں۔ برائے کرم شریعت کے فیصلے سے مطلع فرمائیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں برادری عمر کے ساتھ کیا سلوک کرے جب کہ وہ بھی تک زید کو منافق کہنے کے فیصلے پر ڈٹا ہوا ہے؟

مہربانی فرما کر حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے مدرسہ کی مہر بھی لگا دیجئے اپنے دستخط کے ساتھ تاکہ سند رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام کا جواب دینا حق مسلم ہے جو کہ واجب ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "للمؤمن على المؤمن ست خصال: يعوده إذا مرض، ويشهده إذا مات، ويجيبه إذا دعاه، ويسلم عليه إذا لقيه الخ". مشكوة شريف: ۲/۳۹۷(۱)۔

"رد السلام واجب، اھ". شامی(۲)۔

مسلمان کو منافق کہنے سے تعزیر کا حکم ہے:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وعزر الشاتم بيا كافر، يا خبيث، يا سارق،

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب السلام: ۲/۳۹۷، قديمي)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام: ۱/۶۱۸، سعيد)

یا فاجر، یا مخنث، یا زندیق، یا منافق، الخ". درمختار (۱)۔

اگر طبیعت میں کسی مسلمان سے ذاتی معاملات کی بناء پر غصہ ہو تو تین روز سے زیادہ سلام وکلام بند نہیں کرنا چاہیے، حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے (۲)، لہٰذا عمر کو چاہیے کہ غصہ ختم کر کے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے، بلکہ جواب سلام نہ دینے کی معذرت بھی کرے۔ یہی شریفانہ طریقہ ہے۔ زید کے اندر اگر خرابی ہے تو اس کو نرمی اور ہمدردی سے نصیحت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/ ۹۲ھ۔

داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم

سوال[۱۲۶۰۹]: ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جو داڑھی منڈے کو اور داڑھی کترے کو بھی سلام نہیں کرتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان سے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ:

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد: ۴/۶۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۵/۷۱، رشیدیہ)

(۲) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یحل للرجل أن یہجر أخاہ فوق ثلاث لیال". الحدیث. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، الخ، ص: ۴۲۷، قدیمی)

قال العلامۃ الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: "قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیہ ثلاث لیال لقلتہ، ولا یجوز فوقہا، إلا إذا کان الہجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. وفی حاشیۃ السیوطی علی الموطأ: قال ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ: ... وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمۃ أحد وصلتہ ما یفسد علیہ دینہ أو یدخل مضرۃ فی دنیاہ، یجوز لہ مجانبتہ وبعدہ، ورب صرم جمیل خیر من مخالطۃ تؤذیہ ... وإن ہجرۃ أہل الأہواء والبدع واجبۃ علی مر الأوقات ما لم یظہر منہ التوبۃ والرجوع إلی الحق". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع ..... الخ، الفصل الأول: ۸/۶۵۸، ۷۵۹، رشیدیہ)

"داڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، اس کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، مردود الشہادۃ ہے، داڑھی کترنا حرام ہے، اس کی امامت، اقامت، اذان مکروہ تحریمی ہے۔ جو مونچھوں کو نہ کترائے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہے، اس کی نماز نہ مقبول ہے، فاسق لعین ہے۔ داڑھی کترے کو سلام تو درکنار جواب دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے، نہ ان کی دعا قبول کرتا ہے، فرشتے داڑھی کترے کو ملعون کہتے ہیں، داڑھی کترے اللہ کے نزدیک یہود ونصاریٰ ہیں"۔

مولانا نے ترمذی شریف، نسائی شریف، بخاری شریف وغیرہ کا حوالہ دیا۔ نیز مولانا نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ نقل کیا کہ: داڑھی کترے کا نکاح بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے بچے حرامی ہوتے ہیں، اس کا ایمان نکل جاتا ہے، اس کو چاہیے کہ ایمان کی تجدید کرے (اصلاح الرسوم)۔

بقول عالم صاحب کیا سب داڑھی منڈوں کو سلام نہ کیا جائے، بلکہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترے کو جواب بھی نہ دیا جائے، کیا یہ سمجھا جائے کہ ان کے نکاح نہیں ہوئے؟ کیا (بقول احادیث وفتویٰ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) ان کے بچوں کو حرامی سمجھا جائے، کیوں کہ آج کل اسی فیصد داڑھی منڈے ہیں، ۱۵/ فیصد داڑھی کترے ہیں اور پانچ فیصد ایسے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہے؟ آج کل کے حالات کے تحت داڑھی منڈوں اور داڑھی کتروں کے ساتھ کیا رویہ اپنایا جائے، ان کو کیا سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی منڈانا حرام ہے، ایک مشت کے پہونچنے سے پہلے کترانا، یا کترا کر ایک مشت سے کم کرنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، اس منڈانے اور کترنے میں غیر قوموں کے ساتھ تشبہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مقبول الشہادۃ اور عادل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم". الدر المختار: ۲/۱۱۳ (۱)۔

---

(۱) (الدر المختار: ۲/۴۱۸، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، سعيد)

"یحرم علی الرجل قطع لحیته" در مختار: ۵/۲٦٦ (۱)۔

فاسق معلن کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ ان سب کے باوجود ایسے شخص کا نکاح بھی منعقد ہو جائے گا اور اس کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، حرامی نہیں ہوگی، وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، نہ اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں تصریح ہے، البتہ اگر کوئی شخص حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرے تو وہ اس اعتقاد کی وجہ سے

- قال الشامي رحمه الله تعالى: "وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بإعفاء على بعضهم عن أن يأخذ غالبها أو كلها، كما هو فعل مجوس الأعاجم من حلق لحاهم، ويؤيده ما في مسلم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عنه صلى الله تعالى عليه وسلم: "جزوا الشوارب، واعفوا اللحى، خالفوا المجوس" فهذه الجملة واقعة موقع التعليل، وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد اهـ ملخصاً" (رد المحتار: ۲/۴۱۸، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

(۱) (الدر المختار: ۶/۴۰۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وإعفاء اللحية": قال النووي: أي توفيرها - يقال: عفا الشيء إذا كثر، وأعفيته أنا وأعفيته لغتان - وقص اللحية من صنع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ۲/۴۱۱، باب السواك، الفصل الأول، رشيديه)

"وقص اللحية من سنن الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين والأفرنج والهنود ومن لا خلاق له في الدين ممن يتبعونهم ويحبون أن يتزيوا بزيهم ... فعلم من ذلك أن ما يفعله بعض من لا خلاق له في الدين من المسلمين في الهند والأتراك حرام". (بذل المجهود: ۱/۳۳، باب السواك من الفطرة، إمدادية ملتان)

قال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي رحمه الله تعالى: "واللحية هي الفارقة بين الصغير والكبير، وهي جمال الفحول وتمام هيئتهم، فلا بد من إعفائها، وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۱/۴۰۶، ۱۸۲، خصال الفطرة وما يتصل بها، قديمي)

اس پر کفر کا حکم ہوگا۔

"ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان" شرح فقہ اکبر، ص: ۱۸۶(۱)۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت بلفظہ نقل کی جائے جس کا سوال میں حوالہ ہے تو اس کی شرح وتوضیح کردی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۸/۹۲ھ۔

مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے

سوال [۱۰۱۰]: اگر ظالم اپنے مظلوم پر سلام کرے اور مظلوم بیچارہ اپنے رنج وغصہ ونفرت کے جواب نہ دے، کیا مظلوم شرعاً گنہگار ہے اور کیا مظلوم پر ظالم بدبخت کے سلام کا جواب دینا شرعاً واجب ہے اور کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ مظلوم اپنے ظالم کے سلام کو جوتی سے ٹھکرادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سلام شعار اسلام اور حق مسلم ہے اور جواب دینا واجب ہے(۲)، مظلوم کو بھی چاہیے کہ جواب سلام

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۰، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض ... الخ" متفق عليه".

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع: أمرنا بعيادة المريض، واتباع الجنائز، وتشميت العاطس، ورد السلام ... الخ" متفق عليه" (مشكوة المصابيح، ص: ۱۳۴، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل الأول، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: "السلام اسم من أسماء الله عز وجل، وضعه الله في الأرض، فأفشوه بينكم، فإن الرجل إذا سلم على القوم فردوا عليه، كان له عليهم فضل درجة، لأنه =

کو ترک کر کے اپنے ذخیرۂ آخرت کو نقصان نہ پہنچائے اور ترک واجب کا وبال اپنے سر نہ لے۔ اور اس کو "بدبخت" یا "کم بخت" یا اور کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے انتقام ہوجائے، ممکن ہے کہ جلے ہوئے دل سے نکلا ہو کوئی کلمہ اتنا سخت ہو کہ ظالم کے ظلم کے مساوی ہوجائے، یا اس سے بھی بڑھ جائے، وہاں ہر چیز کا وزن ہوگا (۱) پھر سنت اور شعار، ورحق مسلم کو جوتی سے ٹھکرا دینا نہایت خطرناک ہے، اس کا تو کبھی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۸/۸۸ھ۔

تاش کھیلنے والوں کو سلام

سوال[۹۱۶۸]: اگر کسی جگہ پر تاش وغیرہ کھیلا جا رہا ہو تو ایسے موقع پر "السلام علیکم" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوسر وغیرہ کھیلنے والوں کو سلام کرنے کی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو سلام کرلیا جاوے اس نیت سے کہ تھوڑی دیر بھی ان کی توجہ اس معصیت (کھیل) سے ہٹ کر دوسری طرف منتقل ہوجائے، چنانچہ:

"ویسلم علی قوم فی معصیة وعلی من یلعب بالشطرنج ناویاً أن یشغلهم عما هم فیه

= ذکرهم، فإن لم یردوا علیه رد علیه من هو خیر منهم وأطیب. وروی الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن الحارث قال: إذا سلم الرجل علی القوم کان له فضل درجة، فإن لم یردوا علیه ردت علیه الملائکة ولعنتهم". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۵/۱۹۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والوزن یومئذ الحق، فمن ثقلت موازینه فأولئک هم المفلحون﴾ (سورة الأعراف: ۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم نفس شیئاً، وإن کان مثقال حبة من خردل أتینا بها، وکفی بنا حاسبین﴾ (سورة الأنبیاء: ۴۷)

عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ويكره عندهما تحقيراً لهم" اهـ". شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۳/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ربیع الاول/۵۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۶۱۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي يكره فيها السلام، سعيد)

وقال بعد هذه العبارة: "وظاهر قوله: (وما لم تعرف توبتهم) أن المراد كراهة السلام عليهم في غير حالة مباشرة المعصية، أما في حالة مباشرتها ففيه الخلاف المذكور". (رد المحتار، المصدر السابق)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۴۱۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

(وكذا في السراجية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۵، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيدية)

"وعليك إذا مر على قوم وهم في معصية، يسلم عليهم على قصد أن يشغلهم عما هم فيه".

(الفتاوى السراجية، كتاب الكراهية، باب التسليم، ص: ۷۲، سعيد)

الفصل الثالث فی المصافحۃ والمعانقۃ

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

مصافحہ کی تعریف اور طریقہ

سوال [۱۱۶۹]: مصافحہ کی کیا تعریف ہے اور اس کے کتنے طریقے ہیں، از روئے شرع اس کے کتنے طریقے ہو سکتے ہیں، پھر ان میں کونسا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے آدمی کے داہنے ہتھیلی سے ملانا اور بائیں ہاتھ دونوں کے داہنے ہاتھ کو ظہر سے ملانا یہ مصافحہ ہے، یہی سنت ہے (۱)۔ بعض دفعہ صرف داہنے ہاتھ سے بھی ثابت ہے، کما فی شرح الترمذی (۲)۔

---

(۱) "باب المصافحة. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: علمني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم التشهد وكفي بين كفيه". (صحيح البخاري: ۲/۹۲۶، كتاب الاستئذان، باب المصافحة، قديمي)

"(باب المصافحة) هي مفاعلة من الصفحة، والمراد بها الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة اليد ... ووجه إدخال هذا الحديث في المصافحة أن الأخذ باليد يستلزم التقاء صفحة اليد بصفحة اليد غالباً". (فتح الباري: ۱۱/۶۶، كتاب الاستئذان، باب المصافحة، قديمي)

"(قوله: وتمامه) وسنتها: وهي إلصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه، فأخذ الأصابع ليس بمصافحة، خلافاً للروافض". (رد المحتار: ۶/۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(۲) "اعلم أن السنة أن تكون المصافحة باليد الواحدة، أعني اليمنى من الجانبين، سواء كانت عند اللقاء أو عند البيعة ... وقال الإمام النووي: يستحب أن تكون المصافحة باليمنى، وهو أفضل". (تحفة الأحوذي، أبواب الاستئذان والأدب، باب ماجاء في المصافحة، فائدة في بيان أن السنة في المصافحة أن تكون باليد الواحدة، (رقم الحديث: ۲۸۵۵): ۷/۵۱۸، ۵۱۹، المكتبة السلفية مدينة منورة)

اگر ملنے کو کھڑے ہوں تو جنبش دے لے اور ہاتھ کو ہلا کر کسی قدر حرکت دینا بھی ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

جبراً مصافحہ کرنا

سوال [۱۰۱۷۰]: روک روک کر مصافحہ کروانا کیسا ہے اور کیا قانون شرعی ہے کہ امام کو روک کر چاہے طبیعت مانے یا نہ مانے مصافحہ کر لیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی استاذ، والد یا مربی اپنے ماتحت بچوں، غیرہ آدمی کو بطور تربیت وتعلیم روک کر مصافحہ کرائے تو اس میں مضائقہ نہیں، غیر آدمی جب مصافحہ سے گھبراتا ہو تو اس پر زور نہ دیا جائے (۲)۔ مصافحہ کرنا حدیث وفقہ سے

---

(۱) "وتجوز المصافحة، لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من صافح أخاه المسلم وحرك يده، تناثرت ذنوبه" (الدر المختار)

قال العلامة الشامي: "(قوله لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم) كذا في الهداية، وفي شرحها للعيني: قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر" رواه الطبراني والبيهقي".

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقاً ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره. اهـ" (رد المحتار: ۶/۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۷/۵۱۸، مكتبة سلفية مدينة منورة)

(۲) اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس سے مصافحہ نہ کرنا بلکہ اعراض کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے اذیت اور تکلیف ہوتی ہے:

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ولا يخفى أن في كلام الإمام نوع مناقضة، لأن إتيان السنة في بعض الأوقات لا يسمى بدعة، مع أن عمل الناس في الوقتين المذكورين ليس على وجه الاستحباب المشروع، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلاقون من =

ثابت ہے(۱)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بوقت ملاقات اور قدوم امت مسلمہ کا طریقہ رہا ہے(۲)، اس کی فضیلت بھی آئی ہے(۳)، ان فضائل کو بیان کرنے پر اکتفا کرکے ترغیب تو دی ہے مگر اس

= غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذا صلوا يتصافحون، فأين هذا من السنة المشروعة، ولهذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة حينئذ، وأنها من البدع المذمومة. نعم لو دخل أحد في المسجد والناس في الصلوة أو على إرادة الشروع فيها، فبعد الفراغ لو صافحهم، لكن بشرط سبق السلام على المصافحة، فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة. ومع هذا إذا مد مسلم يده للمصافحة، فلا ينبغي الإعراض عنه بجذب اليد، لما يترتب عليه من أذى يزيد على مراعاة الأدب". (مرقاة المفاتيح: ۸/۵۸، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، رشيديه)

(۲) "عن قتادة قال: قلت لأنس رضي الله تعالى عنه: أكانت المصافحة في أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: نعم". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قديمي)

(۳) "وعن أيوب بن بشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر رضي الله تعالى عنه: هل كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: ما لقيته قط إلا صافحني". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

"تجوز المصافحة؛ لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صافح أخاه المسلم وحرك يده، تناثرت ذنوبه"". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي: "(قوله: لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم) كذا في الهداية. وفي شرحها للعيني: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطاياهما كما تناثر ورق الشجر" رواه الطبراني والبيهقي".

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقاً ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره، اهـ". (رد المحتار: ۶/۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۷/۵۱۸، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۳) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". رواه أحمد والترمذي وابن ماجة. وفي رواية أبي =

پر اصرار اور زبردستی نہ کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سلام کے ساتھ مصافحہ

سوال [۱۰۷۱۱]: مصافحہ کے ساتھ سلام کرنا کیسا ہے جب کہ دونوں ایک بستی میں مقیم ہوں؟ اس حدیث کا کیا مطلب ہے:

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". رواه أبو داود. ص: ۲/۷۰۸، رياض الصالحين، مصري". (۱)

الجواب حامداً ومصلياً:

مصافحہ مستحسن ہے، مگر اصرار نہیں ہونا چاہیے (۲)۔ اس کا مطلب تو ظاہر ہے، اگر کوئی اشکال ہو تو تحریر کیجیے۔ العرف الشذی ص: ۱۰۱ میں لکھا ہے:

"والمراد المصافحة قياماً على الظاهر، ويستثنى من هذا الحكم الأمرد الجميل

= داؤد قال: "إذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه، غفر لهما".

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى أربعاً قبل الهاجرة، فكأنما صلاهن في ليلة القدر، والمسلمان إذا تصافحا، لم يبق بينهما ذنب إلا سقط". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۳، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، الفصل الثالث، قديمي)

(۱) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". رواه أحمد والترمذي وابن ماجة. وفي رواية أبي داود: قال: "إذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه، غفر لهما". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۳، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

(۲) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۲۶۵، كتاب الكراهية، قبيل فصل في القراءة، سهيل اكيدمي لاهور)

الزحمة فتحرم مصافحته، ومن به داء كالأبرص والأجذم فتكره مصافحته، اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۹/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیر مسلم سے مصافحہ

سوال[۹۱۰۲]: کسی غیر مسلم سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

کافر و فاسق سے مصافحہ و معانقہ

سوال[۹۱۰۳]: کیا کفار و فساق و فجار سے مصافحہ و معانقہ کیا جا سکتا ہے؟ اور اس سلسلے میں فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟ اور اگر یہ لوگ ملاقات کے لئے آئیں اور مصافحہ و معانقہ کے لئے بڑھیں تو کیا ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں؟

---

(۱) (السراج المنير شرح الجامع الصغير في أحاديث البشير والنذير: ۹۸/۱، مكتبة الإيمان السمانية مدينة منورة)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الاستئذان، باب المصافحة: ۱۱/۱۵، قديمي)

(۲) "كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشارح وأكثر المتون" (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أي بلا حاجة لما في القنية: لابأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة، ويتأذى بترك المصافحة". (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۲۲۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصافحہ ومعانقہ کا مقصود اظہارِ محبت، تعظیم، شفقت ہے، اور کافر (یستحق ذلک)۔ اصلاً حرام ہے، اور مصافحہ اس کا تتمہ ہے، اور "لا تبدأوا أهل الكتاب بالسلام"(۱) میں اصل ہی کو ختم کردیا گیا، پھر تتمہ کی گنجائش کہاں۔ فاسق، فاجر ایمان سے خارج نہیں، گنہگار ہے۔

شامی جلد نمبر:۱ میں ان لوگوں کو شمار کرایا ہے جن کو سلام کرنا مکروہ ہے، ان میں فاسق بھی ہے(۲)، لیکن بسبب فسق کے علاوہ کسی اور جہت سے اگر وہ مستحق اکرام ہو تو اس کا یہ حکم نہیں۔ نیز اگر مظاہرہ اخلاق کے ذریعہ اصلاح مقصود ہو تو بھی جہت بن جائے گی، بلکہ کافر کے لئے بھی یہ جہت مجوز ہو سکے گی(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولا يسلم ابتداء على كافر لحديث: "لا تبدأوا اليهود ولا النصارى بالسلام، فإذا لقيتم أحدهم في طريق فاضطروه إلى أضيقه". رواه البخاري". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/۴۱۲، سعيد)

(۲) "رد السلام واجب إلا على من في الصلوة ... أو شابة يخشى عليه الفتان أو فاسق" (الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ۱/۶۱۸، سعيد)

(۳) جیسا کہ اگر کسی غیر مسلم سے کوئی کام پڑ جائے اور اس کام اور حاجت کی بناء پر اس کو سلام کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر اس کی اصلاح مقصود ہو تب بھی اس میں گنجائش ہے کہ اس کو سلام کیا جائے:

"أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزاد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى". (الفتاوى العالمكيرية ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

محرم عورتوں سے مصافحہ

سوال [۹۱۷۳]: محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ جیسے کہ والدہ ہے یا ہمشیرہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، کما ورد فی الروایات (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۵ھ۔

چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ

سوال [۹۱۷۴]: ہمارے یہاں عورتیں اپنے اقارب سے معانقہ کرتی ہیں، ان میں چھوٹی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، تو یہ معانقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے بیٹے، بیٹی، بھائی، بہن وغیرہ سے معانقہ کرنا درست ہے، جن سے معانقہ کرنے میں شہوت نہ ہو، اور جہاں اس کا خطرہ ہو وہاں پرہیز کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۵ھ۔

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ما رأيت أحداً كان أشبه سمتاً وهدياً ودلاً - وفي رواية - حديثاً وكلاماً برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من فاطمة، كانت إذا دخلت عليه، قام إليها فأخذ بيدها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان إذا دخل عليها، قامت إليه فأخذت بيده فقبلته وأجلسته في مجلسها". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا علي القاري: "فأخذ بيدها فقبلها": أي بين عينيها أو رأسها، والأظهر الأول، كما رواه ابن عدي والبيهقي عنه: "وكان إذا دخل عليها، قامت إليه، فأخذت بيده فقبلته": أي عضواً من أعضائه الشريفة، والظاهر أنه اليد المنيفة". (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۹۹، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، رشيدية)

(۲) "عن جعفر بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه في قصة رجوعه من أرض الحبشة، قال: فخرجنا حتى -

معانقہ کرنے کا طریقہ

سوال[۹۱۰۱]: معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تین مرتبہ کاندھے سے ملتے ہیں اور بعض لوگ صرف ایک طرف ملتے ہیں، تو صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف ایک طرف کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= أتيت فتلقاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاعتنقني". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "المكروه من المعانقة ما كان على وجه الشهوة، وعبر عنه المصنف بقوله: في إزار واحد، لأنه سبب يفضي إليها، فأما على وجه البر والكرامة إذا كان عليه قميص واحد، فلا بأس به اتفاقاً". (رد المحتار: ۶/۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، سعيد)

وقال الرافعي: "إن كان بشهوة فهو حرام اتفاقاً، وبدونها فجائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية". (تقريرات الرافعي على رد المحتار: ۲/۳۴۸، باب الاستبراء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۳۷۳، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۲۵، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بيتي، فأتاه فقرع الباب، فقام إليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عرياناً يجر ثوبه، والله ما رأيته عرياناً قبله ولا بعده، فاعتنقه وقبله". رواه الترمذي.

"عن جعفر بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه في قصة رجوعه من أرض الحبشة، قال: فخرجنا حتى أتيت فتلقاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاعتنقني، ثم قال: "ما أدري أنا بفتح خيبر أفرح أم بقدوم جعفر". ووافق ذلك فتح خيبر". رواه في شرح السنة. (مشكوة المصابيح: ۲/۴۰۲، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي) =

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

﴿۱﴾ "وكذا معانقته في إزار واحد، وقال أبو يوسف: لابأس بالتقبيل والمعانقة في إزار واحد. ولو كان عليه قميص أو جبة، جاز بلا كراهة بالإجماع، وصححه في الهداية، وعليه المتون". (الدر المختار)

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: وكذا معانقته) قال في الهداية: ويكره أن يقبل الرجل فم الرجل أو يده أو شيئاً منه أو يعانقه. وذكر الطحاوي أن هذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس بالتقبيل والمعانقة، لما روي أنه عليه السلام عانق جعفراً حين قدم من الحبشة وقبله بين عينيه. ولهما ما روي أنه عليه السلام نهى عن المكامعة، وهي المعانقة، وعن المكاعمة وهي التقبيل، وما رواه محمول على ما قبل التحريم. قالوا: الخلاف في المعانقة في إزار واحد، أما إذا كان عليه قميص أو جبة، لا بأس به بالإجماع، هو الصحيح اهـ". (رد المحتار: ۶/۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

وقال الرافعي: "(ثم قول أبي يوسف: لابأس الخ) إن كان بشهوة، فهو حرام اتفاقاً، وبدونها فجائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية". (تقريرات الرافعي على رد المحتار: ۶/۳۰۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

الفصل الرابع فی القیام والتقبیل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام

سوال [۹۱۷۷]: بزرگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۸۷ھ۔

قیامِ تعظیمی

سوال [۹۱۷۸]: قیامِ تعظیمی جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں جب حضرت مہتمم صاحب، حضرت شیخ کے آتے وقت طلباء کھڑے ہوتے ہیں، یا کسی اور بزرگ کے آتے وقت کھڑے ہوتے ہیں۔ از روئے شرع یہ قیام جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم للأنصار "قوموا إلى سيدكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، ص ۴۰۳، قديمي)

"وقال بعض العلماء: في الحديث إكرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقيام لهم إذا أقبلوا، هكذا احتج بالحديث جماهير العلماء". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب القيام: ۸/۴۷۳، رشيدية كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ یا کوئی بھی بزرگ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تقاضائے ادب ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر ان کو اس قیام سے اذیت ہو اور وہ منع کریں تو قیام نہیں کرنا چاہیے۔ اذیت سے بچانا واجب ہے، جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر سب کھڑے ہوگئے، اس پر قیام سے منع فرمادیا، پھر اس کے بعد تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو ناگواری کا لحاظ رکھتے ہوئے قیام نہیں کیا کرتے تھے:

"عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه قال: خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم متكئاً علی عصاء، فقمنا له، فقال: "لاتقوموا كما تقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً". رواه أبوداود.

"عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وكانوا إذا رأوه، لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك". رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن صحيح. مشكوة شريف: ۲/۴۰۳، باب القيام الفصل الثاني(۱)۔

"وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم: أي إن كان ممن يستحق التعظيم، اھ"(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۴۰۹ھ۔

مہمان کے لئے قیام و تقبیل

سوال[۹۰۱۱]: عربوں کے یہاں تقریب منعقد کی جاتی ہے تو قدیم دستور کے موافق تمام مجلس

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الأدب، باب ماجاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۲/۱۰۲، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه: ۲/۳۶۳، إمداديه ملتان)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۶/۳۸۴، سعيد)

کے لوگ کھڑے ہو کر خیر مقدم کرتے ہیں اور تقبیل بھی کرتے ہیں۔ ایسی جگہ اگر جانا ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ قیام وتقبیل کا شریعتِ مطہرہ کے اندر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑوں کے لئے قیام کرنا درست بلکہ مستحسن ہے (۱)۔ مہمان کا اکرام کرنا چاہیے، تقبیل بدین میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کی تقبیل کی تھی، ہاں اگر محلِ فتنہ ہو تو اس سے احتراز کرنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للأنصار: "قوموا إلى سيدكم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، ص: ۴۰۳، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قيل: أي لتعظيمه، ويستدل به على عدم كراهته، لكون الأمر بالإباحة ولبيان الجواز .... اهـ

وقال بعض العلماء: في الحديث إكرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقيام لهم إذا أقبلوا، هكذا احتج بالحديث جماهير العلماء ...... وقال الإمام حجة الإسلام الغزالي: القيام مكروه على سبيل الإعظام لا على سبيل الإكرام. قال ابن حجر في فتح الباري: هذا تفصيل حسن". (مرقاة المفاتيح: ۸/۴۷۲، ۴۷۳، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الأول، رشيدية)

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى: "إن قيام المرء وس للرئيس الفاضل والإمام العادل، والمتعلم للعالم مستحب، وإنما يكره لمن كان بغير هذه الصفات ...... وفيه: ثم نقل عن أبي الوليد بن رشد أن القيام يقع على أربعة أوجه: الأول: محظور، وهو أن يقع لمن يريد أن يقام إليه تكبراً وتعاظماً على القائمين إليه. والثاني: مكروه، وهو أن يقع لمن لا يتكبر ولا يتعاظم على القائمين، ولكن يخشى أن يدخل نفسه بسبب ذلك ما يحذر، ولما فيه من التشبه بالجبابرة. والثالث: جائز، وهو أن يقع على سبيل البر والإكرام لمن لا يريد ذلك، ويؤمن معه التشبه بالجبابرة. والرابع: مندوب، وهو أن يقوم لمن قدم من سفر فرحاً بقدومه ليسلم عليه، أو إلى من تجددت له نعمة فيهنئه بحصولها، أو مصيبة فيعزيه =

...سها ... وقال البيهقي: القيام على وجه البر والإكرام جائز كقيام الأنصار لسعد، وطلحة لكعب، ولا ينبغي لمن يقام له أن يعتقد استحقاقه لذلك، حتى إن ترك القيام له، حنق عليه أو عاتبه أو شكاه". (فتح الباري: ۱۱/۶۰، كتاب الاستئذان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "قوموا إلى سيدكم"، قديمي)

"وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام، ولو للقارئ بين يدي العالم، وسيجيء نظماً". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم): أي إن كان ممن يستحق التعظيم. قال في القنية: قيام الجالس في المسجد لمن دخل عليه تعظيماً، وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيماً لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم. وفي مشكل الآثار: القيام لغيره ليس بمكروه لعينه، إنما المكروه محبة القيام لمن يقام له، فإن قام لمن لا يقام له لا يكره". (رد المحتار: ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع، سعيد)

"ومن قام إجلالاً لشخص فجائز ... وفي غير أهل العلم بعض يقرر". (الدر المختار)

قال العلامة الشامي: "قال في القنية: وقيل له: أن يقوم بين يدي العالم تعظيماً له، أما في حق غيره لا يجوز. اهـ. فهذه مسألة القيام بين يديه، وهي غير مسألة القيام لقدومه تعظيماً، فتنبه لذلك، ط". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۴، سعيد)

قیام للغیر کی اجازت اس وقت ہے جبکہ آنے والے کے دل میں اس کی خواہش نہ ہو، اگر آنے والے کے دل میں اس کی خواہش ہے، یا اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، یا قوم سے اس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کیلئے قیام پر ترہیب ہے، فتح الباری کی مذکورہ بالا عبارت کے علاوہ اس کے عدم جواز پر خود حدیث بھی دال ہے۔

"وعن معاوية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره أن يتمثل له الرجال قياماً فليتبوأ مقعده من النار". رواه الترمذي وأبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۴۰۳، قديمي)

"وعن معاوية رضي الله عنه": أي ابن أبي سفيان، فإنه المراد منه عند الإطلاق، "قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره": أي أعجبه وجعله مسروراً، ولفظ الجامع: "من أحب أن يتمثل": أي ينتصب له الرجال قياماً": أي يقفون بين يديه قائمين لخدمته وتعظيمه من قولهم: مثل بين يديه مثولاً:

بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا

سوال[۹۱۸۰]: کسی کی صرف تعظیم وتوقیر بجالانا اور اس کو معبود نہ سمجھنا، یہ تعظیم جائز ہے یا نہیں اور یہ شرک تو نہیں؟ اپنے پیرومرشد سے ملاقات کے وقت ہاتھوں کا چومنا اور پیروں کا چومنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مستحق تعظیم وتوقیر ہو اس کی ایسی تعظیم وتوقیر بجالانا جو خدا کے ساتھ مخصوص نہیں جائز ہے، یہ شرک نہیں ہے۔ کسی بزرگ پیرومرشد کا ہاتھ چومنا جائز ہے(۱)۔ پیر اس طرح نہ چومے جس سے سجدہ کی صورت ہو جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۲ھ۔

= الإمام العيني بعد كلام: فعلم إباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح كما علم من الأحاديث المتقدمة إباحتها على الجبهة وبين العينين". (رد المحتار: ۳۸۰/۶، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه، ص: ۱۲۴، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: "لا". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي كتب خانه)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "أينحني له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمة. "قال: "لا" أي فإنه في معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۶۸۰) ۴۶۹/۸، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم؟ كفر. وإن على وجه التحية، لا، وصار آثماً مرتكباً =

علماء کی قدم بوسی درست ہے

سوال [۹۱۸۱]: علماء وصلحاء کے ہاتھ پاؤں چومنا، ان کے آگے جھکنا کیا جائز ہے، کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علم اور بزرگی کے احترام کی خاطر ہاتھ پیر چومنے کی اجازت ہے، مگر ایسا نہ ہو کہ سجدہ کی صورت بن جائے، اس کی اجازت نہیں (۱)۔ جھکنے کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

= الكبيرة". (الدر المختار)

قال ابن عابدين: "(قوله: إن على وجه العبادة أو التعظيم كفر الخ) تلفيق لقولين، قال الزيلعي: وذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود؛ لأنه يريد به التحية. وقال شمس الأئمة السرخسي: إن كان لغير الله تعالى على وجه التعظيم، كفر. الخ. وقال القهستاني: وفي الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقاً. وفي الزاهدي: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي المحيط: أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره الخ. وظاهر كلامهم إطلاق السجود على هذا التقبيل".

(رد المحتار: ٦/٣٨٣، فصل في الاستبراء وغيره، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٦٩، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم وتقبيل أيديهم أو يد غيرهم وتقبيل الرجل وجه غيره وشبهه)

"وفي القهستاني: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي العناية: ويكره الانحناء؛ لأنه يشبه فعل المجوس.... وفي المجتبى: الإيماء بالسلام إلى قريب الركوع كالسجود، والانحناء مكروه". (مجمع الأنهر وملتقى الأبحر: ٢/٣٣٢، كتاب الكراهية، فصل في أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) "لما قدمنا المدينة، فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ورجله".

"عن عبد الرحمن بن أبي ليلى حدثنا أن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما حدثه، وذكر قصة قال: فدنونا يعني من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقبلنا يده". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في قبلة اليد: ٣/٧٠٩، دار الحديث ملتان) =

= قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "(ولا بأس بتقبيل يد) الرجل (العالم) والمتورع على سبيل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين (السلطان العادل). وقيل: سنة، مجتبى. (وتقبيل رأسه) أي العالم أجود، كما في البزازية. (ولا رخصة فيه) أي في تقبيل اليد (لغيرهما) أي لغير عالم وعادل، هو المختار، مجتبى. وفي المحيط: إن لتعظيم إسلامه وإكرامه جاز، وإن لنيل الدنيا كره" (الدر المختار)

قال العلامة الشامي: "(قوله: وقيل سنة): أي تقبيل يد العالم والسلطان العادل. قال الشرنبلالي: وعلمت أن مفاد الأحاديث سنيته أو ندبه، كما أشار إليه العيني ... أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله أرني شيئاً أزداد به يقيناً فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة فادعها" فذهب إليها فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك، فجاءت حتى سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لها: "ارجعي" فرجعت، قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه ... اهـ" (رد المحتار: [illegible]، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: [illegible]، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك، رشيديه)

(٢) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: "لا"" (مشكوة المصابيح ص: [illegible]، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "أينحني له: من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمة. "قال: "لا"" أي فإنه في معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، رقم الحديث: [illegible]، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتعظيم كفر، وإن على وجه التحية لا، وصار آثماً مرتكباً للكبيرة" (الدر المختار)

قال ابن عابدين: "(قوله: إن على وجه العبادة أو التعظيم كفر) الخ تلخيص للقولين. قال =

أبي يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس بذلك كله". ص: ١٧٥(١)۔

وفيه أيضاً: "وأما المعانقة، فقالا بكراهتها، وبيح أي أبو يوسف رحمه الله تعالى للرجل معانقته مثله وتقبيله للمسرة بلا شهوة". ص: ١٧٥(٢)۔

ان عبارتوں پر نظر رکھتے ہوئے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ صاحب طحطاوی کا فرمودہ گو طرفین کے قول کو بتاتا ہے، مگر تقبیل اور معانقہ کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے، بلکہ ترک قدم بوسی اگر باعث اختلاف ہو اور افتراق بین الاقارب اور قطع رحم کا سبب ہو تو مستحب ہے، جیسا کہ قیام کے متعلق:

"قال ابن وهبان في شرحه: والقيام يستحب في زماننا، لما يورث تركه من الحقد والمفسدة". طحطاوي، ص: ١٧٦(٣)۔

کیا ان کی رائے صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص واجب الاکرام ہو اس کی قدم بوسی کی اجازت ہے، لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو اور سجدہ کی ہیئت نہ ہونے پائے۔

"طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجابه، وقيل: لا يرخص فيه"(٤)۔

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس میں دو قول ہیں: ایک میں اجازت ہے اور هو الأوسع۔ دوسرے میں ممانعت ہے، وهو الأورع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٢٠٩، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

(٢) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، ص: ٢٠٩، قديمي)

(٣) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، المصدر السابق)

(٤) (الدر المختار: ٦/٣٨٣، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

"طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لا يرخص له ولا يجيبه إلى ذلك عند البعض، وذكر بعضهم: يجيبه إلى ذلك" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية: ٥/٣٦٩، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم، رشيدية)

تقبیل یدین اور رجلین

السوال[٩١٦٣]: ماتقولون فی تقبیل القدمین والیدین، وما ثبوته، ولمن یجوز، ولمن لا یجوز، ومن أی جهة؟ ولتکن الجوابات کلها من أجزاء السوالات بالدلائل المنقولة عن الکتب المشهورة مع الحوالات بالصفحات۔

المستفتی: ندوی محمد عبدالحی عفی عنہ، ضلع چاٹگام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبیل ید الحاکم المتدین والسلطان العادل. وقیل: سنة، مجتبی. وتقبیل رأسه: أی العالم أجود، کما فی البزازیة. ولا رخصة فیه: أی فی تقبیل الید لغیرهما: أی لغیر عالم وعادل، هو المختار، مجتبی. وفی المحیط: إن لتعظیم إسلامه وإکرامه، جاز، وإن لیس الدنیا کره. طلب من عالم أو زاهد أن یدفع إلیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله، أجابه. وقیل: لا یرخص فیه، الخ" الدرالمختار۔

قال الشامی: "(قوله: أجابه) لما أخرجه الحاکم أن رجلاً أتی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم، فقال: یارسول الله! -صلی الله تعالی علیه وسلم- أرنی شیئاً أزداد به یقیناً، فقال: "اذهب إلی تلك الشجرة، فادعها". فذهب فقال: إن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یدعوك، فجاءت حتی سلمت علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم، فقال لها: "ارجعی". فرجعت. قال: ثم أذن له، فقبل رأسه ورجلیه"، وقال: "لو کنت آمر أحداً أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". وقال: صحیح الإسناد، الخ". من الرسالة الشرنبلالیة، الخ". ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الحظر والإباحة: ٥/٢٣٧(١)۔ فقط

(١) (ردالمحتار: ٦/ ٣٨٣، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الاستبراء وغیره، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ٥/ ٣٦٩، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاة الملوك، رشیدیه)

سوال: "قدم اور ہاتھ چومنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کس کے لئے جائز اور کس کے لئے =

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی بمدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الہند۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، المستملی بأمانۃ الإفتاء بالمدرسۃ العالیۃ المشتھرۃ بمظاہر علوم، الواقعۃ ببلدۃ سہارنفور، یوپی، ۷/جمادی الاولیٰ/۶۷ھ۔

ماں کے پیروں کو تعظیماً چومنا

سوال [۵۱۸۲]: کیا اسلامی اصول کے مطابق تعظیماً ماں کے پیر چومنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے دلیل عنایت فرمائیں۔

= تابع ٹرا اور کس بجہ سے؟

الجواب: "عالم صاحب ورع کے ہاتھ کو بوسہ دینا بطور تبرک اس میں کچھ حرج نہیں، درر۔ اور مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے کہ دیانت دار، محترم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے، مجتبیٰ۔ اور ان کے علاوہ (لوگوں) کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت نہیں۔ یہی مختار ہے۔ (مجتبیٰ) اور محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اس کے اکرام کی بناء پر ہو تو جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ کسی عالم یا زاہد سے ان کے قدم کے بوسہ لینے کی اجازت طلب کرے تو ان کو اس کا موقع دے دینا چاہئے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اجازت نہیں۔ اھ۔ درمختار۔ شامی نے درمختار کے قول جاز (اس کا موقع دے دے) کے تحت لکھا ہے کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایک چیز دکھا دیجئے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درخت کو بلا لاؤ، وہ گیا اور اس درخت سے کہا کہ تجھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رہے ہیں، اس پر وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ، وہ چلا گیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی، اس نے آپ کے سر مبارک اور قدمین مبارکین کو بوسہ دیا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ اھ، رسالہ شرنبلالی سے یہ ماخوذ ہے۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۵/۲۴۳، باب الحظر والاباحۃ نقلا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعظیم کے لئے ماں کے پیروں کو چومنا قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت میں نہیں دیکھا، یہ اسلامی تعظیم نہیں، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین کی قدم بوسی

سوال[۹۱۸۵]: والدین، مرشد، اساتذہ کی بنیاں خیر قدم بوسی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین، اساتذہ، مشائخ کی قدم بوسی کی اجازت ہے بشرطیکہ سجدہ کی ہیئت نہ پیدا ہو جائے، دور دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ سجدہ کر رہا ہے، ورنہ اجازت نہیں(۲)۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ ان کی بھی قدم بوسی نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

پیر یا والدین کے پیر کو چومنا

سوال[۹۱۸۶]: پیر یا والدین یا استاذ کے پاؤں کو محبت یا عزت سے بوسہ دینا یا جھکنا کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) چونکہ اس میں جھکنا پڑتا ہے جس سے رکوع اور سجدہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے یہ درست نہیں، مراجع ملاحظہ ہوں، ص: ۱۲۷، رقم الحاشیة: ۲، وص: ۱۲۴، رقم الحاشیة: ۲. واللہ اعلم بالصواب.

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"ظاہراً تو عمدے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر مسلوح وحیرت متحقق ہو اور منع متبع حلت وصحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ واللہ اعلم"۔ (امداد الفتاوی: ۲۷۹/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جواہر الفقہ، دست بوسی وقدم بوسی، قرآن فقہ، موالب روح: ۳۰۰/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (راجع، ص: ۱۲۷، رقم الحاشیة: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

......پاؤں کو چومنے میں بسا اوقات سجدہ کی صورت ہو جاتی ہے، نیز دوسروں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ وہ تعظیم میں غلو کریں گے، لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۱۲/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

عورت کا شوہر کے پیروں کو چھونا

سوال [۹۱۸۷]: کیا بیوی شوہر کے پیر چھو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر چھونا اسلامی تعظیم نہیں ہے، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۲ھ۔

بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا

سوال [۹۱۸۸]: زید اپنے بچوں سے کہتا ہے کہ ماں، دادا، دادی وغیرہ کے پیر پکڑ کر ان سے

---

(۱) "وفي رسالة المصافحة للشرنبلالي عن شيخ مشايخه الحانوتي: التحية بالركوع، واسترخاء الرأس مكروهة لكل أحد مطلقاً" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۲۰، قديمي)

"طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لا يرخص له". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم: ۵/۳۶۹، رشيديه)

(وكذا في جواهر الفقه، باب دست بوسی وقدم بوسی اقوال فقہاء، سوال دوم: ۱/۲۰۰، مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۶/۳۸۳، سعيد)

(۲) اس چھونے کی حالت میں رکوع کی قریب قریب ہیئت بن جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے، (كما تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

دعائیں لو، اس لئے کہ وہ نیک اور بزرگ ہستیاں ہیں، مثلاً: عید وغیرہ کے موقع پر یا سفر میں آنے جانے کے وقت۔ تو پیر پکڑنا کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبرکاً وتعظیماً کسی بزرگ کے پیر کو بوسہ دینے کی اجازت ہے جبکہ سجدہ کی ہیئت پیدا نہ ہو اور عقیدہ بھی خراب نہ ہو(۱)۔ پیر پکڑنا جس کو "پیر لاگن" بھی کہتے ہیں، یعنی صرف پیروں کو چھو لینا یہ برہمنوں کے یہاں تعظیم کا رواج اور ان کا شعار ہے، اس سے پرہیز لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

پیر پکڑ کر معافی مانگنا

سوال[۹۱۸۰]: پیر پکڑ کر معافی مانگنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ پیر پکڑنے میں جھکنا پڑتا ہے اور کسی کے سامنے جھکنا درست نہیں ہے۔ پس اگر جائز ہے تو اچھا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رجل: یا رسول الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم- الرجل منا یلقی أخاه أو صدیقه أینحني له؟ قال: "لا"". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قدیمي)

"الانحناء للسلطان أو لغیره مکروه، لأنه یشبه فعل المجوس". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن والعشرون: ۵/۳۶۹، رشیدیه)

"وأما تقبیل ید صاحبه عند اللقاء فمکروه بالإجماع، وکذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدي العلماء والعظماء، فحرام، والفاعل والراضي به آثمان، لأنه یشبه عبادة الوثن". (الدر المختار)

وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "وفي الزاهدي: الإیماء في السلام إلی قریب الرکوع کالسجود، وفي المحیط: أنه یکره الانحناء للسلطان وغیره اهـ. وظاهر کلامهم إطلاق السجود علی هذا التقبیل". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره: ۶/۳۸۳، سعید)

(۲) "وعنه (أي ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم"". (مشکوٰة المصابیح، ص: ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثاني، قدیمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

معافی مانگنے کے لئے پیر پکڑنا کسی نظر سے نہیں گزرا، بظاہر تو یہ برہمن کی تعظیم ہے، بغیر معافی کے بھی ان کے یہاں کسی کے پیر چھونے کا رواج ہے، "پیر لاگن" کہتے ہیں۔ بطور کسی عالم زاہد کے پیر کو بوسہ دینا معروف ہے:

"طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجابه" (۱)۔

مگر اس کے مقابلہ میں دوسرا قول بھی ہے: "وقيل: لا يرخص فيه" اھ. در مختار (۲)۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے ۵/۲۴۵ میں لکھا ہے:

"أخرج الحاكم أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: يا رسول الله! أرني شيئاً أزداد به يقيناً. فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة فادعها" فذهب إليها فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك. فجاءت حتى سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال لها: "ارجعي" فرجعت. قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه". وقال: "لو كنت آمراً أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". وقال: صحيح الإسناد. من رسالة الشرنبلالي. اھ" (۳)۔

مگر ایسی ہیئت نہ ہو کہ سجدہ کی شکل بن جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین یا استاذ کی قبر کو بوسہ دینا

سوال [۱۰۰۱۱]: پیر یا والدین یا استاذ کی قبر کو پیار یا عزت سے بوسہ دینا عند الشرع الشریف کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء وغيره: ۶/۳۸۳، سعيد)

(۲) (الدر المختار، المصدر السابق)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، المصدر السابق)

(۴) (راجع ص: ۱۲۷، رقم الحاشية: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے:

"ولا یمس القبر ولا یقبله، فإنه من عادة أهل الكتاب، ولم یعهد الاستلام إلا للحجر الأسود والركن الیماني خاصة، اهـ". طحطاوی، ص: ۳۴۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/۵۶ھ۔

امرد کا بوسہ بلا شہوت

سوال [۹۱۰۱]: ایک مولوی صاحب کی زبانی سنا ہے کہ امرد کا بوسہ بلا شہوت کے جائز ہے۔ اور تقویت کے لئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کنز الدقائق کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے۔ سو مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا امرد کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کنز کے حاشیہ پر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے کنز الدقائق کے حاشیہ پر یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان سے عبارت یا باب وغیرہ کا حوالہ لیکر تعیین تو اس کو دیکھا جائے۔ تفصیل کی اقسام، در مختار، کتاب الحظر والإباحة میں فصل فی البیع سے کچھ

---

(۱) (حاشیة الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۴۰، فصل في زیارة القبور، قدیمی)

"وفي القنیة: قال أبو اللیث: لا یعرف وضع الید على القبر سنة ولا مستحسناً، ولا نرى به بأساً. وقال علاء الدین التاجري: هكذا وجدناه من غیر نكیر من السلف. وقال شرف الأئمة: بدعة. وعن جار الله العلامة: مشایخ مكة یكرهون ذلك ویقولون: إنه عادة أهل الكتاب. وفي إحیاء علوم الدین: إنه من عادة النصاری، انتهی. ولا شك أنه بدعة لا سنة فیه ولا أثر عن صحابي ولا عن إمام ممن یعتمد علیه فیكره، ولم یعهد الاستلام في السنة إلا للحجر الأسود والركن الیماني خاصة". (الحلبي الكبیر، ص: ۶۰۸، مبحث زیارة القبور، سهیل اکیڈمی لاهور)

"ومن البدع وضع الید على القبر". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۱۸۸/۲، فصل في الصلاة على المیت، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

"علیہ السلام" و "رضی اللہ عنہ" کا استعمال

سوال[۱۱۹۲]: "علیہ السلام" کہنا کیا انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر فرشتوں مثلاً: جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کیوں کہا جاتا ہے؟ اسی طرح سنا گیا ہے کہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کرام کے لئے خاص ہے، مگر بعض علماء اور بعض بزرگانِ دین کو سنا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر حضرات، مثلاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ تو یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سلام و دعائیہ کلمہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی بولا جا سکتا ہے(۱)۔

---

(۱) "وأما السلام، فقال الشيخ أبو محمد الجويني من أصحابنا: هو في معنى الصلاة، فلا يستعمل في الغائب، ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: عليٌّ عليه السلام، وسواء في هذا الأحياء والأموات، وأما الحاضر فيخاطب به فيقال: سلامٌ عليك، والسلام عليك، أو عليكم، وهذا مجمع عليه". انتهى ما ذكره. قلت: وقد غلب هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد عليٌّ رضي الله عنه بأن يقال: عليه السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه، وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، سورة الأحزاب: ۵۶: ۵۱۷/۳، سهيل اكيدمي لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کشف الباری عما فی صحیح البخاری للشیخ سلیم اللہ خان دامت-

ہمیشہ وقتِ ملاقات اس کی تعلیم بھی دی گئی ہے: "السلام علیکم وعلیکم السلام"(۱)۔ پنجگانہ نمازوں کے ختم پر امام ومقتدی سب ہی کہتے ہیں: "السلام علیکم ورحمة اللہ" اس میں امام ومقتدی نیز ملائکہ کی

= فیروحیہم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الذاریات، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا جائز ہے، ص: ۲۲۲، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن رجلاً سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أي الإسلام خير؟ قال: "تطعم الطعام، وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب إفشاء السلام من الإسلام: ۱/۹، قديمي)

"أن الطفيل بن أبي بن كعب أخبره أنه كان يأتي عبد الله بن عمر رضي الله عنهما فيغدو معه إلى السوق، قال: فإذا غدونا إلى السوق لم يمر عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما على سقاط ولا على صاحب بيعة ولا مسكين ولا أحد إلا سلم عليه قال: وأقول: اجلس بنا نتحدث: قال: فقال لي عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: يا أبابطن! -وكان الطفيل ذا بطن- إنما نغدو من أجل السلام نسلم على من لقينا". (موطأ الإمام مالك، كتاب الجامع، باب جامع السلام، ص: ۷۲۵، مير محمد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله، كتاب السلام والاستئذان وتشميت العاطس وما يتعلق بها، باب فضل السلام والأمر بإفشائه، ص: ۳۰۵، دار البيان، بيروت)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أولى الناس بالله من بدأ بالسلام". رواه أحمد وأبو داود والترمذي" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

"وعن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "للمسلم على المسلم ست بالمعروف: يسلم عليه إذا لقيه". الحديث. (مشكاة المصابيح، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

"والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته. والمجيب كذلك يرد ويأتي بواو العطف في قوله: وعليكم السلام". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام: ۵/۳۲۵، رشيديه)

۲-مفسرین میں امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں حضرات حسنین کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے۔ امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ جو فقہ حنفی میں صاحبِ ہدایہ سے بھی بلند پایہ ہیں، انھوں نے احکام القرآن میں جابجا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" لکھا ہے۔

۳-امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو بالاتفاق امام المحدثین ہیں، انھوں نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ "علیہا السلام" لکھا ہے، دیکھئے فتح الباری علی ہامش صحیح البخاری، جلد اول ص:۵۶، ۵۳۳، ۵۳۶، جلد دوم ص:۵۷۶، ۶۰۰، ۶۱۰، جلد ہفتم، ص:۵۳، ۱۱۴، ۲۳۶، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۵۵، ۳۵۷۔

۴-امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الأدب المفرد مطبوعہ دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی، میں لکھا ہے:

"عن عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت البراء یقول: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحسن صلوات اللہ علیہ علی عاتقہ هو یقول: "اللّٰهم! إنی أحبه فأحبه"(۱)۔

۵-امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں:

"مر بحسن بن علی علیهما السلام" ملاحظہ ہو "سنن أبی داؤد، مطبع قادری دھلی، ص:۹۳، ۹۴، جلد اول(۲)۔

۶-شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح تراجم بخاری" میں لکھتے ہیں: "من قتل الحسین علیه السلام"۔ شرح تراجم ابواب بخاری، ص:۳۲، ہمراہ صحیح البخاری، مطبوعہ رشیدیہ کتب خانہ دہلی(۳)۔

---

(۱) (الأدب المفرد، باب حمل الصبی علی العاتق، ص: ۴۵، رحمانیہ لاہور)

(۲) (السنن لأبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی الرجل یصلی عاقصاً شعره: ۱/۹۲، إمدادیہ)

(۳) (رسالة شرح تراجم، أبواب صحیح البخاری فی مقدمة صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ماقیل فی قتال الروم: ۱/۳۲، قدیمی)

ان کے علاوہ اس کثرت سے علمائے اہل سنت نے حضرات حسنین کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے جس کا شمار مشکل ہے۔

علمائے دور حاضر کے محققین نے بھی ان حضرات کو "علیہ السلام" لکھا ہے، مثلاً: مولانا شبلی نعمانی "سیرۃ النبی" میں، مولانا سید سلیمان ندوی "خطبات مدراس" میں، مولانا ابوالکلام آزاد "شہید اعظم" میں، مولانا عبدالسلام ندوی "اسوۂ صحابہ" وغیرہ میں۔

مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے عمر کا ان حضرات کو "علیہ السلام" کہنے سے روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث وفقہ سے ثبوت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

فی نفسہ "السلام علیہ" یا "علیہ السلام" نبی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، غیر نبی کے لئے بھی استعمال کرنا درست ہے، اس کے لئے معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع میں اس کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ اصول فقہ کی درسی کتاب "اصول الشاشی" کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے: "والسلام علی أبی حنیفة وأحبابه"(۱)۔ اس کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال میں پیش فرمایا ہے، اور جلیل القدر محدثین کے حوالے بھی دیئے ہیں(۲)، مگر شرح فقہ اکبر ص: ۲۰۴، میں ہے:

"وفی الخلاصة أیضاً: إن فی الأجناس عن أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ: لا یصلی علی غیر الأنبیاء والملائکة، ومن صلی علی غیرهما لا علی جهة التبعیة، فهو غال من الشیعة التی نسمیها بالروافض. انتهی. ومفهومه أن حکم السلام لیس کذلک، ولعل وجهه أن السلام تحیة أهل الإسلام، ولا فرق بین "السلام علیه" و"علیه السلام" إلا أن قوله: علی علیه السلام من

---

(۱) (أصول الشاشی، ص: ۵، قدیمی)

(۲) "لفظ سلام کا غیر نبی کی شان میں کہہ سکتے ہیں اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث مثلاً جامع الاصول (؟) ، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ و حضرات حسنینؓ، و حضرت فاطمہؓ، حضرت خدیجہؓ و حضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے"۔ (فتاویٰ عزیزی، باب الخلافة، عنوان: بارہ امام پر بالاستقلال درود کا تعامل، ص: ۲۳۵، سعید)

شعار أهل البدعة فلا يستحسن في مقام المرام اهـ"(۱)۔

یہی اگر کسی جگہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مثلاً "علیہ السلام" کہنا روافض کا شعار ہو کہ وہ معصوم مان کر ایسا کہتے ہوں تو اس شعار سے بچنے کے لئے دیگر اکابر حضرات ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجمیع الصحابہ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کیا جائے، یا پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ بھی نہ استعمال کیا جائے جس سے کہ اہل باطل کے شعار سے تحفظ ہو جائے(۲)۔

احقر کے خیال میں یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو موضوع بنا کر منظر عام پر پیش کیا جائے، طرفین کے دلائل فراہم کرنے سے کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے، اللہ پاک ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۴۰۹ھ۔

"علیہ السلام" اور لفظ "امام" کا استعمال

سوال[۹۰۰۳]: ذیل کی حدیث پاک: "من تشبه بقوم فهو منهم" (۳) کی روشنی میں ہم اہل السنۃ والجماعت کو ہر اس چیز سے بچنا چاہئے جو کسی قوم کا خاص اور شعار ہو، مثلاً: رافضیوں کا شعار ہے کہ وہ حضرت حسین کے لئے "علیہ السلام" کہتے ہیں اور جب اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو حیدر علی، امام علی،

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۹۶، ۱۹۷، قديمي)

(۲) "قلت: وقد غلب هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد علي رضي الله تعالى عنه بأن يقال: "عليه السلام" من دون سائر الصحابة، أو "كرم الله وجهه"، وهذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوي بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله تعالى عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۶۸۱/۳، دار الفيحاء، دمشق)

"والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: أن ذلك شعار أهل البدع". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۳/۶، سعيد)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: [illegible]، قديمي)

حسن علی، حسین علی، جواد علی، باقر حسین، کاظم رضا، وغیرہ وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں (۱) اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب اس قوم کا کوئی نام آتا ہے اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ سنی ہے یا شیعہ تو فوراً اس طرف ذہن جاتا ہے کہ ہو نہ ہو شیعہ ہوگا کیونکہ روافض ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں رکھتے۔

بکر کہتا ہے کہ ان جیسے ناموں میں بروں کی حد تک بہت بری نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عزیزی میں فرمایا ہے۔ اگر تشبہ بروافض ہوتا تو علمائے اہل سنت والجماعت نے نہ تو یہ نام رکھے ہوتے اور نہ اپنی کتابوں میں کثرت سے ہر زمانہ میں "علیہ السلام" حضرات حسنین کے لئے استعمال کیا ہوتا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر میں حق پر کون ہے، ان حضرات کے لئے لفظ "امام" اور "علیہ السلام" کہنا اور اسمائے مذکورین کا نام رکھنا تشبہ بروافض ہے یا نہیں، کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرح فقہ اکبر ص: ۲۰۴ ملا علی قاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنے کو شعار شیعہ واہل بدعت فرمایا ہے، اس لئے روکنا منع فرماتے ہیں (۲)۔ صحابہ کے ساتھ "ترضی" اہل سنت

---

(۱) "وعنه: أي ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم" أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٤٣٤٧)، ١٥٥/٨، رشيديه)

(۲) "أن قوله: عليٌّ عليه السلام من شعار أهل البدعة، فلا يستحسن في مقام المرام". (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ١٢٤، قديمي)

"وأما السلام فنقل اللقاني في شرح جوهرة التوحيد عن الإمام الجويني أنه في معنى الصلاة، فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: عليٌّ عليه السلام ... والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: إن ذلك شعار أهل البدع". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ٧٥٣/٦، سعيد)

والجماعت کا شعار ہے(۱)، فتاویٰ عزیزی میں اس کی بھی اجازت ہے(۲)۔ ابوداؤد شریف اور بخاری شریف کی اسانید میں ان کے اور چند ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کا لفظ موجود ہے(۳)۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی جگہ مخصوص شعار ہو روافض کا، مگر عام تعبیر شعار نہ ہو، لہٰذا جہاں شعار ہو وہاں بچنا چاہیے، جہاں نہ ہو وہاں گنجائش دی جائے(۴)۔ یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ مستقل موضوعِ بحث بنایا جائے۔

جس نام کے معنی فی نفسہٖ صحیح ہوں مگر کسی علاقہ میں وہ نام غیروں کا شعار بن گیا تو اس سے احتراز چاہیے، الا یہ کہ وہ منصوص وماثور ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"علیہ السلام" و ترضی و ترحم

سوال[۱۱۹۴]: دورِ نبوت وصحابہ وتابعین میں حضرات انبیائے کرام کے لئے "علیہ السلام" اور صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" و تابعین کے لئے "رحمہ اللہ تعالیٰ" جیسے آج کل بولا جاتا ہے، بولا جاتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" کا لفظ استعمال کیا ہے(۵)، بعض

---

(۱) "(ویستحب الترضی للصحابة) وکذا من اختلف في نبوته کذي القرنین و لقمان". (الدر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

(۲) "لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد وصحیح بخاری میں حضرت علیؓ وحضرات حسنینؓ وحضرت فاطمہؓ وحضرت خدیجہؓ وحضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے"۔ (فتاویٰ عزیزی (اردو)، ص: ۲۳۵، باب الخلافة، سعید)

(۳) في نسخة على هامش صحيح البخاري: "قال: عليٌّ عليه السلام". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، (سورة الذاريات): ۲/۷۱۹، (رقم الحديث: ۹)، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في الرجل يصلي عاقصاً شعره: ۱/۱۰۲، إمداديه)

(۴) "أقول: و كراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا أيضاً، لكن لا مطلقاً بل في المذموم و فيما قصد به التشبه بهم". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

(۵) قال الله تعالى: ﴿جزاؤهم عند ربهم جنات عدن تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها أبداً، رضي الله =

صحابہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کے وفات (شہادت) پر یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے(۱) اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں ذرا زیادہ یہ لفظ مستعمل ہوا، پھر عام ہوگیا۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے لفظ "علیہ السلام" دور نبوی ہی میں زیادہ مستعمل تھا، صحابہ کرام بھی استعمال فرماتے تھے اور بعد کے حضرات بھی۔ تابعین کے لئے لفظ "رحمہ اللہ تعالیٰ" دور صحابہ میں بہت کم تھا، بعد میں زیادہ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= عنہم و رضوا عنہ، ذلک لمن خشی ربہ﴾. (البینۃ: ۸)

(۱) "حضرت وہب ابن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے، بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے؟ معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ اسی میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ان کو منتشر کردے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے"۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ بھی یہی صورت پیش آئی، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی، اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ "اللہ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں"۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا، باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب کے عمل پر آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔ ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا، ورنہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں"۔ (فضائل اعمال، حکایات صحابہ، باب ہفتم، حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احد میں شہادت، ص: ۸۔۱۰۷، کتب خانہ فیضی لاہور)

ایضاً

حضرت صدر مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند! سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۵۰۱۹]: سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہنا، اس کے جواز کا فتوی دارالعلوم سے صادر ہونا تحت حیرانی کا باعث ہے۔ نامعلوم کسی نومشق طالب علم نے فتوی کی ترتیب دی اور آپ حضرات نے بلا تحقیق کے تصدیق فرما کر اہل سنت وجماعت کو نقصان پہنچایا۔

قرآن کریم کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے انبیاء کے اسماء کے ساتھ "سلام" (۱) اور ذکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ "رضی" کا استعمال کیا ہے(۲)۔ اہل بدعت اور روافض سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت سے "علیہ السلام" کہتے ہیں، ان کا عقیدہ عصمت ائمہ اثنا عشریہ سے بھی متعلق ہے۔

فقہاء اور مفسرین کی چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر فتوی صادر فرمائیں:

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بحث شرعیہ میں کافی تھی، مگر دیگر فقہاء مجتہدین کی عبارات ان کا ساتھ دیں۔ اور سب سے بڑی غرض خدمت ہے کہ خود فتاوی عزیزی کے قدیم نسخہ میں جو بخاری کے مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں دیکھا گیا جس میں تفصیل سے دو صفحات پر پھیلا کر جواز وعدم جواز ہر دو طرح کے دلائل قلمبند فرما کر کے آخر میں اپنا قول فیصل یوں فرماتے ہیں:

"پس واضح دلائل مثل آفتاب نیمروز گردید کہ صلوۃ چہ بلکہ سلام ہم بالاستقلال بر غیر انبیاء جائز نیست، وآنچہ اسناد و شواہد بر جواز سلام آوردند نمونہ ایست قابل تمسک نیستند، لاحتمال الوجوہ الأخر فیہا۔ وشاہد نص فی المطلوب باید نہ محتمل الوجوہ۔ کما سبق. پس اثبات دعوی بآنہا نتوان کرد غور باید کرد و انصاف باید داد، ورجال را بحق باید شناخت نہ حق را برجال"۔ فتاوی عزیزی

---

(۱) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿سلام علی نوح فی العالمین﴾ (سورۃ الصافات: ۷۹)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿سلام علی إل یاسین﴾ (سورۃ الصافات: ۱۳۰)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿سلام علی إبراہیم﴾ (سورۃ الصافات: ۱۰۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ﴾ (سورۃ البینۃ: ۸)

مخطوطہ، ص: ۳۳۰، ۳۳۱ (۱)۔

۲..... تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

"أما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصلوة، فمكروه، وهو من شعار الروافض. وفي الإكليل في توضيح الصلوة والسلام ناقلاً عن الإمام الجويني: إنه في معنى الصلوة، فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: عليٌّ عليه السلام. وبعد السطرين: قد بين علة المنع بحيث قال: والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلوة: إن ذلك شعار أهل البدع، ثم استشهد من شفاء القاضي عياض تركتها اختصاراً" (۲)۔

۳..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر مظہری میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے:

"لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلحوا على اختصاص لفظ "الصلوة" بالأنبياء أو بنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم إلا تبعاً. وبناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالى: أكره الصلوة على غير الأنبياء. قال عياض رحمه الله تعالى: هذا قول مالك وسفيان، وهو قول المتكلمين والفقهاء، قالوا: يذكر غير الأنبياء بالرضى والغفران والرحمة".

"الصلوة على غير الأنبياء فلم يكن من المعروف، وإنما أحدثت في دولة بني هاشم يعني الخلفاء العباسية". ملخصاً۔

یہ تفسیر پارہ نمبر: ۱۱، آیت: ﴿وصل عليهم﴾ الخ کے تحت منقول ہے (۳)۔

۴..... روح المعانی، پ نمبر ۲۲: ﴿وصل عليهم﴾ کے تحت مفصل وضاحت مذکور ہے:

"فلا يقال: عليٌّ عليه السلام، بل يقال: رضي الله تعالى عنه. والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلوة من أن ذلك شعار أهل البدع، وأنه مخصوص في لسان السلف بالأنبياء والملائكة عليهم السلام" (۴)۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۲۳۶، باب العقائد، سعید)

(۲) (مدارک التنزیل، (سورۃ الأحزاب) : ۳/ ۳۵۴، قدیمی)

(۳) (التفسیر المظهری، (سورۃ التوبۃ : ۱۰۳)، ۳/ ۲۹۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۴) (روح المعانی : ۲۲/ ۸۹، تحت قوله تعالى: ﴿صلوا عليه﴾ (سورۃ الأحزاب : ۵۶)، دار إحياء بيروت)

۵ "شفاء" قاضی عیاض حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ میں سلام کی بحث میں بڑی صاف عبارت مل جائے گی۔ دیکھئے (۱)۔

---

(۱) قال القاضي رحمه الله: "عامة أهل العلم متفقون على جواز الصلاة على غير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وروي عن ابن عباس: أنه لا تجوز الصلاة على غير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم" وروي عنه: لا تنبغي الصلاة على أحد إلا النبيين. وقال سفيان: يكره أن يصلي إلا على نبي. ووجدت بخط بعض شيوخي: مذهب مالك أنه لا يجوز أن يصلي على أحد من الأنبياء سوى محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، وهذا غير معروف من مذهبه، وقد قال مالك في المبسوطة ليحيى بن إسحاق: أكره الصلاة على غير الأنبياء، وما ينبغي لنا أن نتعدى ما أمرنا به. قال يحيى بن يحيى: لست آخذ بقوله، ولا بأس بالصلاة على الأنبياء كلهم وعلى غيرهم، واحتج بحديث ابن عمر وبما جاء في حديث تعليم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الصلاة عليه، وفيه: "وعلى أزواجه وعلى آله".

وقد وجدت معلقاً عن أبي عمران الفاسي: روي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كراهة الصلاة على غير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: وبه نقول، ولم يكن يستعمل فيما مضى. وقد روى عبد الرزاق عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "صلوا على أنبياء الله ورسله، فإن الله بعثهم كما بعثني" قالوا: والأسانيد عن ابن عباس لينة.

والصلاة في لسان العرب بمعنى الترحم والدعاء، وذلك على الإطلاق حتى يمنع منه حديث صحيح أو إجماع، وقد قال تعالى: ﴿هو الذي يصلي عليكم وملئكته﴾ [الأحزاب: ۴۳] الآية. وقال: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم﴾ [التوبة: ۱۰۳] الآية. وقال: ﴿أولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة﴾ [البقرة: ۱۵۷].

وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "اللهم صل على آل أبي أوفى". وكان إذا أتاه قوم بصدقتهم قال: "اللهم صل على آل فلان". وفي حديث الصلاة: "اللهم صل على محمد وعلى أزواجه وذريته". وفي آخر: "وعلى آل محمد". قيل: أتباعه، وقيل: أمته، وقيل: آل بيته، وقيل: الأتباع والرهط والعشيرة، وقيل: آل الرجل ولده، وقيل: قومه، وقيل: أهله الذين حرمت عليهم الصدقة.

وفي رواية أنس: سئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من آل محمد؟ قال: "كل تقي". ويجيء على مذهب الحسن أن المراد بآل محمد محمد نفسه، فإنه كان يقول في صلاته على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "اللهم اجعل صلواتك وبركاتك على آل محمد". يريد نفسه، لأنه كان لا يخل =

لکھے گئے ہیں(۱)۔

۱۱..... وہیں پر حاشیہ بھی دیکھ لیا جائے، جمہور عدم جواز کی طرف گئے ہیں(۲)۔

۱۱..... "أما الصلوة على غير الأنبياء عليهم الصلوة والسلام، يجوز تبعاً، وتكره مستقلاً؛ لأنه في العرف شعار ذكر الرسل، ولذلك كره أن يقال: محمد عزوجل مع كونه عزيزاً جليلاً"(۳)۔

۱۲..... غنیۃ المستملی (المعروف بالکبیری) میں ہے:

"ولا يقال: فلان عليه السلام، فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع"(۴)۔

۱۳..... تفسیر کشاف میں ہے:

"لأنه يؤدي إلى الاتهام بالرفض" ۳/۵۵۸(۵)۔

۱۴..... طیبی کے حوالے سے مشکوٰۃ کے حاشیہ پر ہے:

---

(۱) (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمي)

(۲) "قوله: على أبي حنيفة رحمه الله تعالى. ذكره للرغبة والاستهلال، ولم يذكره بالصحابة إشارة إلى أنه من التابعين، وهو الأشبه بالصواب، لما لم يختلفوا في رؤيته أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه. وإنما خص أبا حنيفة رحمه الله تعالى بالدعاء والسلامة ليعلم أن المصنف رحمه الله تعالى حنفي المذهب". (حاشية أصول الشاشي، المصدر السابق، (رقم الحاشية: ۸)، قديمي)

(۳) لم أجد هذه العبارة بلفظها، وقد ذكر النووي المسألة بهذا اللفظ: "ولا يصلى على غير الأنبياء استقلالاً لكن يصلى عليهم تبعاً، فيقال تبعاً: اللهم صل على محمد وآل محمد وأصحابه وأزواجه وذريته لم يكن في السلف، استعمالهم ذلك، بل خصوا به الأنبياء، كما خصوا الله تعالى بالتقديس والتسبيح، فيقال: قال الله عزوجل ولا يقال: قال النبي عزوجل وإن كان عزيزاً جليلاً". (حاشية النووي على صحيح الإمام مسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۶، قديمي)

(۴) (الحلبي الكبير للشيخ إبراهيم الحلبي الحنفي، ص: ۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۵) (الكشاف، سورة الأحزاب: ۵۶: ۳/۵۵۸، دار الكتب العربي بيروت)

فرمائیں گے۔اس میں اہلِ بدعت اور اہلِ سنت کے مابین اس نوع کا معرکۃ الآراء عقیدہ گرم ہے، اہلِ بدعت ایسے ہیں جو صحابہ کی ایک جماعت پر لعن وطعن کرتے ہیں اور مجوز ہیں "علیہ السلام" بہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ورنہ دیوبندی وبریلی کے مختلف اداروں سے جوابات موصول ہوچکے ہیں، سب نے منع تجویز فرمائے فقط والسلام۔

حیدر علی، کتب خانہ مہدوی، مظہر العلوم بنارس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... سلام ایک تحیہ اور دعاء ہے، زندوں کے لئے بھی، مُردوں کے لئے بھی۔ ملاقات کے وقت اس کی تعلیم دی گئی ہے(۱) "السلام علیکم، وعلیکم السلام"(۲)، اس کے ساتھ "ورحمۃ اللہ" اور "وبرکاتہ" بھی ثابت ہے(۳)۔

---

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن أولى الناس بالله من بدأهم بالسلام". رواه أحمد وأبوداود والترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

(۲) "والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام: ۳۲۵/۵، رشيديه)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، ثم جلس، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه، فجلس، فقال: "عشرون". ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فجلس، فقال: "ثلاثون". رواه الترمذي وأبوداود". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، ص: ۳۹۸، قديمي)

(وكذا في سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيف السلام: ۲/۶۹۹، دارالحديث ملتان)

وقال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "والأفضل أن يقول: السلام عليكم ليتناوله وملكيه، وأكمل منه أن يزيد: ورحمة الله، وأيضاً وبركاته، وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب يسلم الراكب على الماشي: ۲۱۲/۲، قديمي)

سلام کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے سے جان پہچان ہو تو سلام کیا جائے بلکہ: "وتقرئ السلام على من عرفت ومن لم تعرف" اھ۔ بخاری شریف(۱)۔

اس کو آپس کی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لئے اس کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم ہے:

"أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم" اھ۔ مسلم شریف"(۲)۔

صغیر بڑے پر، قلیل کثیر پر، راکب ماشی پر، ماشی قاعد پر سلام کرے، اس کی تلقین کی گئی ہے(۳)، حتیٰ کہ ملائکہ کو آدم علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرنا اور ان کا جواب دینا منقول ہے(۴)۔ اس میں کسی کا خصوصی استثناء نہیں۔ اس کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی خصوصیت نہیں، ان کی خصوصی تعلیم تخصیص نہیں ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خود اہل بیت اطہار ہوں یا خلفائے راشدین مہدیین ہوں یا دیگر کوئی بزرگ ہوں، کسی کے لئے اس کی مخالفت نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں، نہ اجماع سے ثابت، نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے۔

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفة وغير المعرفة: ۹۲۱/۲، قديمي)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون وأن محبة المؤمنين من الإيمان وأن إفشاء السلام سبب لحصولها: ۵۴/۱، قديمي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يسلم الصغير على الكبير، والمار على القاعد، والقليل على الكثير".

"وعنه رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يسلم الراكب على الماشي، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير". (صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب تسليم القليل على الكثير، وباب: يسلم الراكب على الماشي: ۹۲۱/۲، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خلق الله آدم على صورته ... فلما خلقه قال: اذهب فسلم على أولئك النفر وهم نفر من الملائكة جلوس فاستمع ما يحيونك فإنها تحيتك وتحية ذريتك، فذهب فقال: السلام عليكم، فقالوا: السلام عليك ورحمة الله" اھ. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول: ۳۹۷/۲، قديمي)

کسی وقت یا کسی مقام میں اگر یہ لفظ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عرفاً مخصوص ہو کر شعارِ روافض ہو گیا ہے تو اس کی شعاریت کو ختم کر دینے کی ضرورت ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ حضرات خلفائے اربعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ازواجِ مطہرات کے لئے بھی اس کو استعمال کیا جائے (۱)۔

روافض کا عقیدہ ان سب کے حق میں معصومیت کا نہیں، بلکہ بعض کے حق میں تو نہایت قبیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ پس یہ بات ختم ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی نہ اختیار کیا جائے، اس سے بھی بظاہر کوئی شعاریت باقی نہ رہے گی (۲)، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات ضرور مستقر ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے مستعمل ہوتا ہے غیر معصوم کے لئے نہیں۔

پس جن اکابر محدثین: امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے کلام میں یہ لفظ غیر نبی کے لئے استعمال ہوا ہے ان کے متعلق یہ خیال قائم ہوگا کہ وہ بھی ان کو معصوم مانتے تھے اور ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعوں کا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں وہ اکابر اور شیعہ متحد ہیں، یا شیعوں کا عقیدہ ان سے ماخوذ ہے، یا نعوذ باللہ وہ بھی شیعہ تھے، اس لئے اس خرابی کے پیش نظر غور کر لیا جائے کہ شعاریت کو ختم کرنے کی کونسی صورت اہون ہے۔

آپ نے جو عبارات منسلکہ پرچہ میں نقل کی ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کے علاوہ بقیہ اکثر عبارات پہلے بھی دیکھی ہوئی ہیں، اب مکرر بھی مراجعت کی، ان میں سے بیشتر عبارات تو لفظ "صلوٰۃ" سے متعلق ہیں "سلام" کے متعلق نہیں۔ اور بعض عبارات احناف کی نہیں، غیر احناف کی ہیں جن کو حنفیہ

---

(۱) "قلت: وقد غلب في هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد علي رضي الله تعالیٰ عنه بأن يقال: "عليه السلام" من دون سائر الصحابة أو "كرم الله وجهه". وهذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوّى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله عنه، ورضي عنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶)، ۴/۳، ۵۱۷، ۵۱۶، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "لا يصلي على غير الأنبياء و على غير الملائكة .. ..اه". (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

پر حجت قرار دینا مشکل ہے۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر دو عبارت متعارض ہیں۔

۲۔ مدارک کی عبارت منقولہ میں "الصلوٰۃ" کو اہل بیت کے لئے مکروہ لکھا ہے "السلام" کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے حاشیہ اکلیل میں "السلام" کا مکروہ ہونا، امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا ہے۔

یہ ہر سہ حضرات حنفی نہیں، ان کے منع کا مدار بھی شعاریت ہے جس کا حل اوپر بیان کر دیا گیا۔ جیسے: لفظ "امام" شیعوں کے نزدیک معصوم کے لئے مخصوص اور ان کا شعار ہے مگر اہل سنت والجماعت نے اس لفظ کو دوازدہ حضرات کے لئے مخصوص نہیں رکھا، بلکہ اور بھی بہت سے حضرات پر اس کا اطلاق کیا، جیسے ائمہ اربعہ، ائمہ مجتہدین اور ائمہ کلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اب یہ شبہ نہیں ہوتا کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے، اس کی شعاریت ختم ہوگئی (۱)۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ سب بحث لفظ "صلوٰۃ" کے متعلق ہے، نہ کہ "السلام" کے متعلق (۲)۔

۴۔ روح المعانی میں لفظ "علی علیہ السلام" کو منع کیا ہے، احقر نے بھی گذشتہ فتویٰ میں بحوالہ شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نقل کر دی تھی، اس کی دلیل قیاس ہے "الصلوٰۃ" پر، سو وہی شعار ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔

---

(۱) "أما إذا أفرد غيره من أهل البيت، فمكروه، وهو من شعار أهل البدع". (تفسير مدارك: ۳/۳۵۲، قديمي)

(۲) "لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلحوا على اختصاص لفظ "الصلاة" بالأنبياء أو بنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم إلا تبعاً، وبناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالى: أكره الصلاة على غير الأنبياء. وقال عياض: هذا قول مالك وسفيان، وهو قول المتكلمين والفقهاء، قالوا: يذكر غير الأنبياء بالرضى والغفران والرحمة. وأما الصلاة على غير الأنبياء، فلم يكن من المعروف، وإنما أحدثت في دولة بني هاشم، يعني خلفاء العباسية". (التفسير المظهري: ۳/۲۰۹، حافظ كتب خانه كوئٹه)

۵ ... قاضی عیاض حنفی نہیں۔

۶ ... وہ بحث بھی دیکھ لی ہے۔

۷ ..... اس کو خود یہاں کے فتویٰ میں نقل کر دیا گیا تھا جیسا کہ ابھی نمبر ۳ کے ذیل میں گذرا۔

۸ ... تفسیر کبیر کے مصنف حنفی نہیں، علاوہ ازیں اس میں "الصلوٰۃ" کا تذکرہ ہے "السلام" کا نہیں ہے۔

۹ ... اس میں بھی "الصلاۃ" سے بحث ہے "السلام" سے تعرض نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جس قدر عقیدت ہے اور اس کی بناء پر "السلام علی ابی حنیفۃ" مصنف اصول الشاشی نے لکھ دیا ہے تو کیا ان کو معصوم تصور کر کے لکھا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا حضرت امام سے بڑے بڑے صحابہ اس عقیدت کے مستحق نہیں، درحقیقت ایسا لکھ کر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعاریت پر ضرب لگا دی اور بتا دیا کہ یہ لفظ معصوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۱۰ ... میری کتاب میں اس پر کوئی حاشیہ ہی نہیں، بہتر ہوتا آپ وہ عبارت بھی نقل فرما دیتے، تاہم اگر جمہور حنابلہ کا یہ مسلک ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے تو مجھے اصرار نہیں، رجوع کر لوں گا، مگر اب تک میری نظر سے یہ نہیں گذرا، بلکہ ابھی ترجیح فقہاء سے اس کا راجح اور مختار ہونا بھی نہیں دیکھا۔

۱۱ ... کبیری میں اصالۃً تو "الصلوٰۃ" کو غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر استقلالاً مکروہ لکھا ہے اور اس کا اجماعی ہونا نقل کیا ہے اور روافض کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر بھی "الصلوٰۃ" کے قائل ہیں، پھر "السلام" کو اس پر قیاس کیا، اس کی علت وہی شعاریت ہے، جس کا حل بتا دیا گیا(۱)۔

۱۲ ... اس کا حاصل بھی وہی تشبہ بالروافض سے احتراز ہے جس کی صورت اوپر لکھ دی گئی۔

۱۳ ... اس عبارت نے مسئلہ کو بہت ہلکا کر دیا: "والصحیح أنه مکروہ کراهة تنزیه"(۲) تو اس

---

(۱) "وأما استقلالاً فنکرہ إلا علی الأنبیاء والملائکة، علی ذلک إجماع السلف، خلافاً للروافض وکذلک "علیه السلام" لم یعهد فی لسان الشرع إلا لنبی، فلا یقال فلان علیه السلام ...... الخ". (الحلبی الکبیر، ص: ۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) (حاشیة مشکوٰة المصابیح، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وفضلها، الفصل —

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ مالکی کی جو تصنیف علامہ ابن عابدین نے نقل کی ہے، وہ بھی مجموعۂ صلوٰۃ وسلام سے متعلق ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"وقال القاضي عياض رحمه الله تعالى: الذي ذهب إليه المحققون، وأميل إليه ما قاله مالك وسفيان، واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين أنه يجب تخصيص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلوة والتسليم، الخ"(۱)۔

علامہ شامی کی اپنی رائے بھی ملاحظہ فرمالی جائے، "وهو هذا:

"أقول: وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا أيضاً، لكن لا مطلقاً، بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه بهم، اهـ"(۲)۔

اس نے تو استدلال کی بنیاد کو بالکل ہی منہدم کردیا۔

احقر ان تمام عبارات کو مکرر دیکھنے کے بعد بھی اپنی رائے میں تغیر و ترمیم کی ضرورت نہیں سمجھتا، ورنہ بلاجھجک رجوع کرلیتا اور قطعاً ناجائز لکھ دیتا۔

احقر کی درخواست اب بھی وہی ہے (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہے) کہ اس مسئلہ کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے، یہ ایک مستقل فتنہ ہے جس میں ذوروکالت نہیں کرسکیں گے، بلکہ استدلال کی حیثیت (کمزور اور بودے پن) کی وجہ سے مسلک کو مجروح کردیں گے۔ عجب نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آئندہ کو آپ سے اعتماد ہی ختم ہوجائے، پھر آپ کوئی پختہ مضبوط بات فرمائیں تو اس کے تسلیم کرنے میں بھی تامل کیا جائے۔

دارالعلوم کے دارالافتاء پر آپ نے جو کچھ افسوس کیا ہے، وہ غایتِ تعلق کی بنا پر ہے: "المسلم مرآۃ المسلم" کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

امید ہے کہ آئندہ بھی خیر خواہانہ مشورہ سے محروم نہیں فرمائیں گے، میں ان شاء اللہ قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا اور شکر گزار رہوں گا۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

ایضاً

سوال [۹۱۹۹]: مخدوم مکرم حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ہدایت تحقیقات اور حضرت والا کا فتویٰ مرسل ہے۔ فریق ثانی کے متعلق یہ عرض ہے:

۱ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعن الطعن کو روا رکھتے ہیں، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ بنارس میں انہوں نے مستقل فتنہ پیدا کر دیا ہے اور یہ یزید کو علانیہ ملعون اور جہنمی اور کافر کہتے ہیں۔

۲ اور اس فتنہ پیدا کرنے والے ایک مخصوص ادارہ کے علماء ہیں جو ہمیشہ اس نوع کے فتنے ابھارتے ہیں، امید کہ فوراً جواب سے نوازیں گے۔ دارالعلوم دیوبند کے فتوے کے منتظر ہم لوگ بیٹھے ہیں۔

فقط والسلام۔

ابو طارق عبدالقدوس قاسمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ہدایت تحقیقات ثانی وثالث کے بعد جواب ارسال ہے:

۱ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو شخص لعنت کرتا ہے، وہ لعنت اسی پر واپس ہوتی ہے اور وہ شخص اپنی عاقبت برباد کرتا ہے(۱)۔ اگر وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہتا ہے تو آپ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "علیہم السلام" کہئے تاکہ شعار بدعت ختم ہو جائے(۲)۔

---

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمي الرجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(۲) "وقد غلب في هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد علي رضي الله عنه بأن يقال: عليه —

اگر آپ نے خود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" نہ کہا تو آپ بچ جائیں گے، مگر وہ اس سے باز نہیں آئے گا اور اس کی شعاریت برقرار رہے گی اور بہت سے مشائخ متقدمین سے ایسی عبارتیں نقل کردے گا جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا اور آپ ان مشائخ کا احترام کریں گے اور ان کے خلاف کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

یزید کو کافر اور جہنمی کہنا ہمارا مسلک نہیں (۱)، بلکہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ کیا ہراسی شافعیؒ نے اس کو کافر اور مخلد فی النار فرمایا ہے (۲)، ہم لوگ نہ اس کو کافر کہتے ہیں اور نہ اس کی تعریف میں قصیدہ خوانی کرکے اس کو [illegible] علیہ السلام کہتے ہیں (۳) اگرچہ شرح عقائد نسفی میں اس پر لعنت کو جائز لکھا ہے، بلکہ لعنت کر بھی دی ہے (۴)، لیکن ہمارے اکابر نے یہ طریقہ پسند نہیں کیا۔

۲- ان کے جواب میں اگر خاموشی اختیار کی جائے تو ممکن ہے کہ سنجیدہ طبقہ اس کو قابل التفات نہ سمجھے، پھر چند روز میں یہ خود ہی ختم ہو جائے، ورنہ جواب کی صورت میں تو پھر جواب الجواب وغیرہ کی نوبت آکر اشتداد ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک رحم فرمائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ والسلام۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۰ھ۔

= السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه، وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله تعالى عنه وعنهم أجمعين". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۱۷/۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) "وأما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة وغيره أنه لا ينبغي اللعن عليه، لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن لعن المصلين ومن كان من أهل القبلة". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۲، قديمي)

(۲) "وبعضهم أطلق اللعن عليه: أي على يزيد لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين رضي الله تعالى عنه انتهى". (شرح الفقه الأكبر، المصدر السابق)

(۳) "وحقيقة الأمر التوقف فيه، ومرجع أمره إلى الله سبحانه تعالى". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۳، قديمي)

(۴) "والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانته أهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه =

یزید کے لئے "علیہ السلام" اور "رضی اللہ عنہ" کا استعمال

سوال [۹۱۰۷]: کیا یزید کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"علیہ السلام" عموماً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کہتے اور لکھتے ہیں (۱)، مگر اہل بیت کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے (۲)، کبھی دیگر اولیاء اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

فاسق وفاجر کے لئے "رضی اللہ عنہ" اور "نور اللہ مرقدہ"

سوال [۹۱۰۸]: اگر ایک فاسق وفاجر شخص کو ہم "رضی اللہ عنہ" کہیں تو کیا گناہ ہے؟ "نور اللہ مرقدہ" کہنے میں تو حرج ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کیا فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے مغفرت اگر فاسق وفاجر کے لئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی (۳)۔

= وسلم مما تواتر معناه وإن كان تفاصيله آحاداً، فنحن لا نتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه". (شرح العقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۱۷، المطبع اليوسفي)

(۱) "قال الجمهور من العلماء: لا يجوز إفراد غير الأنبياء بالصلاة؛ لأن هذا قد صار شعاراً للأنبياء إذا ذكروا، فلا يلحق بهم غيرهم، فلا يقال: "قال أبو بكر صلى الله عليه، أو قال علي صلى الله عليه" وإن كان المعنى صحيحاً". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۶۱۹/۳، مكتبة دار الفيحاء)

(۲) "ويستحب الترضي للصحابة، وكذا من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً ...... والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل =

عرفاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے لئے، یا بہت سے بہت ان کے قریب تر حضرات کے لئے ہے، اس وجہ سے کسی فاسق وفاجر کے لئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے، یا ان کے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۲، امدادیہ ملتان)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى على زانية ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلوة على أهل لا إله إلا الله: ۳/۴۲، دار الفكر بيروت)

(۱) "يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، فيقال: رضي الله عنه، أو رحمه الله، ونحو ذلك. وأما ما قاله بعض العلماء: إن قوله: رضي الله عنه مخصوص بالصحابة، ويقال في غيرهم: رحمه الله فقط، فليس كما قال، ولا يوافق عليه، بل الصحيح الذي عليه الجمهور استحبابه، ودلائله أكثر من أن تحصر، فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابي قال: قال ابن عمر رضي الله عنهما، وكذا ابن عباس، وابن الزبير، وابن جعفر، وأسامة بن زيد ونحوهم، ليشمله وأباه جميعاً". (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله، باب الصلوة على الأنبياء وآلهم تبعاً لهم صلى الله تعالى عليه وسلم، فصل: يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين، ص: ۱۹۰، دار البيان بيروت)

"ويستحب الترضي للصحابة رضي الله عنهم، وكذا من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان". (الدر المختار). "(قوله: ويستحب الترضي للصحابة)؛ لأنهم كانوا يبالغون في طلب الرضا من الله تعالى، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهؤلاء أحق بالرضا، وغيرهم لا يلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهباً". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۸، سعید)

باب الحجاب

الفصل الأول في ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

پردہ فرض ہے یا سنت؟

سوال[۱۱۹۹]: ۱..... غیر محرم سے مستورات کے لئے پردہ فرض ہے یا سنت؟ اور قرآن شریف کی کس آیت شریفہ کی رو سے، یا کس حدیث شریف کی رو سے؟ کہ پوری تسلی کر کے عمل کیا جائے؟

پردہ کس سے فرض ہے؟

سوال[۱۲۰۰]: ۲..... زید کے باپ سے زید کی بیوی کو پردہ کرنا آیا ہے یا نہیں؟ اور اگر پردہ کرنا نہیں آیا تو اس کے بارے میں قرآن شریف کی کوئی آیت شریفہ ہے، یا حدیث شریف ہے؟ اسے بھی درج فرما کر ممنون فرمائیں۔ فقط۔

ڈاکٹر محمد عبدالرشید، اسسٹنٹ سرجن سول ہسپتال صوابی، ڈاکخانہ صوابی، ضلع پشاور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... فرض ہے لقوله تعالى: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ الآية"(۱)، بدائع الصنائع: ۵/۱۲۱(۲)۔

---

(۱) (سورة النور: ۳۱)

(۲) العبارة بتمامها: "وأما النوع السادس: وهن الأجنبيات الحرائر، فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى الوجه والكفين لقوله تعالى: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ [النور: ۳۰]، إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهي الوجه والكفان رخص بقوله تعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾ [النور: ۳۱]. والمراد من الزينة مواضعها، ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والعطاء، ولا يمكنها ذلك عادة –

"لایجوز النظر إلی المرأۃ لما فیہ من خوف الفتنۃ، ولھذا قال علیہ الصلوۃ السلام: "المرأۃ عورۃ مستورۃ"۔ زیلعی: ۶/ ۱۷(۱)۔

﴿فاسئلوھن من وراء حجاب﴾ الآیۃ(۲)۔

۳...... نیز: "یحل للرجل النظر من ذوات محارمہ إلی رأسھا .... لقولہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولا یبدین زینتھن إلا لبعولتھن أو آبائھن أو آباء بعولتھن﴾ الآیۃ"۔ بدائع: ۵/ ۱۲۰(۳)۔

وبسط طرق الاستدلال فی إلقاء السکینۃ۔ بلکہ ان کے خلاف نص ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ۱۱/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، یکم/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔　　الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= إلا بکشف الوجہ والکفین، فیحل لھا الکشف، وھذا قول أبی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاستحسان، النوع السادس: ۶/ ۴۹۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) (تبیین الحقائق، کتاب الکراھیۃ، فصل فی النظر والمس: ۷/ ۴۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) (سورۃ الأحزاب: ۵۳)

"عن ابن عمر رضی اللہ عنھما، عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "المرأۃ عورۃ، فإنھا إذا خرجت من بیتھا استشرفھا الشیطان"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبۃ وبیان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

(وکذا فی الھدایۃ: ۴/ ۴۵۸، فصل فی الوطی والنظر والمس، کتاب الکراھیۃ، مکتبۃ شرکت علمیۃ)

(۳) (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان، النوع الثالث: ۶/ ۴۸۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/ ۳۲۸، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیہ وما لا یحل لہ، کتاب الکراھیۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/ ۳۶۷، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی النظر والمس، سعید)

(وکذا فی الھدایۃ: ۴/ ۴۶۱، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الوطی والنظر والمس، مکتبہ شرکۃ علمیہ)

پردہ کا حکم

سوال [۹۲۰۱]: ۱..... پردہ اسلام میں ضروری ہے یا نہیں؟

۲..... اگر کوئی عورت پردہ نہ کرے تو اس کو گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... پردہ اسلام میں ضروری چیز ہے، قرآن کریم (۱) اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا ایها النبی قل لأزواجک و بناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامة الجصاص: "روی عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال "الجلباب الرداء". وقال ابن ابی نجیح عن مجاهد: یتجلبن، لیعلم أنهن حرائر، ولا یعرض لهن فاسق. وروی محمد بن سیرین عن عبیدة: ﴿یدنین علیهن من جلابیبهن﴾. قال: تقنّع عبیدة، وأخرج إحدی عینیه.

وحدثنا عبدالله بن محمد قال. حدثنا الحسن بن أبی الربیع قال: أخبرنا عبدالرزاق قال: أخبرنا معمر عن الحسن قال: کن إماء بالمدینة یقال لهن: کذا وکذا، یخرجن فیعرض لهن السفهاء فیؤذونهن، وکانت المرأة الحرة تخرج فیحسبون أنها أمة فیعرضون لها، فیؤذونها، فأمر الله المؤمنات أن ﴿یدنین علیهن من جلابیبهن، ذلک أدنی أن یعرفن﴾ أنهن حرائر فلا یؤذین ..... اهـ". (أحکام القرآن للجصاص: ۳/۳۷۱، قدیمی)

(۲) "وعن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشیطان". رواه الترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

"وعن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها أنها کانت عند رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومیمونة رضی الله تعالیٰ عنها إذ أقبل ابن أم مکتوم، فدخل علیه، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "احتجبا منه". فقلت: یا رسول الله! ألیس هو أعمی لا یبصرنا؟ فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أفعمیاوان أنتما ألستما تبصرانه؟" (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

۲..... وہ گنہگار ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳۰/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

پردہ کس عمر سے کس عمر تک کرنا چاہیے؟

سوال [۹۲۰۲]: پردہ کے متعلق عورت کو کس عمر تک پردہ کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی جوان ہوجائے کہ اس کے اندر ایسا مادہ پیدا ہوجائے کہ خود اس کو مرد کی خواہش ہونے لگے، یا مردوں کو اس کی خواہش ہونے لگے تو وہ پردہ کے قابل ہوگی، پھر ساری عمر پردہ کرے گی، کسی وقت بھی اس کو آزادی نہیں کہ بے پردہ ہو کر مردوں میں گھومتی پھرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۵/ ۹۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿تلک حدود اللہ، ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ﴾ (سورۃ الطلاق: ۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا، ولہ عذاب مہین﴾ (سورۃ النساء: ۱۴)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیہا النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامۃ الجصاص: "روی عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: "الجلباب الرداء". وقال ابن أبی نجیح عن مجاہد: یتجلببن، لیعلم أنہن حرائر، ولا یعرض لہن فاسق. وروی محمد بن سیرین عن عبیدۃ: ﴿یدنین علیہن من جلابیبہن﴾. قال: تقنّع عبیدۃ، وأخرج إحدی عینیہ.

وحدثنا عبد اللہ بن محمد قال: حدثنا الحسن بن أبی الربیع قال: أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا معمر عن الحسن قال: کن إماء بالمدینۃ یقال لہن: کذا وکذا، یخرجن فیتعرض لہن السفہاء فیؤذونہن، وکانت المرأۃ الحرۃ تخرج فیحسبون أنہا أمۃ فیتعرضون لہا، فیؤذونہا، فأمر اللہ المؤمنات أن ﴿یدنین علیہن من جلابیبہن، ذلک أدنی أن یعرفن﴾ أنہن حرائر فلا یؤذین　　اھ". (أحکام القرآن للجصاص، (سورۃ الأحزاب: ۵۹): ۳/ ۳۷۲، قدیمی)

چہرہ کا پردہ

سوال [۴۰۳۴]: چہرہ کا پردہ عورت کے لئے کسی حدیث یا کلام اللہ سے ثابت ہے یا اجماعِ امت اور قیاس سے؟ اور اس کی علت اندیشۂ فساد ہے یا اور کچھ؟ اگر اندیشۂ فساد ہے تو عورت کا چھپانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

سعید احمد غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقلد کا منصب علت دریافت کرنا نہیں(۱)، یہ کام مجتہد کا ہے، مقلد کا فرض ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو دیکھ کر سمجھ کر جو مسئلہ بتا دیا ہے اس پر عمل کرے، ماخذ کے درپے نہ ہو، اجنبی سے چہرہ کا چھپانا بلا اندیشۂ فتنہ بھی علاوہ مواقع مستثنیٰ کے ہر حال میں ضروری ہے:

"(فحل النظر) مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام، وهذا في زمانهم، وفي زماننا فمنع من الشابة، قهستاني وغيره". در مختار(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/شوال/۵۳ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: "على أن الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله كما أفاده في رسم المفتي" (الدر المختار: ۳/۱۰۲، كتاب النكاح، باب الرضاع، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۶/۳۷۰، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(وقال الله تعالى: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ قال أبوبكر: في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج، لئلا يطمع أهل الريب فيهن، وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها، لأن قوله تعالى: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر" (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۵۹): ۳/۵۲۴، قديمي)

قال الحافظ ابن كثير: "أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عيناً واحدةً" (تفسير ابن كثير: ۳/۶۹۳، (سورة الأحزاب: ۵۹)، مكتبة دار السلام، رياض)

= ''آج کل بعض لوگ یہ شور مچا رہے ہیں کہ "اسلام میں پردہ کا حکم تو ہے مگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے"۔ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتی کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ پھر وہی مشکل ہے اور وہی گنجائش ہے، سورۂ احزاب کی آیت ﴿یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے۔

بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ ہوا ہے، کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ کھلا رہنے سے نماز ہو جاتی ہے (جس پر قیاس کرکے چہرے کے پردہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں) حالانکہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ شرائط نماز میں لکھا ہے، نہ کہ احکام پردہ میں، لہٰذا چہرہ کھول کر نماز ہو جانے سے غیر محرموں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے پر استدلال کرنا بے بنیاد ہے۔ حضرات فقہاء نے شرائط نماز میں اس مسئلے کو لکھا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے اسی مسئلے کے بعد "وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال" فرمایا ہے تاکہ سطحی لوگوں کے منہ پر مہر ثبت فرمادیں۔

اور شیخ ابن الہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے:

"وفي الفتاوى: الصحيح ان المعتبر في فساد الصلوة انكشاف ما فوق الاذنين، وفي حرمة النظر يستوي ما يليها، اي ما فوق الاذنين وما تحتهما" (زاد الفقیر، ص: ۴۵ مجلس علمی ڈابھیل)

دوسری بات یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ چہرہ کھولنے کی اجازت ہے، تب بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ جو لوگ ﴿الا ما ظهر منها﴾ سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھول کر گھومنے پھرنے کا جواز ثابت کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تو محض دوسرے اعضاء کی طرح ان کے چھپانے کے اہتمام سے رخصت وتخفیف دی ہے، اس میں نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کے جواز و عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (اور) آیت میں ﴿الا ما ظهر منها﴾ فرمایا ہے، "الا ما اظهرن" نہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصداً ارادۃً نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے''۔ (ملخص از خواتین کے لئے شرعی احکام)

پھر اس دور فساد میں فتنہ سے مامون رہنے کی کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ وہ خوف فتنہ و فساد کی وجہ سے چہرہ کے پردہ پر تمام علمائے کرام متحد و متفق ہیں، بالفرض اگر چہرے کا پردہ نہیں تب بھی اس دور فساد میں فتنہ کی وجہ سے واجب ہے، لان درء المفسدة مقدم على جلب المنفعة. واللہ اعلم بالصواب۔

چہرہ کا پردہ

سوال [۱۰۲۰۳]: قاہرہ کی ادیب خانم نے جو ایک مشہور ترکی خاتون ہیں ترکی میں مشرق ومغرب کی کشمکش کے عنوان پر اپنے ساتویں خطبہ میں یہ بات صاف طور پر ظاہر کی ہے کہ:

"کلامِ نبی کے اعتبار سے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر، سینے اور زینت کو چھپادیں، چہروں کے چھپانے کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ عورتوں سے کہا گیا ہے کہ وہ گھر میں قید رہیں اور خدمتِ عامہ انجام نہ دیں"۔ علاوہ ازیں اسی خطبہ میں آگے چل کر یہ الفاظ موجود ہیں کہ "اگر اس پردہ کو مسلمان قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اختیار ہے، مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کی بنا مذہب کے احکام پر ہے"۔

لہٰذا آپ سے مہربانی یہ فرمائیے کہ وہ کونسی احادیث یا اسلامی روایات ہیں جن کی رو سے عورتوں کو غیر مردوں سے چہرہ چھپانا ضروری ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر، سینہ، زینت اور زینت کی جگہوں کے چھپانے کا حکم تسلیم کرنے کے بعد چہروں کے چھپانے کے حکم میں تامل کرنا بڑی حیرت انگیز ہے، غور کا مقام ہے ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ (۱) کا حکم کس لئے ہے، اگر اس سے چہروں کا پردہ مقصود نہیں تو کیا ہے، اور ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ الآية (۲) کا کیا مطلب ہے؟

اس کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح مروی ہے:

"قال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما: أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب، ويبدين عيناً واحدة" اهـ. ابن كثير (۳)۔

---

(۱) (سورة النور: ۳۰)

(۲) (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۳) (تفسير ابن كثير: ۳/۶۸۳، (سورة الأحزاب: ۵۹)، دار الفيحاء دمشق)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اصالۃً گھروں میں رہنے کا حکم ہے، اگر کسی حاجت کے لئے مجبوراً نکلیں تو چہرہ اور سر چھپا کر نکلیں، راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کی مقدار کھولنے کی گنجائش ہے۔ اور عبیدہ سلمانی نے اس آیت کی تفسیر بتلاتے وقت اپنا چہرہ اور سر چھپا کر دکھلایا اور صرف بائیں آنکھ کو کھولے رکھا، کما فی تفسیر ابن کثیر (۱)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کس قدر موجب فضیلت ہے، لیکن ارشاد ہے:

"صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها". رواه أبو داؤد (۲)۔

ایک اور روایت میں ہے:

"ولا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات". وفي رواية: "وبيوتهن خير لهن" (۳)۔

ایک دفعہ کچھ عورتیں جمع ہو کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرد جہاد کر کے فضیلت میں ہم سے بڑھ گئے، آپ کوئی عمل ایسا بتائیے جس سے جہاد جیسی فضیلت حاصل ہو، ارشاد ہوا:

"من قعدت منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين في سبيل الله تعالى" (٤)۔

یعنی "جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھی رہے اس کو جہاد جیسا اجر ملے گا"۔

جہاد جیسی عبادت اور خدمت ملک وملت کے مقابلہ میں بھی عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم ہوا۔

---

(۱) "وقال محمد بن سيرين: سألت عبيدة السلماني عن قول الله عز وجل: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ فغطى وجهه ورأسه، وأبرز عينه اليسرى". (تفسير ابن كثير: ٣/٨٠٢، دار الفيحاء، دمشق)

(۲) (مشكوة المصابيح، ص: ٩٦، كتاب الصلوة، باب الجماعة، الفصل الثاني، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ١/٩١، كتاب الصلوة، باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد، إمداديه ملتان)

(۳) (سنن أبي داؤد: ١/٩١، كتاب الصلوة، باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد، إمداديه ملتان)

(٤) (تفسير ابن كثير: ٣/٢٣٤، دار الفيحاء دمشق)

ترمذی کی روایت میں ہے:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إن المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان"(۱)۔

خالد، ادیب، ناظم نے افسانہ نگاری اور عبارت آرائی، یا دیگر طرق مروجہ سے ملک وقوم کی خدمت کرکے ممکن ہے کہ ادبی دنیا میں کوئی خاص شہرت پیدا کی ہو، اور ارباب قلم سے خراج تحسین وصول کیا ہو، لیکن مذہبی اصول اور احکام کی تبدیلی کے لئے صرف اتنا کافی نہیں، بلکہ اس کا مستحق ہونا بہت بعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۸/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۵/شعبان/۶۴ھ۔

محرم سے پردہ کی حد

سوال[۹۲۰۵]: پردہ دار عورت، بھتیجی، بھائی، پھوپھی، چچا، نیز سے پردہ کس حد تک کرے؟ یعنی شریعت میں اس کا کیا درجہ ہے؟ اور ہاتھ صرف گٹوں تک اور چہرہ کھول کر سامنے آجائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے، یعنی ان لوگوں سے کس درجہ تک پردہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھائی اور چچا سے پردہ نہیں(۲)، بھتیجی، پھوپھا، چچازاد بھائی وغیرہ سے پردہ ہے، بالکل ان کے

(۱) (سنن الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الرضاع، باب قبیل أبواب الطلاق واللعان، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأخواتکم وعمّتکم وخالتکم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ فأفرد بنات الأخ وبنات الأخت بالذکر؛ لأن اسم الأخ والأخت لا یتناولهن کما یتناول اسم البنات بنات الأولاد"

(أحکام القرآن للجصاص: ۲/۱۷۷، قدیمی)

وقال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: "وفروع أبویه وإن نزلن، فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات". (رد المحتار: ۳/۲۸، فصل فی المحرمات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۷۳، الباب الثالث فی بیان المحرمات، رشیدیة)

سامنے نہ آئے (۱)۔ اگر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں اور مکان کی تنگی ہو تو مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ چہرہ ہاتھ نہ کھولے بلکہ گھونگھٹ کرے (۲) اور تنہائی میں ایک جگہ ان کے ساتھ نہ ہو اور بے تکلفی کی مذاق نہ کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مشترک مکان میں شرعی پردہ

سوال [۱۲۰۶]: جس مکان میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پردۂ شرعی رکھنے کی صورت (جب

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ ..... الخ". (سورة النساء: ۲۳)

وقال العلامة الشامي: "أنواع تحريم النكاح سبع

قرابة ملك رضاع جمع وزيد خمسة لشكك بالبيان

مطلقة لها ثلاثاً واللعان تعلق بحق غير من نكاح

أو عدة خوفة بلا افتضاح وآخر الكل اختلاف الجنس

كالجن والعالي لنوع الإنس".

(رد المحتار: ۲۸/۳، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۰۵/۲، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، قديمي)

(۲) "والمراد تحذير المرأة منهم كما يحذر من الموت، فإن الخوف من الأقارب أكثر، والفتنة منهم أوقع، لتمكنهم من الوصول والخلوة بلا نكير". (لمعات على هامش مشكوة المصابيح، تحت الحديث: "الحمو الموت". كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قديمي)

(۳) "وعن عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

کہ جیٹھ اور دیور کے بعد و گھر سے آتے جاتے ہوں) تحریر فرماتے ہوئے پردۂ شرعی کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باقی بدن تو چھپا رہتا ہی ہے، چہرہ بھی سامنے نہ کریں اور نہ محرم کے ساتھ خلوت کا موقع کبھی آنے دیں، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھیں۔ یا اس وقت جب کہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت مکان کے اندرونی حصہ میں چلی جائیں، یا پردہ درمیان میں لٹکا دیں، اگر گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔ یہ تو عورتوں کے حق میں ہے۔

مردوں کے حق میں یہ ہے کہ جب مکان میں جائیں، اطلاع کر کے جائیں اور نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق، نیز خلوت سے پوری احتیاط کریں۔

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت" اهـ". بخاري شريف (١)۔

"زاد ابن وهب في روايته عن مسلم: سمعت الليث يقول: الحمو أخو الزوج وما أشبهه من أقارب الزوج ابن العم ونحوه. ووقع عند الترمذي بعد تخريج الحديث قال الترمذي: يقال: هو أخو الزوج، كره له أن يخلو بها، قال: ومعنى الحديث على نحو ما روي: "لا يخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشيطان" اهـ". وهذا الحديث الذي أشار إليه أخرجه أحمد من حديث عامر بن ربيعة. وقال النووي رحمه الله تعالى: اتفق أهل العلم باللغة على أن الأحماء أقارب زوج المرأة كأبيه وعمه وأخيه وابن أخيه وابن عمه ونحوهم" اهـ". فتح الباري: ٩/٢٨٩ (٢)۔

---

(١) (صحيح البخاري: ٢/٧٨٧، كتاب النكاح، باب: لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول على المغيبة، قديمي)

(٢) (فتح الباري: ٩/٣٣١، كتاب النكاح، (رقم الحديث: ٥٢٣٢)، دار الفكر بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ٦/٢٨٧، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ٣١٠٢)، رشيدية)

"الخلوة بالأجنبية حرام، اهـ". در مختار (١)۔

"تمنع من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة، اهـ". تنویر: ١/ ٢٢٤ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

---

(١) (الدر المختار: ٦/ ٣٦٨، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(٢) (تنوير الأبصار مع رد المحتار: ١/ ٤٠٦، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، سعيد)

ترجمہ عربی عبارت

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عورتوں پر داخل ہونے سے بچو" انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ ارشاد فرمایا: "دیور تو موت ہے"۔ (بخاری شریف)۔

"ابن وہب نے مسلم کی روایت میں زیادہ کیا ہے کہ میں نے لیث سے سنا فرماتے تھے: حمو (دیور) شوہر کا بھائی ہے اور جو شوہر کے عزیز و اقارب میں سے اس کے مشابہ ہو: چچا کا بیٹا وغیرہ۔ اور حدیث کی تخریج کے بعد ترمذی نے کہا ہے: کہا جاتا ہے کہ شوہر کے بھائی کے لئے مکروہ ہے کہ اس کے ساتھ (بھائی کی بیوی کے ساتھ) تنہائی کرے۔

اور حدیث کے معنی جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث جس کی طرف اشارہ کیا ہے احمد نے عامر بن ربیعہ کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور نووی نے کہا کہ علمائے لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ احماء سے مراد عورت کے شوہر کے اقارب ہیں، جیسے: شوہر کا باپ، اس کا چچا، اس کا بھائی اور بھائی اور چچا کا بیٹا اور ان کے مثل"۔ (فتح الباری)۔

"اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے"۔ درمختار۔ "لوگوں کے درمیان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا فتنہ کے اندیشے سے"۔ (تنویر)۔

کردے تو بعد عدت نکاحِ ثانی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

بیوی کو بے پردگی سے روکنا

سوال[۹۲۰۶]: زید اپنی بیوی کو اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ وہ پردہ غیر محرم سے کرے اور چاہتا ہے کہ ہم دین پر چلیں مگر وہ دونوں سے انکار کرتی ہے۔ نیز بیوی کی حیثیت چٹنی روٹی اور کپڑا پہنانے کی ہے اور اس کی بیوی کہتی ہیں کہ بیوقوف آپ ہم سے کچھ نہیں کمائی جاتی اور اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے جیسے کہ پنی تال وغیرہ وغیرہ وہاں جہاں غیر محرم آتے جاتے ہیں، مثلاً اس کے ماموں کا لڑکا یا اس کے خالو اور اس کے خالہ کا بھتیجا وغیرہ جن سے وہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے۔

باوجود اس کے کہ چند مرتبہ اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ پردہ کرے مگر وہ نہیں مانی اور یہ جواب دیا گیا کہ ان سے پردہ ہم کر نہیں ہو سکتا۔ نیز بیوی قبول نہیں ہے کہ مرد اپنے خاوند سے علیحدہ ہو کر پاکدامن رہے۔ عرصہ ڈیڑھ سال سے وہ خود چلی گئی بلا خاوند کی مرضی۔ اب ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کے ذمہ لازم ہے کہ امورِ مذکورہ میں شوہر کی اطاعت کرے(۲)، مہر و نفقہ کے ساتھ

---

(۱) "عدة الحرة ... ثلاثة قروء، أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ ...". (مجمع الأنهر: ۱۲۹/۲، كتاب الطلاق، باب العدة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "حق الزوج على الزوجة أن تطيعه في كل مباح يأمرها به". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۵/۳، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۹۷/۲، إمدادية)

(وكذا في الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب القسم: ۵۵۰/۱، مكتبة غفارية كوئته)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "فالظاهر أنه عند الأمر به يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۸/۳، سعيد)

زندگی گذارے(۱)، علم دین بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے(۲)۔ نامحرم سے پردہ فرض ہے(۳)۔ اگر وہ نامحرم سے پردہ نہ کرے، بلکہ اس کے سامنے چہرہ کھولے تو مرد کو حق ہے کہ مناسب سزا دے اور بقدر ضرورت پیٹ بھی سکتا ہے(۴)۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: جاءت امرأة إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ما حق الزوج على المرأة؟ قال: "أن لا تمنع نفسها ولو كانت على ظهر قتب. ولا تصوم يوماً إلا بإذنه إلا رمضان، فإن فعلت، كان الأجر له والوزر عليها. ولا تخرج إلا بإذنه، فإن خرجت لعنتها ملائكة الرحمة وملائكة العذاب حتى ترجع". (تنبيه الغافلين، ص: ۴۷۸، باب حق الزوج على زوجته، مكتبه حقانيه پشاور)

"ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة". (بدائع الصنائع: ۶۰۳/۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ص: ۳۴، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله، وكيفية الصلاة. فإن تعلمه فرض عين" (مرقاة المفاتيح: ۴۷۷/۱، كتاب العلم (رقم الحديث: ۲۱۸)، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين: ۴۲/۱، سعيد)

"قال العلائي في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى، ومعاشرة عباده. وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل" (رد المحتار: ۴۲/۱، مطلب في الفرق بين المصدر والحاصل بالمصدر، سعيد)

(وكذا في فتح الباري ۱۴۱/۱، دار الفكر بيروت)

"واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج لدينه". (الدر المختار، المقدمة: ۴۲/۱، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾ الآية (سورة النور: ۳۱)

(۴) "عن قتادة رضي الله تعالى عنه قال: ذكر لنا أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال في خطبة =

اگر بلا اجازت وبلا رضامندی شوہر کہیں چلی جائے گی تو جب تک شوہر کے گھر واپس نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں، یعنی شوہر کو حق ہے کہ نفقہ بند کردے کہ جب میرے مکان پر آئے گی تب نفقہ دوں گا(۱)۔ اور جب شوہر کو بدگمانی ہے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ بیوی کو کسی ایسی جگہ جانے کی اجازت دے، جس جگہ اس کا خطرہ اور بدگمانی ہے، اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا(۲)۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حقوق میں بھی کوتاہی نہ کرے(۳)، اگر باوجود قدرت کے کمی کرے

= وقال يومئذ بمنى: "أيها الناس إن لكم على النساء حقاً، وإن لهن عليكم حقاً، وإن من حقكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم ... فإن هن فعلن ذلك، فقد أحل الله لكم أن تضربوهن ضرباً غير مبرح". (تنبيه الغافلين، ص: ۴۸۰، باب حق الزوج على زوجته، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۶۰۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت)

"يعزر الزوج إذا ضرب زوجته لترك الزينة والإجابة إذا دعاها إلى فراشه، وترك الصلوة، والخروج من البيت". (كنز الدقائق)

قال العلامة ابن نجيم: "ومنها ما إذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلمت أجنبيا ... وكما يجوز ضربها للخروج إذا كان الخروج بغير حق". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۸۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۲/۳۷۵، غفاريه)

(۱) "وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۵، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۶، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

(۲) لقوله عليه السلام: "اتقوا مواضع التهم". (كشف الخفاء، حرف الهمزة مع التاء المثناة فوقه، (رقم الحديث: ۸۹)، ۱/۴۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "الدنانير أربعة: دينار تنفقه في سبيل الله تعالى ... ودينار تنفقه على أهلك، وأعظمها أجراً الدينار الذي تنفقه على أهلك". (تنبيه الغافلين، -

کو تو گنہگار ہوگا۔ شوہر کو بھی چاہیے کہ زوجہ کو نرمی سے اولاً سمجھائے (۱) ہر وقت پٹائی اور ڈانٹ نہ ہو، تحسین سے دل جیتے اور آئندہ کی خلاف شرع، خلاف شرع حرکات سے باز آجائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ ۱۵/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے

سوال [۹۲۰۹]: شادی سے پہلے عورت نے کبھی پردہ نہیں کیا، شادی کے بعد اس کا خاوند کہتا ہے کہ پردہ کرو، مگر یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے کہ اب تک پردہ نہیں کیا تو اب کیا پردہ کرنا ہے، جب کہ ہر شخص اس کو جانتا ہے۔ دوسرے اس علاقہ میں پردہ کا رواج بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت کو خاوند کے کہنے کے مطابق پردہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو پردہ کرنا چاہیے، اگر کسی نے مدت دراز تک نماز نہیں پڑھی اور وہ یہ کہے کہ اب بڑی عمر میں کیا نماز پڑھیں گے، تو اس کا یہ مذہب غلط ہے، اسی طرح اس عورت کا جواب غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۱/ ۱۴۰۹ھ۔

— ص: ۲۸۰، باب حق المرأة على الزوج، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) "قال أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أي المؤمنين أكمل إيماناً؟ قال: "أحسنهم خلقاً مع أهله". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹)

(۲) "عن الحسن البصري، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "استوصوا بالنساء خيراً، فإنهن عندكم لا يملكن لأنفسهن شيئاً". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹، مكتبة حقانيه پشاور)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج: ۳/ ۶۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"وينبغي للآمر والناهي أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانيةً فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/ ۸۶۲، رشيديه)

کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے؟

سوال [۹۲۱۰]: کچھ لوگوں نے ایک مشہور کر رکھا ہے کہ عورت کے نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے جس سے نکاح ہوا ہے اس سے پردہ ضروری ہے۔ تو اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا جس مرد سے نکاح ہو گیا وہ اس کا شوہر ہو گیا، اگرچہ ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے پردہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا

سوال [۹۲۱۱]: یہاں انگلینڈ کا یہ اصول ہے کہ لڑکا لڑکی کی عمر جب تک سولہ سال کی نہ ہو اس وقت تک اسکول جانا فرض ہے، جب سولہ سال کی عمر ہو جاتی ہے تو اسکول کی طرف سے فیکٹری میں کام دیتے ہیں۔ تو ہم لوگوں کا پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو اسکول کی جانب سے کام ملتا ہے، اس فیکٹری میں خالص عورتوں ہی کا کام ہوتا ہے اور اس میں عورتیں ہی کام کرتی ہیں، مرد کا نام بھی نہیں۔ یہ فیکٹری سلائی کی ہے۔ میں نے ایک عالم سے پوچھا، انھوں نے یہ جواب دیا کہ جس فیکٹری میں عورتیں ہی کام کرتی ہوں اس میں کام پر لڑکی کو بھیجنے میں کوئی حرج تو نہیں، جس ڈیپارٹمنٹ میں عورتیں کام کرتی ہیں وہاں کی سپروائزر عورت ہی ہوتی ہے۔

---

(۱) "أما النظر إلی زوجته و مملوکته، فهو حلال من قرنها إلی قدمها عن شهوة و غیر شهوة، و هذا ظاهر، إلا أن الأولی أن لا ینظر کل واحد منهما إلی عورة صاحبه، کذا في الذخیرة". (الفتاوی العالمکیریة: ۳۲۸/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه وما لا یحل له، رشیدیه)

"(وینظر إلی فرج أمته و زوجته) یعني عن شهوة وغیر شهوة، قال علیه السلام: "غض بصرک إلا عن زوجتک و أمتک". و ما روي عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: کنت أغتسل أنا و رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم في إناء واحد". ولأنه یجوز المس والغشیان". (البحر الرائق: ۳۵۳/۸، فصل في النظر و اللمس، کتاب الکراهیة، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة: ۴۶۱/۴، کتاب الکراهیة، فصل في النظر و المس، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

عورتوں کو مزدوری کے لئے باہر نکلنا

سوال [۱۰۲۰۱]: ہم ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سابقہ زمانے سے ہمارے خاندان

---

(۱) "(قوله: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل) لتكتسب؛ لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً ولا نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". (البحر الرائق: ۴/۲۵۹، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيدية)

"ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة". (الدر المختار: [illegible]، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله: "(قول الشارح: للحاجة) ولغيرها لا تخرج ولو حائفة من الأزواج للأمر بالقرار في البيوت". (تقريرات الرافعي على رد المحتار: [illegible]، سعيد)

"قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضى الزوج، ليس لها ذلك، فإذا وقعت لها نازلة، إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك، لا يسعها الخروج، وإن امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضى الزوج. وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت ... ولا يسعها الخروج ما لم تقع لها نازلة". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۲۸۶، دار المعرفة بيروت)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع إليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۳۶، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

میں مچھلی پکڑنے اور اس کے فروخت کرنے کا پیشہ چلا آرہا ہے۔ گھر کے تمام مرد وعورت اپنی قوتِ بازو سے کما کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ گو وہ زمانہ شریف تھا، دوسروں کی عزت کو خود اپنی عزت سمجھا جاتا تھا، مگر آج زمانے کی فضا نے ہر شخص کے دل میں فتنہ اور بے حیائی کے جذبات کو پیدا کردیا ہے۔ اور ہماری قوم اس قدر بے خبر ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ایک ادنیٰ سے جزء پر بھی عامل نہیں ہے۔ ہماری عورتیں باہر لوگوں کی مزدوری کرتی ہیں، ہم ان کو منع کرتے ہیں مگر باز نہیں آتی ہیں۔ اور کچھ فتنے قسم کے لوگ بھی گھر پر ٹھہرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض وہ عورتیں جو باز رہتی ہیں، ان کو بھی جانے کا موقع ملتا ہے۔

اس لئے بڑے زور عرض ہے کہ آپ ان عورتوں کی کمائی حرام قرار دے کر ایسا حکم صادر فرمائیں جس کے ذریعہ یہ عورتیں اپنے اس مزدوری کے پیشہ کو چھوڑ کر پردہ کی پابند ہوجائیں اور پردہ کا حکم ان کے لئے کیا جائے تاکہ بے حیائی کا شکار نہ بنیں۔ نیز یہ بات بھی ہماری قوم میں رائج ہے: حق سلب کرلینا، ناپ تول میں کمی کرنا، جھوٹ بولنا۔ اس لئے اس پر بھی شرعی روشنی میں ان باتوں پر جواز یا ممانعت کا حکم لگائیں۔ آیا یہ باتیں صحیح ہیں یا باطل؟ اور باطل پر عمل کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے حیائی اور بدکاری کی برائی کو سب ہی جانتے ہیں، کوئی بے خبر نہیں (۱)۔ ایسی حالت میں صرف فتویٰ کافی نہیں بلکہ تعلیم کا انتظام کیا جائے، گھروں میں دینی کتابیں سنائی جائیں، بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، علمائے حق کے وعظ کہلوائیں، سب برادری اس پر غور کرکے اصلاح کا پختہ ارادہ کرے، ہر شخص اپنی بیوی کا نان ونفقہ پورا پورا دے اور اس کو مجبور کرے کہ اب تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں، تمہاری ہر ضرورت یہیں پوری کی جائے گی، مچھلی پکڑنے اور فروخت کرنے کے لئے بھی مت جانا۔

دوسرے کا حق غصب کرلینا کبیرہ گناہ ہے، جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی غصب کرے گا ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا (۲) اور چار پیسے کے عوض سات سو فرض مقبول

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۲)

(۲) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أخذ -

نمازیں ادا کی جائیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۱۳۹۰ھ۔

حفاظتِ نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت

سوال[۹۲۱۳]: یہاں کے دو کاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں، ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیوپاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کو ننگی کرکے دودھ دیتی ہیں، بیوپاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں۔ مسلم بیوپاری کو وہاں جاکر مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مال خریدنا تو درست ہے، لیکن نامحرم پر نظر نہ کی جائے، جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر وبازو کھولے ہوئے رہتی ہیں، ان کی طرف نظر ممنوع ہے (۲) اور نفسِ بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(۱) لم أظفر عليه

(۲) "عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه" رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث، قديمي)

"وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهده، وهو دليل الحرمة" (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

"اگر اچانک بلاقصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے مگر پھر دوسری بار قصداً دیکھنا جائز نہیں، لقوله عليه الصلوة =

عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا

سوال[۱۰۲۱۴]: آج کل بعض حضرات کا خیال ہے کہ چہاردیواری میں عورتوں کو محصور رکھنا ظلم ہے، عورتوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ برقع اوڑھ کر گھومنا چاہیے، کیونکہ عہد نبوی میں عورتیں جنگ میں شریک ہوتی تھیں اور ہر کام میں مدد دیتی تھیں۔

محمد یونس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن شرائط اور احوال کی رعایت سے عہد نبوی میں عورتیں جہاد میں شریک ہوئی ہیں، آج ان کا عشر عشیر بھی موجود نہیں، بلکہ ان کا پایا جانا عادۃً محال ہے، تاہم جس درجہ میں فقہاء نے اجازت دی ہے اس درجہ میں جہاد کے لئے آج بھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے، یعنی اضطرار کی حالت میں نفیر عام کے وقت عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنا درست ہے بشرطیکہ ان کو قتال کی قدرت بھی ہو اور لشکر بڑا ہو، مرہم پٹی وغیرہ کے لئے بوڑھی عورتوں کو نکلنا جائز ہے، جوانوں کو جائز نہیں۔

"قال محمد رحمه الله تعالى: لا يعجبنا أن تقاتل النساء المسلمات مع الرجال إلا أن يضطر المسلمون إلى ذلك، فإن اضطر المسلمون إلى ذلك بأن جاء النفير، وكان في خروجهن حاجة وضرورة، فلا بأس بخروجهن للقتال .... ولا تخرج الشواب لمداواة الجرحى وسقي الماء والطبخ والخبز لأجل الغزاة، أما العجائز اللاتي دخلن في السن، فلا بأس أن يخرجن مع الصوائف ونحوها من الجيوش العظام، ويداوين المرضى والجرحى، ويسقين الماء، ويخبزن ويطبخن، ولكن لا يقاتلن". عالمگیری: ۲/۸۰۳(۱)۔

= والسلام لعلي رضي الله عنه: "يا علي! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة". رواه أحمد والترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۱۸۹، كتاب السير، الباب الأول في تفسيره شرعاً وشرطه وحكمه، رشيديه)

جب کہ جہاد کے لئے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی عبادت بھی نہیں، اس کو جہاد پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، خصوصاً جب کہ روایاتِ ذیل سے پردہ کی سخت تاکید معلوم ہوتی ہے:

"المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان". ترمذی(١)۔

"صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها". أبوداؤد(٢)۔

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بأم سليم، ونسوة من الأنصار معه إذا غزا، فيسقين الماء ويداوين الجرحى"

"قال النووي رحمه الله: فيه خروج النساء في الغزو، والانتفاع بهن في السقي والمداواة ونحوهما، وهذه المداواة لمحارمهن وأزواجهن، وما كان منها لغيرهم، لا يكون فيه مس بشرة إلا في موضع الحاجة. وقال الحافظ تحت حديث الربيع: وفيه جواز معالجة المرأة الأجنبية الرجل الأجنبي للضرورة. قال ابن بطال: ويختص ذلك بذوات المحارم ثم بالمتجالات منهن؛ لأن موضع الجرح لا يلتذ بلمسه بل يقشعر منه الجلد، فإن دعت الضرورة لغير المتجالات فليكن بغير مباشرة ولا مس". (تكملة فتح الملهم: ٣/٢٣٩، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، مكتبة دار العلوم كراجي)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قلت: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هل على النساء من جهاد؟ قال: "نعم، عليهن جهاد لا قتال فيه الحج والعمرة". (مسند أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة، رقم الحديث: ٢٣٤٩٣: ٧/٢٣٤، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت: يارسول الله نرى الجهاد أفضل العمل، أفلا نجاهد؟ قال: "لا، لكن أفضل الجهاد حج مبرور". (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور ١/٢٠٦، قديمي)

(١) (جامع الترمذي، ١/٢٢٢، آخر كتاب الرضاع، باب، قبيل أبواب الطلاق واللعان، سعيد)

(٢) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد: ١/٩١، إمداديه ملتان)

ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل". بخاری (۱)۔

اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس زمانہ کا حال بیان فرمایا ہے جس کے متعلق ارشاد ہے: "خير القرون قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم" (۲)۔

آج تو شر وفساد کے غلبہ کی وجہ سے مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا (۳)، جیسا

---

(۱) (صحيح البخاري، ۱/۱۲۰، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، ص: ۵۵۳، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ روى هشام عن محمد بن سيرين قال: قيل لسودة بنت زمعة رضي الله تعالى عنها: ألا تحجين كما تحج أخواتك؟ قالت: والله لقد حججت واعتمرت، ثم أمرني الله أن أقر في بيتي، فوالله لا أخرج، فما خرجت حتى أخرجوا جنازتها. وقيل: إن معنى ﴿وقرن في بيوتكن﴾ كن أهل وقار وهدوء وسكينة، يقال: وقر فلان في منزله يقر وقوراً إذا هدأ فيه واطمأن به. وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج". (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۳۳)، ۳/۴۴۹، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تمنعوا النساء أن يخرجن إلى المساجد وبيوتهن خير لهن".

ورواه أحمد والطبراني: عن أم حميد الساعدية رضي الله تعالى عنها أنها جاءت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني أحب الصلاة معك، فقال صلى الله عليه وسلم: "قد علمت، وصلاتك في حجرتك خير لك من صلاتك في مسجد قومك، وصلاتك في مسجد قومك خير لك من صلاتك في مسجد الجماعة". (فقه السنة: ۱/۲۲۹، كتاب الصلاة، باب صلوة الجماعة، حضور النساء الجماعة في المساجد، دار الكتاب العربي بيروت)

"وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، ص: ۹۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثاني، قديمي)

قال الشيخ المحدث الدهلوي رحمه الله: "هو محمول على عجوز غير مشتهاة مع الخروج بتطيب ولا بزينة. وفي زماننا خروج النساء للجماعة مكروه للفساد. وقيل: لأن الغرض من حضورهن كان لتعلم الشرائع، ولا احتياج إلى ذلك في زماننا لشيوعها، والستر لهن أولى". (لمعات التنقيح في

– شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها: الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۰۵۹، ۳/۸۴۲، مكتبه رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۰۳، كتاب الصلاة، قديمي)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان. واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية ..... اهـ". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: ولو عجوزاً ليلاً) بيان للإطلاق: أي شابة أو عجوزة نهاراً أو ليلاً. (قوله: على المذهب المفتى به): أي مذهب المتأخرين. قال في البحر: وقد يقال: هذه الفتوى التي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبيه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند الإمام إلا في الظهر والعصر والجمعة: أي وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز في الكل مخالف للكل، فالاعتماد على مذهب الإمام اهـ.

قال في النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً على أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرض انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم، كما في زماننا بل تحريهم إياها، كان المنع فيها أظهر من الظهر ..... اهـ". (رد المحتار: ۱/۵۶۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلى الشافعي، سعيد)

"وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل ..... وإذا منعت عن حضور الجماعة، فمنعها عن حضور الوعظ والاستسقاء أولى. وأدخله العيني رحمه الله في الجماعات، وما قلناه أولى". (النهر الفائق: ۱/۲۵۰، ۲۵۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة والحدث في الصلوة، امداديه)

مذکورہ بالا عبارات سے عورتوں کو کسی بھی مجلس میں شرکت کے لئے نکلنے کا عدم جواز واضح اور صریح ہے، حتیٰ کہ مجلسِ وعظ میں شرکت کے لئے نکلنا بھی درست نہیں جیسا کہ صاحبِ نہر کی عبارت سے معلوم ہوا۔

مگر موجودہ دور کے فقہاء نے بوجہ مجبوری عورتوں کو مجلسِ وعظ میں شرکت کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے، راجع للتفصيل (أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، عنوان: مجلسِ وعظ کے لئے خروج: ۸/۱۹، سعيد) و(فتاوى حقانيه، كتاب الحظر والإباحة، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: ۲/۳۳۸، جامعه دار العلوم حقانيه)

کہ نہایہ (۱)، کفایہ (۲)، عنایہ (۳)، مبسوط (۴)، جامع الرموز (۵)، محیط (۶) وغیرہ میں مصرح موجود ہے۔ جب کہ دینی امور میں عورتوں کے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں، بلکہ نصاریٰ کا شعار اور طریقہ ہے، وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۶/۳/۵۳ھ۔　　صحیح: عبد اللطیف، ۲۷/۳/۵۳ھ۔

---

(۱) لم أظفر عليه.

(۲) (فتح القدير مع الكفاية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۱۷، رشيديه)

(۳) (فتح القدير مع العناية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۰۷، رشيدية)

(۴) "والمرأة كذلك مشغولة بخدمة الزوج منهية عن الخروج شرعاً، لما في خروجها إلى مجمع الرجال من الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۲/۳۴، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة، مكتبه غفاريه كوئته)

"وليس على النساء خروج في العيدين، وقد كان يرخص لهن في ذلك، فأما اليوم فإني أكره ذلك يعني للشواب منهن، فقد أمرن بالقرار في البيوت ونهين عن الخروج، لما فيه من الفتنة".

(المبسوط للسرخسي: ۲/۴۳، باب صلاة العيدين، مكتبة الغفارية)

(۵) "وأما عندهما فالحضور رخصة في الكل كما في الكسوف والاستسقاء، كذا في المحيط. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فيكره حضورها كل جماعة، وهو المختار، كما في الاختيار وغيره. وفيه إشارة إلى أن حضور المتوسطة يعني الكهلة مكروه في زماننا، وينبغي أن يكون كذلك في زمانهم. في المحيط: قالت عائشة رضي الله عنها للنساء حين شكون إليها عن عمر رضي الله عنه، لنهيهن عن الخروج إلى المساجد: لو علم النبي عليه الصلاة والسلام ما علم عمر، ما أذن لكن إلى الخروج".

(جامع الرموز: ۱/۱۷۳، كتاب الصلاة، فصل: يجهر الإمام، المطبعة الكريمية بلدة القزان)

(۶) "ثم تكلموا أن في زماننا هل يرخص لهن في الخروج أم لا؟ أما الصواب فلا يرخص لهن في الخروج في شيء من الصلوات عندنا". (المحيط البرهاني: ۲/۴۰۲، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين، مكتبة الغفاريه كوئته)

نامحرموں کو دیکھنا

سوال [۹۲۱۵]: زید ہمیشہ اجنبی حسین عورتوں کو تاکتا رہتا ہے (۱) اور احباب سے حالات بیان کرتا ہے۔ کیا اس کو بھی گناہ کبیرہ کہا جاوے گا اور اصرار علی الکبیرۃ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجنبیہ کو (شہوت سے) دیکھنا بلا ضرورت شرعیہ حرام ہے، کیونکہ آنکھ کا زنا ہے، ایسے فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اگر توبہ نہ کرے تو یہ اصرار ہے (۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۲۳/۹/۵۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "تاکنا: عورت کی طرف بالقصد دیکھنا، نگاہ جمانا، چھپ کر دیکھنا، تاڑنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) "قال ابن الكمال: لأن الصغيرة تأخذ حكم الكبيرة بالإصرار ... وفي الصغائر العبرة للغلبة، أو الإصرار على الصغيرة، فتصير كبيرة" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۷۳، سعيد)

فصلٌ فی ما یتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

عورت کی آواز کا پردہ ہے یا نہیں؟

سوال [۹۴۲۰]: ۱- کسی عورت کا بیرونی مردوں کے سامنے تقریر کرنا کیسا ہے مجمع میں؟

۲- اگر تقریر عورت برقع اوڑھ کر مردوں کے مجمع میں تقریر کرے تو کیسا ہے؟

۳- اجنبی عورت کی تقریر سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- ناجائز ہے (۱)۔

---

(۱) "فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح" (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب. قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". فلا يحسن أن يسمعها الرجل. اهـ. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة. ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت كان متجهاً، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق. اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة. اهـ. قلت: ويشير -

۲ عورت کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا بھی علمائے کرام نے ممنوع لکھا ہے(۲)، خواہ

= إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۰۶/۱، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ۲۷۷/۱، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئته)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ روى هشام عن محمد بن سيرين قال: قيل لسودة بنت زمعة رضي الله تعالى عنها: ألا تخرجين كما تخرج أخواتك؟ قالت: والله! لقد حججت واعتمرت ثم أمرني الله أن أقرّ في بيتي، فوالله! لا أخرج. فما خرجت حتى أخرجوا جنازتها. وقيل: إن معنى ﴿وقرن في بيوتكن﴾ كن أهل وقار وهدوء وسكينة، يقال: وقر فلان في منزله يقر وقوراً إذا هدأ فيه واطمأنّ به، وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج". (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۳۳): ۵۲۹/۳، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لاتمنعوا النساء أن يخرجن إلى المساجد، وبيوتهن خير لهن".

ورواه أحمد والطبراني: "عن أم حميد الساعدية رضي الله تعالى عنها أنها جاءت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني أحبّ الصلاة معك، فقال صلى الله عليه وسلم: "قد علمت، وصلاتك في حجرتك خيرٌ لك من صلاتك في مسجد قومك، وصلاتك في مسجد قومك خيرٌ لك من صلاتك في مسجد الجماعة". (فقه السنة: ۲۲۹/۱، كتاب الصلاة، باب صلوة الجماعة، حضور النساء الجماعة في المساجد، دارالكتاب العربي بيروت)

"وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، ص: ۹۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثاني، قديمي)

قال الشيخ المحدث الدهلوي رحمه الله: "هو محمول على عجوز غير مشتهاة لم تخرج بطيب ولا بزينة، وفي زماننا خروج النساء للجماعة مكروه لفساده، وقيل: لأن الغرض من حضورهن كان ليتعلمن الشرائع، ولا احتياج إلى ذلك في زماننا لشيوعها، والمنع لهن أولى". (لمعات التنقيح في شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۰۵۹): ۳۹۲/۳، مكتبه رشيديه) ....

برقع اوڑھ کر جائے یا بلا برقع اوڑھے، کیونکہ اس میں بہت مفاسد اور فتن ہیں، لہذا عورت کا مردوں کے مجمع میں جاکر تقریر کرنا بھی (بلا شدید ضرورت کے) منع ہے۔

۳۔ مردوں کو ایسے مجمع میں شریک ہونا اور تقریر سننا شرعاً درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۰۴، كتاب الصلاة، قديمي)

(۱) قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان، واستثنى الكمال بحثاً العجائز المتفانية ... اهـ". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ولو عجوزاً ليلاً) بيان للإطلاق، أي شابة أو عجوزاً نهاراً أو ليلاً. (قوله: على المذهب المفتى به): أي مذهب المتأخرين. قال في البحر: وقد يقال: هذه الفتوى التي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبيه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند الإمام إلا في الظهر والعصر والجمعة، أي وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز في الكل مخالف للكل، فالاعتماد على مذهب الإمام اهـ.

قال في النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً على أن الفسقة لا ينتشرون في المغرب، لأنهم بالطعام مشغولون، وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرض انتشارهم في هذه الأوقات لغلبة فسقهم – كما في زماننا، بل تحريهم إياها – كان المنع فيها أظهر من الظهر ... اهـ". (رد المحتار: ۱/۵۶۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلى الشافعي، سعيد)

"واطلق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل ... وإذا منعت عن حضور الجماعة فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى. وأدخله العيني رحمه الله في الجماعات، وما قلناه أولى". (البحر الرائق: ۱/ ۶۲۰، ۶۲۱، كتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث في الصلوة، رشيدية)

(۲) "نغمة المرأة عورة ... قال عليه الصلوة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء"، فلا =

عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر

سوال[۹۲۱۷]: مستورات کو لاؤڈ اسپیکر پر بیان کرنا وعظ میں جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کی آواز گھر سے باہر نکلنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف مستورات کا مجمع ہو اور آواز نامحرموں تک نہ پہونچے تو عورت کا وعظ کہنا اور اپنی بات بتانا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

= يحسن أن يسمعها الرجل ... . ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة، إنا نريد بذلك كلامها ... . ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ٦/٣٦٩، سعيد)

(١) قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (الآية): "وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب، إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء، لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهية عن ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ٣/٣٥٥، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ٣/٥٢٩، فصل، قديمي)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها، لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق: ١/٢٥٨، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٩٩، باب الأذان، قديمي)

"الظهر أنكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح" =

لاؤڈ اسپیکر پر تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر

سوال [۸۹۲۷]: ہمارے یہاں شہر یا گاؤں میں لڑکیوں کے دینی مدارس قائم ہیں جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے اور قرأت قرآن وغیرہ بھی سکھائی جاتی ہے۔ سال کے اختتام پر لڑکیوں اور عورتوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے کے لئے ایک مخصوص عورتوں کا پردے کے پورے انتظام کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں لڑکیاں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ تقریر، نظم، مکالمے وغیرہ پیش کرتی ہیں، نیز مختلف مدارس کی لڑکیوں کا قرآن شریف کی قرأت میں مقابلہ بھی ہوتا ہے اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ ان جلسوں میں مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے جو ان کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ تو اس قسم کے جلسے کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کا ۔ جو اکثر بالغ ہی ہوتی ہیں ۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تقریر کرنا از روئے شرع درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

(الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب. قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". فلا يحسن أن يسمعها الرجل. اهـ. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت، كان متجهاً، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق. اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة. اهـ. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ١/٤٠٦، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي ١/١٤٣، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نو عمر لڑکیوں کا اس طرح جلسہ کرنا بظاہر ان کی تعلیمی ترقی اور غیر تعلیم یافتہ مستورات میں تعلیمی ترغیب کا ذریعہ بھی ہے، ان کو معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں، مافی الضمیر کے ادا کرنے کا سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے، تقریر کی مشق بھی ہوتی ہے، مگر ساتھ ہی اس میں فتنے بھی ہوتے ہیں، خاص کر جب مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لاؤڈ اسپیکر پر ان کی تقریر کا لے سنتے ہیں اور دلچسپی لیتے اور نظمیں بھی ترنم کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ خود عورتوں کا جمع ہونا مستقل فتنہ ہے، اسی وجہ سے تقریباتِ خاندان میں بھی شرکت کی ان کو اجازت نہیں دی جاتی، اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔

فتنوں کا علم جگہ جگہ کے خطوط سے بھی ہوتا رہتا ہے، جو بصورتِ استفتاء آتے ہیں۔ اگر چھوٹی بچیاں ہوں تو ان میں فتنہ نہیں۔ بڑی لڑکیوں کا حال دوسرا ہے، ان کو اس طرح تعلیم دی جائے کہ تقریر کرائی جائے۔

"ویمنعها من زیارة الأجانب وعیادتهم والولیمة، وإن أذن كانا عاصیین، اھ" در مختار۔ "(قوله: والولیمة) ظاهره ولو كانت عند المحارم؛ لأنها تشتمل علی جمع، فلا تخلوا من الفساد عادةً، اھ". شامی: ۲/۶۶۵ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۱ھ۔

عورتوں کی اجلاس میں شرکت بتقریر وقراءت

سوال [۱۲۱۰]: مسلم خواتین دینی اجتماعات منعقد کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اور وعظ وتقریر کی مکلف ہیں یا نہیں؟ عورت کی آواز بھی ستر عورت بتائی جاتی ہے تو عورت وعظ وتقریر کس طرح کرے؟ اور جس وعظ وتقریر کو غیر محرم بھی سنیں تو کیا یہ جائز ہے؟

ہمارے یہاں رواج ہو گیا ہے کہ بعض خواتین جو کہ اونچے درجہ کی تعلیم یافتہ ہیں اور ان میں سے بہت سی خواتین شرعی پردے اور شرعی لباس کی پابند نہیں ہیں، جلسہ سیرت نبی اور قراءت وغیرہ منعقد کرتی ہیں اور ان جلسوں میں خواتین کو مدعو کرتی ہیں۔ ایسا ہی ایک جلسہ مسجد شاہی خیریت آباد میں منعقد ہو رہا ہے، اشتہار چھپوا لیا جا رہا ہے، مسجد مذکور محصور ہے۔ صحن مسجد کا بلند چبوترہ تقریباً ۸/ فٹ بلند ہے، چبوترۂ مسجد پر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب النفقة: ۳/۶۰۳، سعید)

مسجد کی اصل عمارت ہے اور صحن مسجد واقع ہے جو داخلِ مسجد ہے، وسیع وعریض بلند چبوترہ کے اطراف کی زمین جو محصور ہے وہ مسجد ہی کی چہار دیواری ہے، اسی بلند چبوترہ پر جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جلسہ گاہ کو شامیانے وغیرہ سے گھیرا ہوتا ہے۔

حصارِ مسجد کے باہر بعض مکانات بلند (دومنزلہ) غیر مسلموں کے ہیں، یہاں سے مسجد محصور اور صحن مسجد بھی نظر آتا ہے۔ جلسۂ مذکورہ کی شرکاء خواتین کی تعداد اتنی بھی رہی جو مسجد کے محصورہ علاقہ کے باب الداخلہ سے جلسہ گاہ کے شامیانے تک۔ بے پردہ گئیں اور واپس ہوئیں۔ کیا خواتین کے ایسے اجتماعات (جو اشتہار منسلکہ سے ظاہر ہے اور جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے) جائز ہو سکتے ہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے عورتوں کو پردہ کی بہت تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ”عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ مکان سے باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے“(۱)۔ ایک حدیث میں ہے: ”میں نے اپنے بعض مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا“(۲)۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ”جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے قریب سے گذرتی ہے وہ ایسی ہے“ یعنی بدکاری کی دعوت

(۱) ”عن ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ”المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشیطان“. رواه الترمذي“. (مشکوة المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثاني، قدیمي)

”وقیل: إنها ذات عورة، والمعنی أن المرأة یستقبح بروزها وظهورها، فإذا خرجت أمعن النظر إلیها لیغویها بغیرها ویغوي غیرها بها، فیوقعها أو أحدهما في الفتنة، أو یرید بالشیطان شیطان الإنس من أهل الفسق أي إذا رآها بارزة، استشرفوها بما بثه الشیطان في نفوسهم من الشر“. (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الثاني، (رقم الحدیث: ۳۱۰۹): ۹/۲۸۲، رشیدیه)

(۲) ”عن أسامة بن زید رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ”ما أدع بعدي فتنة أضر علی الرجال من النساء“. (سنن ابن ماجة، ص: ۲۸۸، کتاب الفتن، باب فتنة النساء، قدیمي)

دینے والی ہے(۱)۔ ایک حدیث میں ہے کہ: "نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے"(۲)۔

اس لئے بلا ضرورت عورت کا مکان سے نکلنا منع ہے اگرچہ وہ پردہ کے ساتھ نکلے، ضرورت پر جبکہ بغیر مکان سے نکلے کام نہ چلے تو میلے کچیلے کپڑے پہن کر پردہ کے ساتھ نکلنے کی گنجائش ہے(۳)، اس طرح کہ جتنی

---

(۱) "عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا استعطرت المرأة فمرت على القوم ليجدوا ريحها فهي كذا وكذا". قال قولاً شديداً". (سنن أبي داود: ۲/۵۷۵، كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج، دار الحديث ملتان)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم -يعني عن ربه عز وجل-: "النظر سهم مسموم من سهام إبليس". رواه الطبراني والحاكم". (الترغيب والترهيب، كتاب النكاح، وما يتعلق به، الترغيب في غض البصر، والترهيب من إطلاقه ومن الخلوة بالأجنبية ولمسها: ۳/۲۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ الآية (سورة الأحزاب: ۵۹)

"ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة". (الدر المختار: ۳/۱۴۵، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله: "(قول الشارح: للحاجة) ولغيرها لا تخرج ولو خالية من الأزواج؛ للأمر بالقرار في البيوت". (تقريرات الرافعي على رد المحتار: ۳/۱۰۹، سعيد)

"قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضى الزوج، ليس لها ذلك. فإذا وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك، لا يسعها الخروج، وإن امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضى الزوج، وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت ... ولا يسعها الخروج ما لم تقع لها نازلة". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۲۶۸، بيروت)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا تخرجان منه (إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۳۶، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

خوشبو نہ ہو، کوئی چیز جاذبِ نظر نہ ہو، پھر ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آجائے (۱)۔

دین سیکھنے اور مسائل معلوم ہونے کا مکان پر اگر انتظام نہ ہو سکے تو دینی ضرورت کی خاطر بھی پردہ کے ساتھ نکل سکتی ہے، ضرورت کی چیز کوئی لانے والا نہ ہو مثلاً پانی وغیرہ تب بھی اس طرح نکل سکتی ہے (۲)۔ لو جبل آمز تفریح وسیر کے لئے، سہیلیوں کی ملاقات کے لئے، خوش طبعی کی محفلوں کے لئے اور سیاسی جلسوں کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔

بے پردہ نکلنا تو ہر صورت میں ناجائز ہے، پھر مسئولہ جلسہ میں تو مسئولہ طریقہ پر سخت قسم کا فتنہ ہے جس میں تقریر وقراءت کی آواز بھی نامحرم تک پہونچتی ہے (۳)، اس میں تصاویر بھی دکھائی ہیں اور عورتیں بھی ہر قسم کی

= "(قوله: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب) لأجل قيام المعيشة، لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً أو نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها، لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". (البحر الرائق، ۲۵۸/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) عورت کی آواز پردہ ہے، نامحرم اجنبی تک اس کی آواز پہنچانا جائز نہیں:

قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (الآية). "وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب، إذ كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهية عن ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ۳۱۵/۳، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۴۰۸/۳، فصل، قديمي)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق: ۴۵۸/۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشيديه) =

ہوتی ہیں اور جلسے دین کے نام پر کئے جاتے ہیں، اس لئے ہرگز اجازت نہیں۔ اگر یہ جلسہ جس کا اشتہار آپ نے بھیجا ہے، محض مردوں کا جلسہ ہوتا تب بھی بہت سے غیر شرعی امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ پھر عورتوں کے لئے اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۱ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

- (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٩١، باب الأذان، قديمي)

"فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء" فلا يحسن أن يسمعها الرجل. اهـ. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان. بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت، كان متجهاً، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق. اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها؛ لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة. اهـ. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤٠٦، سعيد)

"ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة". (المبسوط للسرخسي: ١/٢٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئٹه)

الفصل الثاني فيمن يجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے ان کا بیان)

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے

سوال[۱۲۲۰]: محرم یعنی حقیقی باپ، بھائی، چچا، تایا، ماموں وغیرہ کے کیریکٹر و کردار کے مشکوک ہونے کی صورت میں، مثلاً: نشہ شراب کرتا یا کوئی اور عمل فاسد فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور لڑکی کو باہر پھرنے، نمائش جیسی قبیح جگہ پر لے جانے، غیر مسلم یا غیر محرم کے سامنے آنے پر مجبور کرنے کی صورت میں شوہر کو ان وجوہ کے مد نظر ان حضرات محرم کے سامنے اور ان سے ملنے کی اجازت دینے پر پابندی عائد کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ کا اندیشہ ہو اور بگڑنے کا خطرہ ہو تو ان سے بھی پردہ کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "والمراد إذا لم تكن محرماً؛ لأن المحرم يحل منها، إلا إذا خاف على نفسه أو عليها الشهوة، فحينئذ لا يمسها و لا ينظر إليها و لا يخلو بها، لقوله عليه السلام: "العينان تزنيان وزناهما النظر، واليدان تزنيان وزناهما البطش، والرجلان تزنيان وزناهما المشي، والفرج يصدق ذلك أو يكذبه". فكان في كل واحدة منها زنا، والزنا محرم بجميع أنواعه، وحرمة الزنا بالمحارم أشد و أغلظ، فيجتنب الكل". (البحر الرائق: ۳۵۱/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر و اللمس، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۸/۵، الباب الثامن، رشيديه)

"وقال عليه السلام: من قبل رجل أمه، فكأنما قبل عتبة الجنة. وإن لم يأمن ذلك أو شك، فلا يحل لها النظر والمس". (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد) =

بہنوئی کی والدہ سے پردہ

سوال [۹۲۲۱]: عمر بکر کا سالا ہے تو بکر کی والدہ سے عمر کا پردہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردہ ہوگا، وہ محرم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بہنوئی کی اولاد سے پردہ

سوال [۹۲۲۲]: ایک عورت ہے (شادی شدہ)، اس کی بہن کے خاوند کا انتقال ہوگیا۔ کیا اب اس کو اپنے سوتیلے بھانجوں یعنی اپنی بہن کے خاوند کے بچوں سے۔ جو کہ دوسری بیوی سے ہیں۔ پردہ کرنا چاہیے؟

حاجی محمد خلیق، سہارنپور، ۸/رجب/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردہ کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اجنبی شخص ہیں (۲)، اس سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۰/رجب/۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= (وكذا في كتاب المبسوط للإمام محمد رحمه الله تعالى: ۳/۵۰، كتاب الاستحسان، إدارة القرآن كراتشي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿لا جناح عليهن في آبائهن ولا أبنائهن، ولا إخوانهن ولا أبناء إخوانهن، ولا أبناء أخواتهن، ولا نسائهن، ولا ما ملكت أيمانهن، واتقين الله﴾ (سورة الأحزاب: ۵۵)

قال أبوبكر الجصاص تحت هذه الآية: "قال قتادة رخص لهن لأن لا يحتجبن منهم، قال أبوبكر ذكر ذوي المحارم منهن وذكر نسائهن". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب، باب ذكر حجاب النساء: ۳/۴۷۰، دار الكتاب العربي بيروت)

"وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء": أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۸۷، رشيديه)

(۲) (راجع للتخريج المسئلة المتقدمة)

چچی اور ممانی سے پردہ

سوال [۹۲۱۳]: چچی اور ممانی سے پردہ کرنا ضروری ہے یا دیگر محارم کی طرح ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں سوتیلی ہوں یا حقیقی، شرعاً اجنبی ہیں، ان سے پردہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ غیروں سے (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ربیع الاول/۶۲ھ۔

مطلقہ بیوی سے پردہ

سوال [۹۲۱۴]: ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دیدی ہے، وہ عورت پھر بھی اس کے گھر آتی ہے، حالانکہ اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ تو اب وہ شخص کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق کے بعد جب عدت گذر گئی تو وہ عورت بالکل غیر ہو گئی، اس سے میل جول جائز نہیں رہا، لہٰذا پردہ لازم ہے (۲)۔ اور جب اس نے دوسرے آدمی سے نکاح بھی کرلیا ہے تو موجودہ شوہر کے حوالہ کرے اپنے

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "بھتیجی کی والدہ سے پردہ")

راجع للتفصیل: (احسن الفتاوی، باب المحرمات، چچی طلاق ہے ممانی حلال ہے: ۵/۲۰۷، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ (سورة النور: ۳۱)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "وينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ما تحت ركبته ومن عرسه وأمته الحلال له وطؤها، فخرج المجوسية والمكاتبة والمشتركة ومنكوحة الغير" (الدر المختار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل". (قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب في المحرمات: ۱/۳۶۶، رشيديه)

پاس آنے سے بالکل روک دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۲ھ۔

نامحرم ملازم سے پردہ

سوال [۹۲۲۵]: زید اپنی بیوی کو فرول پردہ ہے اور اپنی بیوی کے واسطے ایک نامحرم شخص کو ملازم رکھا ہے، جو ہر وقت اس کی خدمت یعنی کھانا پکاتا اور جھاڑو لگاتا اور گھر کے کام میں مشغول رہتا ہے۔ اور وہ دونوں میاں بیوی بیوقوف بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں، حالانکہ اس کی مونچھیں نکلنی شروع ہوگئی ہیں اور اس کی عمر بلوغت کو پہونچ چکی ہے۔ کیا اپنے آرام کی خاطر اس کا گھر میں بے روک ٹوک آنا جانا درست ہے؟ اور بیگم صاحبہ کی خدمت لیے آدمی سے لینا درست ہے؟

اس کو دونوں میاں بیوی نے کام بھی گھر کو بہت محنت سے سکھایا ہے، مگر بدقسمتی سے اب وہ جوان ہوگیا ہے، اب بیگم صاحبہ اس کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتی ہیں، کیونکہ آرام میں فرق پڑتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے(۱) اور جب وہ ملازم ہے، گھر کا کام بھی کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آتی ہوگی، عورت کو نامحرم کے ساتھ خلوت اور تنہائی کرنا حرام ہے(۲)، لہذا اس

= (وكذا في الهداية: ۴/۴۶۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر، شركة علمية ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ (النور: ۳۱)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب، إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال صلى الله عليه وسلم: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

ملازم کو علیحدہ کر کے کسی عورت یا نابالغ یا کسی محرم کو ملازم رکھا جائے، ورنہ اس سے باقاعدہ پردہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے چہرہ کھول کر بے پردہ آنا اور اس کو مکان میں بے پردہ بلانا جائز نہیں۔ اپنے آرام کی خاطر شریعت کے خلاف کرنا اور خدا اور رسول کے احکام نہ ماننا سخت گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۵۹ھ۔

سالی سے پردہ

سوال[۹۴۲۶]: سالی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اور کچھ حد مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! پردہ کرنا چاہئے، پردہ ضروری ہے(۲)، اس کی بہن کو طلاق دیدے اور عدت گزرنے پر یا اس کے

= وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "الخلوة بالأجنبية حرام إلا لملازمة مديونة هربت ودخلت". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "الخلوة بالأجنبية مكروهة، وإن كانت معها أخرى كراهة تحريم. . . . ويظهر لي أن مرادهم بالمرأة الثقة أن تكون عجوزاً لا يجامع مثلها مع كونها قادرة على الدفع عن المطلقة، فليتأمل". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۴/۴۶۳، كتاب الكراهية، فصل في الوطي والنظر والمس، شركة علمية ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يعص الله ورسوله، ويتعد حدوده، يدخله ناراً خالداً فيها﴾. (سورة النساء: ۱۴)

وقال الله عز وجل: ﴿وتلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله، فقد ظلم نفسه﴾ (سورة الطلاق: ۱)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء": أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف. فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ . . . . وهم أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه. قال القاضي: الحمو قريب الزوج كأبيه وأخيه. قال: "الحمو الموت" الخ" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۶۹، رشيديه) . . . . —

انتقال پر اس سے نکاح درست ہے(۱)، اس سے خلوت بھی منع ہے(۲)، ہنسی مذاق اور بے پردہ سامنے آنا بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

دوست کی بیوی کا پردہ

سوال[۱۰۲۲۷]: شرعاً پردہ کس سے جائز ہے؟

۲... زید وعمرو دو دوست ہیں، نیک سیرت، پابند نماز وروزہ ہیں۔ کیا وہ اپنی بیویوں کو ایک دوسرے کے سامنے کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ لازم ہے(۳)۔

۲... نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/رجب/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/رجب/۶۷ھ۔

= (وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۲۹۱۸)، ۵/۲۵۴۳، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۹، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۹۹، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۱۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع إلى الحاشية الأولى)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴) .... =

نامحرم معمر عورت سے پردہ

سوال[۹۲۲۸]: معمر عورت بے پردہ رہتی ہو، اس کے یہاں جانا جائز ہے یا نہیں، جبکہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں بے پردہ ملنا جائز نہیں، خواہ وہ معمر ہی کیوں نہ ہو، اس کے چہرے کی طرف بھی نہ دیکھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق

سوال[۹۲۲۹]: عورتوں کے لئے پردہ کے لحاظ سے جیٹھ اور دیور میں کچھ فرق تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ فرق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

= "سوى ما قد بينت لكم تحريمه". (تفسير ابن عباس، (سورة النساء: ۲۳)، ص: ۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"وأما المرأة الحرة التي لا نكاح بينه وبينها ولا حرمة ممن يحل له نكاحها، فليس ينبغي أن ينظر إلى شيء منها". (المبسوط للإمام محمد رحمه الله: ۵۶/۳، كتاب الاستحسان، إدارة القرآن كراچي)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "(الخلوة بالأجنبية حرام)". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "واجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل شابًا أو شيخًا، اهـ". (رد المحتار: ۳۶۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (مشكوة المصابيح، =

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال [۹۲۳۰]: امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام طور سے عورتیں عریاں نظر آتی ہیں، نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے، کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازاروں میں گذر ہوتا ہے، شہر کے بازاروں، گلیوں میں پھرتے رہنا زہد وتقویٰ کا مجروح ہونا تو نہیں ہے؟ کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے، محض تفریح یا بے پردہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۸ھ۔

- كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۹، قديمي)

"قال النووي رحمه الله: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، رشيدية)

(۱) بازار میں جاتے وقت نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے، بدنظری پر شدید وعید آئی ہے:

"عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث، قديمي)

"وفيه إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهده، وهو دليل الحرمة". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيدية)

اگر اچانک بلاقصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، مگر پھر دوسری بار قصداً اس کو دیکھنا جائز نہیں:

"عن بريدة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعلي رضي الله عنه: "يا علي! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة". رواه أحمد والترمذي".

جوان بیٹی باپ، بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا

سوال [۹۲۲۱]: جوان بیٹی کا باپ کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر یا بستر پر ایک ساتھ لیٹنا سونا از روئے شرع کیا حکم ہے، اسی طرح جوان بھائی بہن کا اور اسی طرح جوان بیٹے اور باپ کا ہمراہ لیٹنا اور سونا از روئے شرع کیسا ہے؟ خلاف شرع ہونے کی صورت میں عذاب الٰہی کی کیا صورت و اقسام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرگز اجازت نہیں، یہ سب الگ الگ سویا کریں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ "جب بچے سیانے ہوجائیں، ان کے بستر الگ الگ کردو" (۱)۔ حدیث پاک کے خلاف کرنے کا نتیجہ یہاں بھی برا ہے اور آخرت میں بھی برا ہے، کوئی عارضی وجہ ہو مثلاً کوئی اتنا بیمار ہے کہ بغیر ماں، بہن، بیٹی کے وہ بغیر سہارے لیٹ نہیں سکتا اور خدمت کے لئے ان کی ضرورت ہے تو اس مجبوری کا حکم دوسرا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (مشكوة المصابيح، ص: ٢٦٩، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

(١) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ..... وفرقوا بينهم في المضاجع". رواه أبو داود".

(مشكوة المصابيح، ص: ٥٨، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "أمر من التفريق "بينهم": أي بين البنين والبنات على ما هو الظاهر ...... وقال ابن حجر: بهذا الحديث أخذ أئمتنا فقالوا: يجب أن يفرق بين الإخوة والأخوات، فلا يجوز حينئذ تمكين اثنين من الاجتماع في مضجع واحد ... والفرق بينهم في المضاجع في الطفولية تأديباً ومحافظة لأمر الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ٢/٢٤٩، كتاب الصلاة، (رقم الحديث: ٥٧٢)، رشيدية)

(٢) "الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: القاعدة الخامسة: الضرر يزال، (رقم القاعدة: ٥١٩): ١/٢٥١، إدارة القرآن كراچي)

بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا

سوال[۹۲۳۰]: ایک عورت جو کہ گھر کے زیادہ کام کرنے کی وجہ سے یا کمزوری کی بناء پر اس کے پورے بدن میں درد ہوتا رہتا ہے، اور اس عورت کی بہو اور بالغ اور نابالغ لڑکے بھی موجود ہیں۔ اس حال میں کیا اس عورت کے بالغ لڑکے اپنی والدہ کی پیٹھ اور کمر پر، اسی طرح اس کی ران اور ساق پر روغن وغیرہ کی مالش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہو کا اس خدمت کو انجام دینا آسان ہے:

"وينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ما تحت ركبتيه، ومن محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته، لا إلى الظهر والبطن والفخذ. وما حل نظره، حل لمسه" اهـ. درمختار(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۳ھ۔

بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجوں سے خدمت لینا

سوال[۹۲۳۳]: زید کا انتقال ہو گیا ہے، بوقت انتقال ان کی بیوی اور چچا زاد بھائی بکر زندہ ہیں،

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳۶۶/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۸/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۰۷/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۳۸/۴، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر، دار إحياء التراث العربي بيروت)

زید اور بکر دونوں لاولد ہیں۔ بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بکر اپنی دیکھ بھال کرنے کے قابل ہیں سالوں سے نہیں تھے، چنانچہ زید نے ان کو لاکر اپنے پاس رکھا اور زید اور ان کی بیوی نے ان کی ساری خدمت کی اور سب خرچ اٹھایا۔

بکر کے پاس ۲۵، ۳۰/ بیگہ زمین تھی جس پر زید نے کاشت کی اور اس کی آمدنی اور نیز اس سے زیادہ اپنے پاس سے بکر پر خرچ کیا، بکر نے بہت خوشی اور مطمئن زندگی چچازاد بھائی اور بھابھی کے پاس گذاردی۔ اچانک زید کا انتقال ہوگیا۔ بکر جو تنہا اکیلے رہ گئے ہیں، عمر اور عقل کی کمی کی وجہ سے انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھاوج کی زیرِ نگرانی رہیں گے اور کسی قیمت پر کہیں اور جانے کے لئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ وہ اسی طرح رہ رہے ہیں۔

زید کی جائیداد میں سے ۳/۱ حصہ بکر کے نام منتقل کردیا گیا ہے، اسی طرح روپیہ پیسہ سے بھی ان کا حصہ ان کے نام منتقل کردیا گیا ہے، یہ سب زید کی بیوہ نے بخوشی اپنے بھائی کے مشورہ پر کیا۔ اور وہ بھائی جو بہت ایماندار اور متمول ہے، ان دونوں کی جائیداد کی دیکھ بھال کررہا ہے۔

۱...... کیا بکر کی چوتھی یا پانچویں پشت کے بھتیجا کا شرعی حق ہے کہ وہ بکر کو اپنی زیرِ نگرانی رکھیں اور ان کی جائیداد کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لیں؟

۲...... پسر نمبر ۱ بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور پچھلے بیس سال میں زید یا بکر کے تعلقات خوشگوار رہے، زید کی بیوہ ان کے رشتہ دار یا بکر کے اور زیادہ دور کے رشتہ دار جن کا رشتہ آٹھویں یا نویں پشت سے ملتا ہے اور جو ایماندار اور متمول ہیں، شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

سید غلام مرتضیٰ، نمبر: ۲۸۔

ساؤتھ روڈ، الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بکر اپنی اور اپنی جائیداد کی نگرانی خود نہیں کرسکتے، جس کی نگرانی ان کے اور ان کی جائیداد کے حق

میں مفید ہوا س کو گھرانی تجویز کیا جائے۔ مگر وہ موجودہ بھاوج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور ان کو ہر طرح کا اطمینان ہے تو رہ سکتے ہیں، لیکن چونکہ بھاوج شرعاً محرم نہیں، اس لئے ان کے ساتھ تنہائی میں خدا ہیں بے پردہ نہ رہیں(۱)، یا پھر بھاوج سے شرعی طریقے پر نکاح کرلیں۔

چوتھی پانچویں پشت کا کوئی بھتیجا خدمت کرنا چاہے تو اس کی سعادت ہے، اس کو خدمت سے منع نہ کیا جاوے، خاص کر جبکہ اس کو جائیداد وغیرہ کا کوئی خیال بھی نہ ہو، بلکہ اخلاص سے خدمت کرے۔

۲..... جائیداد کی نگرانی کے لئے تو رشتہ داری پر خیر خواہی مقدم ہے، خدمت کا ہر ایک کو حق ہے، کوئی خطرہ نہ ہو تو خدمت کا موقع دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۵ھ۔

کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا

سوال [۱۳۰۲۱]: ایک مسلمان جوان، عاقل بالغ اپنی زوجہ منکوحہ کو آٹھ نو سال سے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اور ایک کافرہ عورت جوان ساتھ رکھتا ہے، اس عورت کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتا ہے کہ نوکر ہے، مگر ظاہری معاملات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں بیاہی ہے۔ علاوہ ازیں وہ سرکاری نوکری کرتا ہے اور جہاں تبادلہ ہوتا ہے۔

اس عورت کو بھی ساتھ رکھتا ہے۔ اور اس وقت وہاں اس کا کوئی خویش واقارب نہیں رہتا، بلکہ وہ شخص اور وہ عورت ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اور اس شخص کے کھانے پینے غرض ہر کام وہی عورت کرتی ہے۔ اب براہ خدا فرمایئے:

الف: اس طور پر ایسی بیگانی عورت بطور خادم رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ب: اس شخص پر زنا کا شبہ لاحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قديمي)

ج: جو عالم یا قاضی اپنی ہمسایہ سے دانستہ جانبداری کرے تو اس پر شرعاً کیا گناہ ہے؟

د: ایسے لوگوں کی ہم نشینی اور اکل وشرب جائز ہے یا نہیں؟

ہ: اگر یہ ہر ایک کا فتویٰ ہو جائے تو ہر ایک کے لئے کیا حد جاری ہوگی؟ بینوا بالتفصیل وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف: اجنبیہ عورت کو نوکر رکھنا شرعاً درست ہے(۱)، لیکن اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے(۲)۔

ب: بلا دلیل شرعی کسی کو زانی کہنا حرام ہے، خواہ اس کے کتنے ہی وسیع تعلقات ہوں(۳)، لیکن اس

---

(۱) اجنبیہ کو بطور نوکر رکھنا جائز تو ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اجنبیہ عورت کو نوکرانی کے طور پر نہ رکھا جائے، لیکن اگر کبھی اس کی نوبت آئے تو درج ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے تاکہ فتنے سے بچا جائے:

۱- خاتون ملازمہ کو پابند کیا جائے کہ وہ ایسا لباس پہن کر آئے جس سے سر تا پاؤں پورا جسم چھپا ہوا ہو۔

۲- مردوں کے سامنے حتی الامکان نظریں نیچی رکھیں اور مرد بھی ضروری بات کرتے وقت نظریں نیچی رکھیں۔

۳- تنہائی اور خلوت سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

۴- مواقع تہمت اور ایسے اسباب سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

"ويكره له أن يستأجر امرأة حرة أو أمة يستخدمها ويخلو بها، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل، فإن ثالثهما الشيطان". ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها إذا خلا بها، ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد، فلا يمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا عمل كالنهي عن البيع وقت النداء". (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارات، باب إجارة الرقيق في الخدمة وغيرها، الجزء السادس عشر: ۸/۵۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۵/۲۶، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (مر تخريجه تحت عنوان "نامحرم ملازم سے پردہ")

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ قال الإمام الجصاص رحمه الله تعالى: "وهذا يدل على أن اللقب المكروه هو ما يكرهه صاحبه ويفيد ذماً للموصوف به؛ لأنه بمنزلة السباب والشتيمة". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۰۳، سورة الحجرات: ۴۹، قديمي)

"وبيانه ذلك أن جميع ما مرّ من ألفاظ القذف والشتم الموجبة للتعزير منهيٌّ عنها شرعاً ..... قال تعالى: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ فكان فيها حق الله تعالى وحق العبد، وغلب حق العبد =

کو بھی لازم ہے کہ ایسے تعلقات نہ رکھے جس سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہو، ایسے تعلقات رکھنا بھی شرعاً ممنوع ہے(۱)۔

پنچ، حاکم یا قاضی نے کیا جانبداری کی ہے؟ اگر یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو زانی مت کہو تو یہ صحیح کہا ہے، کیونکہ جب تک چار متقی گواہ یہ شہادت نہ دیں کہ ہم نے اپنی آنکھ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت تک کسی کو زانی کہنا جائز نہیں (۲)۔ اگر کوئی اور جانبداری کی ہے تو اس کو تحریر کیجئے۔

= المجانة". (رد المحتار: ۴/۷۶، كتاب الحدود، مطلب في الجرح المجرد، سعيد)

(۱) "لقوله عليه الصلاة والسلام: "اتقوا مواضع التهم". هو معنى قول عمر: "من سلك مسالك التهم اتهم". رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر رضي الله تعالى عنه موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به" (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۱)، ص: ۳۹، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لولا جاءوا عليه بأربعة شهداء، فإذ لم يأتوا بالشهداء فأولئك عند الله هم الكاذبون﴾ (سورة النور: ۱۳)

قال الجصاص رحمه الله تعالى: "قد تضمنت هذه الآية معنيين: أحدهما: أن الحد واجب على القاذف ما لم يأت بأربعة شهداء. والثاني: أنه لا يقبل في إثبات الزنا أقل من أربعة شهداء". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۲۹۹، قديمي)

"يشترط في الشهادة على الزنا الشروط الآتية: أولاً: أن يكون الشهود أربعة بخلاف الشهادة على سائر الحقوق، قال الله تعالى: ﴿واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم، فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلاً﴾ ولقوله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنات، ثم لم يأتوا بأربعة شهداء﴾ فإن كانوا أقل من أربعة، لم تقبل". (فقه السنة: ۲/۳۷۴، كتاب الحدود، حد الزنا، دار الكتب بشاور)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد، فلو جاؤوا متفرقين، حُدّوا". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ويثبت)، أي الزنا عند القاضي". (رد المحتار: ۴/۷، كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لا يختص، سعيد)

(وكذا في الفتاوى السراجية، ص: ۶۰، كتاب الحدود، باب الإقرار، سعيد)

(۱) ایسے شخص کو مسئلہ کی شرعی حیثیت اول نرمی سے سمجھا دی جائے کہ اجنبیہ کے ساتھ ایسے تعلقات کا رکھنا اور خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہے(۱) اور لوگوں کو تہمت لگانے اور بدگمانی کا موقع ملتا ہے، لہٰذا اس سے پرہیز چاہیے (۲)۔ اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانے بلکہ اس اجنبیہ سے خلوت کرے تو پھر اس سے ترکِ تعلق کردیا جائے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرے اور اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے (۳)۔

(۲) کیا فتویٰ صحیح ہے اور کیا حد جاری کرنا چاہئے ہیں، اور کس سے کون سا فعل موجب حد سرزد ہوا اور یہاں حدود جاری کرنے کا شرعاً کس کو اختیار حاصل ہے، تفصیل سے لکھئے تاکہ غور کیا جاسکے۔

تنبیہ: کافرہ سے مسلم کا نکاح حرام ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾ الآية (۴)۔

= (وكذا في النهر الفائق: ۱۴۶/۳، كتاب الحدود، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۶۲۷/۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۵، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۲۶، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۱۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لقوله عليه الصلاة والسلام "اتقوا مواضع التهم" هو بمعنى قول عمر "من سلك مسالك التهم اتهم" رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر رضي الله تعالى عنه موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۰)، ص: ۴۹، قديمي)

(۳) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك. . . . وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده". (مرقاة المفاتيح: ۸/۵۴۵، كتاب الآداب، باب ما ينهي عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيديه)

(۴) (سورة البقرة: ۲۲۱)

آٹھ نو سال سے زوجہ کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اگر زوجہ نے اپنے حقوق کو معاف نہیں کیا اور شوہر کے اس طرزِ عمل سے خوش نہیں تو اس کو چاہیے کہ عدالتِ مسلمہ میں دعویٰ کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے میرے حقوق ادا نہیں کرتا، میرے حقوق ادا کرائے جائیں، یا طلاق دلائی جائے۔ اس پر حاکم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو، شوہر کو حاضر کرے اور کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کو طلاق دیدو، یا اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اگر شوہر کوئی صورت اختیار کرلے بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم خود تفریق کر دے (۲)، اس کے بعد عدتِ طلاق تین حیض گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۱۵/ رجب/ ۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ رجب/ ۶۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "حدثنا نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أنه كان إذا سئل عن نكاح اليهودية والنصرانية قال: "إن الله حرم المشركات على المسلمين. قال: فلا أعلم من الشرك شيئاً أكبر، أو قال: أعظم من أن تقول ربها عيسى أو عبد من عبيد الله". (أحكام القرآن للجصاص، باب نكاح المشركات: ۱/۴۵۵، قديمي)

(۱) "وركنه (أي الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية".

(رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(۲) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، دار الاشاعت، کراچی)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسّها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مس کرنے کا بیان)

بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا

سوال[۹۲۳۵]: عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا کیسا ہے؟ خالو، پھوپھا، بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کا حکم محرم کا ہے یا غیر محرم کا؟ غیر محرم کے سامنے آنے کی حکم شرع توڑنے پر عتاب خداوندی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ سب نامحرم ہیں(۱)، ان کے سامنے بے پردہ آنا، ان سے بے تکلفی، ہنسی مذاق کرنا سخت فتنہ کا موجب ہے، حدیث شریف میں دیور کو موت قرار دیا ہے، غیر آدمی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی جتنی ان لوگوں کو ہوتی ہے، ان سے پردہ لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (الآية) (سورة النساء: ۲۴)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". متفق عليه" (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال النووي رحمه الله: والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه، لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع، لتمكنهم من الوصول إليها والخلوة بها من غير نكير عليهم". (مرقاة المفاتيح: ۲۴۸/۶، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشيدية)

نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو

سوال [۹۰۳۶]: اگر زید اپنی زوجہ اور بڑے لڑکے اور لڑکی کو خالد کی سرپرستی میں دیدے تو کیا ایسی صورت میں وہ قابل لعن وطعن ہوگا یا نہیں ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالد سرپرستی کا اہل ہے، تربیت سے واقف ہے، متدین ہے تو کوئی لعن وطعن نہیں، حق تعالیٰ فتنہ سے بچائے(۱)۔ لڑکی کا نامحرم کے ساتھ رہنا یا بے پردہ اس کے پاس جانا، تنہائی کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ متدین ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۵ھ۔

---

(۱) یعنی لڑکی کو نامحرم مرد کے ساتھ نہ رکھے کہ خطرناک ہے، اگرچہ مرد دیندار ہی کیوں نہ ہو، نیز کسی کی بھی نیت بگڑنے کا سخت خطرہ ہے، کما سیأتی تحت المعاتبة الآتية.

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم" الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطان": أي كيده ووسوسته "يجري": أي يسري "من الإنسان": أي فيه، وقيل: عدي "يجري" بـ "من" على تضمين معنى التمكن: أي يتمكن من الإنسان في جريانه "مجرى الدم": أي في جميع عروقه ... شبه سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشي قواها من الدم .... وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بإقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مرقاة المفاتيح: ۲۴۵/۱، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي)

نامحرم کے ساتھ تنہائی

سوال [۵۲۲۲]: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ میر علی اور محمد رضا دونوں دوست ہیں، محمد رضا نے میر علی سے کہا کہ میرے لئے بازار سے ٹل لانا۔ وہ لینے کے لئے گئے مگر ملا نہیں، یہ کہنے کے لئے شام کو میر علی محمد رضا کے گھر گئے۔ جب کہ اس کے بیوی بچے موجود تھے، گھر میں جا کر میر علی آنگن میں بیٹھ گئے۔ وہ یہ بتلانے گئے تھے کہ ٹل ملا نہیں، مگر میر علی کی زوجہ نے یہ کلام اور لڑائی کی، جب اس نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے فوراً اس مکان پر آئی، دروازہ بند کر دیا اور خود اپنے شوہر میر علی کو بدنام کیا اور ان کو ذلیل کیا کہ محمد رضا کی بیوی سے اس کا ناجائز تعلق ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

دراصل میر علی کے پاس بہت سے جانور ہیں جن کی دیکھ بھال نہیں ہوتی، اس لئے یہ شکایت میر علی کی زوجہ کو ہے کہ ان سے یہ جانور نہیں پلتے ہیں۔ بہرحال اس واقعہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو غیر محرم عورت کے پاس اس طرح شام کے وقت مکان میں جا کر بیٹھنا مناسب نہیں، اس سے بچایا جائے (۱)، ٹل خریدنے کے متعلق بات کرنے کے لئے بلکہ بتانے کے لئے کہ "خریدا ہے یا نہیں"

---

(۱) "عن عمر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لايخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان" رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل شاب أو شيخ". (رد المحتار، كتاب العمرة: ۲/۳۶۸، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لاتلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم" الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطان": أي كيده ووسوسته "يجري" أي يسري "من الإنسان" أي فيه، وقيل: عدي "يجري" بمن على تضمين معنى التمكن، أي يتمكن من الإنسان في جريانه "مجرى الدم": أي في

مکان کے اندر ہونے کی بالکل ضرورت نہیں تھی، دروازہ پر کھڑے ہوکر بتا کر چلے جاتے۔ عورت کا باہر سے دروازہ بند کرکے شوہر کو بدنام اور ذلیل کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے، اگر اس کو اپنے شوہر کے گھریلو معاملات کے متعلق کوئی شکایت تھی اس کی وجہ سے زنجیر لگا کر بدنام کرنا نہایت کمینہ پن ہے، اس کو لازم ہے کہ شوہر سے معافی مانگے۔ اور اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کرکے آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسی حرکت سے اجتناب کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت

سوال[۱۲۲۸]: کسی ساٹھ یا اسی سالہ بوڑھے کو کسی غیر محرم یا کنواری عورت کے ساتھ تنہائی میں

جميع عروقه ... ثم سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً، وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء العاصي لوامة من التمع ... وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بإقدار الله تعالى على كمال التصرف امثلاً للبشر". (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۲۵، ۲۲۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيدية)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي)

"عن عمر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "والحاصل أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل شاباً أو شيخاً". (رد المحتار، كتاب الحظر ۶/۳۶۸، سعيد)

یہ عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے: "واجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شابا أو شيخا". شامی: ۵/۲۳۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نامحرم کے ساتھ رکشا میں بیٹھنے کی سزا

سوال [۹۲۳۹]: میں ایک ساٹھ سال کی عورت ہوں اور ۶۵/ سال کے ایک مرد کے ساتھ بازار سے گھر تک رکشا میں بیٹھ گئی، جب میں گھر پہنچی تو میرے مرد نے مجھے اپنے مکان سے باہر کر دیا۔ تو آپ سے یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ بیٹھ کر گئی تو کیا گناہ ہوا؟ اگر میں نے اس کے ساتھ کوئی گناہ بھی کیا ہو کیا سزا ہے یا کیا کفارہ ہے کہ اس کو میں ادا کر دوں اور سماج میں شامل ہو سکوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامحرم سے پردہ لازم ہے(۲)، اس طرح اس کے ساتھ رکشہ میں بیٹھ کر آنا کہ بدن سے بدن لگے

---

(۱) (رد المحتار: ۶/۳۶۸، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم" الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطان" أي كيده ووسوسته "يجري" أي يسري "من الإنسان" أي فيه. وقيل: عدي "يجري" بـ "من" على تضمين معنى التمكن: أي يتمكن من الإنسان في جريانه "مجرى الدم" أي في جميع عروقه . شبه سريان كيده وجريان وساوسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكنا تاما وتصرفه فيه تصرفا كاملا بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الساعي قوتها من الدم . وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بما قدره الله تعالى على كمال التصرف امتلاءً للشر". (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيدية)

درست نہیں ہے (۱)۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی گناہ کیا ہو تو جیسا گناہ ہو ویسی ہی اس کی سزا ہوگی۔ اب موجودہ وقت میں شرعی سزا کے شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اصلی سزا نہیں دی جاسکتی۔ سماج سے الگ کردینا ہی سزا ہے۔ توبہ استغفار کے بعد جب اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور پردہ کا اہتمام کیا جائے گا تو سماج میں شامل کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۰۹ھ۔

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي)

"عن عمر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار). "وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً". (رد المحتار، كتاب الحظر: ۳۶۸/۶، سعيد)

(و) حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه ...... إلا من الأجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"قال رحمه الله: (ويمس ما يحل له النظر إليه) يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبية". (البحر الرائق: ۳۵۲/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

"ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۰۴/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً، عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم﴾ –

کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا

سوال[۹۲۲۰]: ایک شخص جو کہ عورتوں کو چوڑی پہنانے کا کاروبار کرتا ہے وہ سب عورتوں کو اپنی ماں بہن تسلیم کرتا ہے، غلط نظر نہیں ڈالتا ہے، دوسرا کاروبار اس کے لئے مشکل ہے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامحرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں (۱) اگرچہ کوئی نامناسب خیال دل میں نہ آئے۔ اپنی بیوی، بہن وغیرہ کسی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۲ھ۔

زیرِ تربیت لڑکی سے خدمت

سوال[۹۲۲۱]: ایک چھوٹی لڑکی ہے، اس کے رشتہ داروں میں سے سوائے پھوپھی کے کوئی موجود

= الآیة) (سورة التحریم: ۲۸)

"ولا یجوز (أی الهجر) فوقها (أی فوق الأیام الثلاثة) إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک ... وأجمع العلماء علی أن من خاف مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیه دینه أو یدخل مضرة فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبُعده". (مرقاة المفاتیح: ۸/۷۵۹، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشیدیه)

(۱) "حل لمسه إذا أمن الشهوة علیٰ نفسه ... إلا من أجنبیة، فلا یحل مس وجهها وکفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدر المختار: ۶/۳۶۷، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

"قال رحمه الله: ویمس ما یحل له النظر إلیه: یعنی یجوز أن یمس ما حل له النظر إلیه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبیة". (البحر الرائق: ۸/۳۵۶، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس، رشیدیه)

"ولا یحل له أن یمس وجهها ولا کفها وإن کان یأمن الشهوة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۹، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه، رشیدیه)

وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۴۰۴، کتاب الحظر والإباحة، باب فیما یکره من النظر والمس للأقارب والأجانب ومالا یکره، رشیدیه)

نہیں ہے، اب اس کی شادی میں وہ بچی اسے دی گئی۔ تو کیا ایسی صورت میں اس مربیہ کو اس لڑکی سے بحکم شرعی

خدمت لینے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مربیہ کی تعلیم و تربیت کے لئے خدمت بھی لی جاسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۵ھ۔

مردوں کا نامحرم عورتوں کو چوڑی پہنانا

سوال [۹۳۴۱]: چوڑیاں پہنانے والے پردہ نشین عورتوں یا غیر پردہ نشین عورتوں کو چوڑیاں

پہناتے ہیں، مردوں کا چوڑیاں پہنانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود۔

نامحرم کو چوڑیاں پہنانا

سوال [۹۳۴۲]: ایک مسلمان آدمی جو چوڑیوں کا کام کرتا ہے، یعنی چوڑی پہنانے کا پیشہ ہے، جز

ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں ہے، اور وہ شخص مختلف گاؤں میں جا کر چوڑیاں پہناتا ہے اور فروخت بھی کرتا ہے اور غیر

محرم عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر چوڑیاں پہناتا ہے، تو اس کا پہنانا کیسا ہے اور شریعت اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی

ہے؟ لہٰذا جواب مطلوب ہے۔

---

(۱) خدمت چونکہ تربیت کا حصہ ہے، لہٰذا مربیہ لڑکی سے خدمت لے سکتی ہے

وروي أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: عندي يتيم فمم أضربه؟ قال:

"مما تضرب منه ولدك" يعني لا بأس أن تضربه للتأديب ضرباً غير مبرح مثل ما يضرب الوالد ولده".

(تنبيه الغافلين، باب الإحسان إلى اليتيم، ص: ۱۹۲، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۲۳۵، رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۸۹ھ۔

چوڑی پہنانے کا پیشہ

سوال [۹۲۲۳]: ۱…بہت سے مرد چوڑیاں پہنانے کا کام کرتے ہیں، یہ کمائی حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز؟

۲…بہت سی عورتیں بے پردہ ہو کر باہر دیہات میں چوڑیاں پہناتی ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ علاوہ ازیں ایک عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور لڑکے اس کے جوان باروزگار ہوں اور پھر بھی وہ عورت چوڑیاں بے پردگی سے پہنائے تو اس کی ذمہ داری کس کے ذمہ ہے، بالفرض اگر وہ لڑکے اس کو نان ونفقہ نہ دیں تو کیا حکم ہے اور اگر اس کو کھانا کپڑا وغیرہ دیں اور بے پردگی سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… چوڑیوں کی قیمت حلال ہے، نامحرم کے ہاتھ وغیرہ کو مس کرنا ناجائز ہے (۲)۔

---

(۱) "وما حل نظره، حل لمسه إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۸/۳۵۵، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۷/۳۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"کسی اجنبی کو ہاتھ پکڑانا، یا کوئی بھی عضو مس کرنے کی قدرت دینا عورت کے لئے بلا ضرورت شدیدہ حرام ہے، اور چوڑیاں پہننا ضرورت میں داخل نہیں"۔ (أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، پردہ و دیگر متعلقہ مسائل: ۸/۳۱، سعيد)

(۲) "حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه … إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدرالمختار: ۶/۳۶۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"قال رحمه الله: (ويمس ما يحل له النظر إليه) يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل لا من الأجنبية". (البحر الرائق: ۸/۳۵۶، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه) =

۲... یہ صورت اجرت جائز ہے، حجاب سے لڑکے ان لڑکیوں کو پڑھا سکتے ہیں(۱) اسے پردہ کی تاکید ہے(۲)

- "ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة". (الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٢٩، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٣/٤٠٧، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشيديه)

(١) "فإن وقعت على عمل معلوم، فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا بآخره. وإن كان يصلح أوله دون آخره، فتجب الأجرة بمقدار ما عمل". (النتف في الفتاوى، ص: ٣٣٨، كتاب الإجارة، سعيد)

(٢) پردہ کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے اور بے پردگی پر بہت وعیدیں آئی ہیں:

"وعنه (ابن مسعود رضي الله تعالى عنه) عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، ص: ٢٦٩، قديمي)

"وعن أم سلمة رضي الله تعالى عنها أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وميمونة رضي الله تعالى عنها إذ أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "احتجبا منه". فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، ص: ٢٦٩، قديمي)

وقال الله تعالى: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ قال أبوبكر: "في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن. وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالى: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر". (أحكام القرآن للجصاص: ٣/٤٥٦، قديمي)

قال الحافظ ابن كثير: "أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب، ويبدين عيناً واحدة". (تفسير ابن كثير: ٣/٦٨٣، سورة الأحزاب: ٥٩، مكتبة دار السلام، رياض)

سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو

سوال [۹۲۳۱]: عمر اپنی بالغ سالی کے ساتھ بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور عمر کی بیوی کا دیور کے ساتھ بات کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمر کا سالی سے بات کرنا وقتِ ضرورت پردہ کے ساتھ جائز ہے(۱)، لیکن بے پردہ ہوکر سالی کے سامنے آنا اور بے تکلفی سے ہنسی مذاق کرنا، تنہائی میں ملنا جائز نہیں۔ ایسا ہی حال عمر کی بیوی کا اپنے دیور کے ساتھ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= هو بأبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فقال: "ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة؟" قالا: الجوع يا رسول الله! قال: "وأنا والذي نفسي بيده! لأخرجني الذي أخرجكما، قوموا" فقاموا معه، فأتى رجلاً من الأنصار، فإذا هو ليس في بيته، فلما رأته المرأة، قالت: مرحباً وأهلاً، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أين فلان؟" قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء".

قال النووي رحمه الله تعالى: "فيه جواز سماع كلام الأجنبية ومراجعتها الكلام للحاجة".

(شرح النووي على الصحيح مسلم: ۲/۱۷۷، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك ويتحققه تحققاً تاماً واستحباب الاجتماع على الطعام: ۳/۳۳۳، مكتبه دار العلوم كراچی)

"والضرورات تتقدر بقدرها". (رد المحتار: ۶/۳۷۰، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۱) "الضرورة تتقدر بقدرها". (الدر المختار: ۶/۳۷۰، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء" فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، قديمي) =

غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا

سوال [۹۲۴۷]: اگر عورت غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہے(۱) تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت کا غیر مرد کے ساتھ مذاق یا ٹھٹھا کرنا جائز نہیں، بہت بے شرمی کی بات ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اس کے جواب میں مذاق کی بات نہ کہے، یا اس کو ڈانٹ دے یا خاموش چلا جائے۔ اور اس کے باپ بھائی شوہر سے کہے کہ اس کو منع کر دیا جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

غیر محرم سے عشق ومحبت کا علاج

سوال [۹۲۴۸]: ایک عورت جس کا نام ہندہ ہے، اس کو ایک شخص سے محبت پیدا ہوئی، جس وقت ہندہ کی شادی ہوئی تھی، اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کسی اجنبی شخص سے محبت کرتی ہے۔ اور اس نے اس اجنبی شخص کو ایک رومال بھی دیا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ محبت ان دونوں میں کیسی ہے۔ اب آپ مطلع فرمائیں کہ کیا صورت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر آدمی سے محبت کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، فوراً توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے عہد کرے اور

---

(۱) "قوله: "الحمو الموت". أي دخوله كالموت مهلك، يعني الفتنة منه أكثر لمساهلة الناس في ذلك ..... قال أبو عبيد: معناه فليمت ولا يفعل ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۶۸/۶، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشيدية)

(۱) "ٹھٹھا کرنا: ہنسی کرنا، مذاق کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولا نكلمه الأجنبية إلا عجوزاً". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۹/۶، سعيد)

نامحرم کے ساتھ بلا ضرورت شرعیہ جب بات کرنا جائز نہیں تو اس کے ساتھ مذاق و ٹھٹھا کرنا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

شرع میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرد وعورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں

سوال [۹۲۵۰]: راستہ میں سڑک کی کون سی طرف چلنا مسنون ہے؟ کیا مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتیں کنارے کنارے چلیں، مرد درمیان میں چلیں۔ عورتیں مل کر مردوں کے ساتھ نہ چلیں (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول میں رہنا اور غیر محارم کے ساتھ کمرے میں خلوت

سوال [۹۲۵۱]: جو لڑکی مردوں کے اسکول میں نامحرم لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرتی ہے اور

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یایها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن، ذلك أدنى أن يعرفن فلا يؤذين﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

"وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان" رواه الترمذي" (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، ص: ۲۶۹، قديمي)

(۲) "عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول -وهو خارج من المسجد، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق- فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم للنساء: "استأخرن، فإنه ليس لكن أن تحققن الطريق، عليكن بحافات الطريق". فكانت المرأة تلصق بالجدار حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به"

"عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين" (سنن أبي داؤد: ۲/۳۲۸، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق، إمدادية ملتان)

نامحرموں کے ساتھ ہر قسم کا خلاملا خلوت جلوت میں ہوگا تو اس کے والدین گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ تو ان کے گھر والوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

غیر محرم مرد وغیر محرم عورت جو ان کے ساتھ جس کا شوہر زندہ ہو ایک کمرے میں اکٹھا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر یا وہ علیحدہ کمرے میں رہتے ہیں، کوئی تیسرا شخص نہیں ہوتا ہے۔ کیا اس میں گناہ کبیرہ لازم آتا ہے اور مہر کی ادائیگی کا تقرار دوبارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والدین نے اس کی اجازت دی ہے اور لڑکی کے اس طرز سے خوش ہیں تو والدین بھی بڑے گنہگار ہوں گے(۱)، اس طرح ان دونوں کا کمرے میں رہنا حرام ہے(۲)۔ اس حرام کام سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله﴾. (سورة المائدة: ۲)

والدین پر لازم ہے کہ لڑکی کو اس گناہ سے بچائیں، لقوله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا﴾ (سورة التحريم: ۶)

"أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته، الإمام راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع في أهله وهو مسئول عن رعيته". (صحيح البخاري، ۱/۱۲۲، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى، قديمي)

"وقال الحسن: تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم". قال أبوبكر: "وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من الآداب ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزية به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۶۶، مطلب: يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا، (سورة التحريم: ۶)، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تلجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم". الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

"إن الشيطان: أي كيده ووسوسته "يجري" أي يسري "من الإنسان": أي فيه. وقيل: غذى —

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

" "يجرى" بـ "من" على تضمين معنى التمكن: أى يتمكن من الإنسان فى جريانه "مجرى الدم": أى فى جميع عروقه . . . شبه سريان كيده وجريان وساوسه فى الإنسان بجريان دمه فى عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشى قواها من الدم وقيل: إراده الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بإقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاءً للبشر" (مرقاة المفاتيح: ۲/۲۳۵، ۲۳۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم" رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمى)

"عن عمر رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لايخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". رواه الترمذى" (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانى)

(وقال الحصكفى رحمه الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام" (الدر المختار) قال العلامة ابن عابدين: "وأجمعوا أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۲۸۰، سعيد)

الفصل الرابع فی النظر إلی العورۃ وإفشائها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

اپنا ستر دیکھنا

سوال [۹۲۵۱]: ۱.... اپنا ستر بوقت حاجت یا دوسری ضرورتوں کے علاوہ دیکھتے رہنا کیسا ہے؟

بیوی کا ستر دیکھنا

سوال [۹۲۵۲]: ۲.... اپنی بیوی کے ستر کو دیکھنا کیسا ہے؟ ساتھ ہی اندرونی و بیرون ستر کی تفصیل فرمادیں۔

مولوی عبدالشکور، دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.... مورثِ نسیان ہے(۱)۔

۲.... اجازت ہے(۲)، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "وما رای منی وما

---

(۱) "(تكملة) قيل: ست تورث النسيان .... الخ". (الدر المختار). "(تتمة): زاد بعضهم: مما يورث النسيان أشياء. منها العصيان .... واللعب بالمذاكير أو الذكر حتى ينزل، والنظر إليه". (رد المحتار: ۱/۲۲۵، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مطلب: ست تورث النسيان، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۳۶۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) "وينظر الرجل إلى جميع بدن زوجته حتى فرجها، والأولى تركه، اهـ". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۳۹، فصل في النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

رأیت منہ"۔ الحدیث(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۹۲ھ۔

زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا

سوال[۹۲۵۴]: زوج زوجہ کا اپنے حجرے میں تنہائی کے وقت ایک دوسرے کا فرج دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے مگر نہ دیکھنا اولیٰ ہے: "وینظر الرجل إلی جمیع بدن زوجتہ حتی فرجہا، والأولی ترکہ، اھ"۔ ملتقی الأبحر: ۲/۵۳۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ جمادی الثانیہ/۵۶ھ۔

---

(۱) (مرقاۃ المفاتیح: ۶/۲۸۹، باب النظر إلی المخطوبۃ وبیان العورات، الفصل الثالث، رشیدیہ)

"عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: ما نظرت، أو ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قط". (سنن ابن ماجۃ، ص: ۱۳۸، أبواب النکاح، باب التستر عند الجماع، قدیمی)

(۲) (ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۳۹، فصل في النظر ونحوہ، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"وعن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: "ما نظرت، أو ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قط". (سنن ابن ماجۃ، ص: ۱۳۸، أبواب النکاح، باب التستر عند الجماع، قدیمی)

"قلت: ولہ یجاب بأنہ أفضی إلی فرجہا بشہوۃ وغیرہا، والأولی ترکہ؛ لأنہ یورث النسیان".

(الدرالمختار). وقال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قولہ: والأولی ترکہ) قال في الهدایۃ: الأولی أن لا ینظر کل واحد منہما إلی عورۃ صاحبہ، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: "إذا أتی أحدکم أہلہ، فلیستتر ما استطاع، ولا یتجردان تجرد العیر". ولأن ذلک یورث النسیان، لورود الأثر". (ردالمحتار: ۶/۳۶۶، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في النظر والمس، سعید) .... ـ

اشاعت دونوں کے حق میں اضاعت ہے۔ کوئی غرض صحیح جس سے متعلق ہو تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار کتاب الصوم ۲/۱۲۷ میں اس سلسلہ میں بحث کی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۸ھ۔

ولادت سے ساتویں روز برہنہ کرکے نہلانا

سوال [۱۲۲۵۷]: ایک لڑکی کو بچہ پیدا ہوا ساتویں روز اس کو بالکل برہنہ کرکے نہلایا گیا جس میں تین عورتیں اور شامل تھیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت کو عورتوں کے سامنے بھی بالکل برہنہ ہونا جائز نہیں خواہ نہانے کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو، پردہ کرکے نہلایا جائے جہاں اس کے جسم کو کوئی نہ دیکھے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۸ھ۔

---

(۱) "(أو أدخل أصبعه اليابسة فيه): أي دبره أو فرجها، (ولو مبتلة فسد)". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: أي دبره أو فرجها) أشار إلى أن تذكير الضمير العائد إلى المقعدة، لكونها في معنى الدبر ونحوه، وإلى أن فاعل أدخل ضمير عائد على الشخص الصائم الصادق بالذكر والأنثى". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصلوة الصوم وما لا يفسد: ۲/۳۹۷، سعيد)

(۲) "وأما الثالث: وهو بيان ما يحل من ذلك وما يحرم للمرأة من المرأة، فكل ما يحل للرجل أن ينظر إليه من الرجل يحل للمرأة أن تنظر إليه من المرأة، وكل ما لا يحل له لا يحل لها، فتنظر المرأة من المرأة إلى سائر جسدها إلا ما بين السرة والركبة . . . ولا يجوز لها أن تنظر ما بين سرتها إلى الركبة إلا عند الضرورة". (بدائع الصنائع: ۶/۴۹۹، كتاب الاستحسان، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۳۵۳، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۲۱، كتاب الكراهية: فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت

سوال[۹۱۵۸]: زید کی منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندوبست کیا، لیکن بچہ کسی طرح نہ ہوا، مجبوراً اسپتال لیجانا پڑا اور آپریشن کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ہوئی۔ اسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں، دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے، گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں زید کیا کرے؟ اسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ کمی ہو سکتی ہے، زید کے پاس کچھ نہیں، قرض لے کر اس کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۳ھ۔

---

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، (رقم القاعدة: ۵۶۸): ۱/۲۵۲، إدارة القرآن كراچی)

"(قوله: لإباحته لتحمل الشهادة) وكذا نظر المقابلة والخافضة والختان والطبيب. وزاد في الخلاصة من مواضع حل النظر لعورة عند الحاجة الاحتقان والبكارة في العنة والرد بالعيب. الخ. ولظمتها بقولي:

ولا تنظر لعورة أجنبي	بلا عذر كقابلة طبيب
وختان وخافضة وحقن	شهود ونية فلا تصد مريب
وعلم بكارة في عنة أو	زنا أو حين رد لمعيب

(رد المحتار: ۳/۲۱، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، مطلب: المواضع التي يحل فيها النظر إلى عورة الأجنبي، سعيد)

"ينظر الطبيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة، إذ الضرورات تتقدر بقدرها. وكذا نظر قابلة وختان، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها؛ لأن نظر الجنس إلى الجنس أخف". (الدر المختار) ▬

ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا

سوال [۹۲۵۹]: اللہ تعالیٰ نے جو پردہ کا اور محرم سے چھپنے کا حکم پارہ:۱۸، سورۂ نور: ۳۱ آیت، پارہ [illegible] میں فرمایا ہے، اس میں کوئی استثناء بھی مرض وغیرہ کی حالت میں نامحرم معالج کے روبرو بے حجاب ہونے کا اور اپنے تمام جسم کو تصرف میں دینے کا دیا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی زوجہ ایسا فعل کرے تو اپنے خاوند کے ناموس میں خلل ڈالا کہ نہیں، اور ایسی صورت میں شوہر کو اس سے باز پرس کا حق ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصۂ جسم کو چھپانا فرض ہے، اگر اس میں کوئی تکلیف، زخم وغیرہ ہو کہ بغیر معالج کے سامنے کھولے

- قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: وينبغي الخ): كذا أطلقه في الهداية والخانية. وقال في الجوهرة: إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج، يجوز النظر إليه عند الدواء؛ لأنه موضع ضرورة. وإن كان في موضع الفرج، فينبغي أن يعلم امرأة تداويها. فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله، يستروا منها كل شيء إلا موضع العلة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح. اهـ فتأمل. والظاهر أن "ينبغي" هنا للوجوب" (رد المحتار: ۳۷۱/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"ثم النظر إلى العورة الأجنبية قد يصير مرخصاً عن الضرورة، كذا في المحيط. ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة، ويغض بصره ما استطاع، كذا في السراجية. امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها، لكن تعلم امرأة تداويها، فإن لم توجد امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت، وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع" (الفتاوى العالمكيرية: ۳۳۰/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ... الخ، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۰۹/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية: [illegible]، فصل في الوطي والنظر والمس، مكتبه شركة علميه ملتان)

علاج نہ ہو سکتا ہو تو صرف اتنا حصہ شدتِ ضرورت کے وقت کھولنا شرعاً درست ہے، اس سے زیادہ نامحرم کے سامنے کھولنا جائز نہیں:

"وينظر الطبيب إلى موضع مرضها اهـ" كنز (۱)۔ "وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة، فيرخص لهم إحياءً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار كنظر الختان والخافضة. وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان؛ لأنه مداواة. وينبغي للطبيب أن يعلّم امرأةً إن أمكن؛ لأن نظر الجنس أخف. وإن لم يمكن، ستر كل عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر ويغض بصره عن غير ذلك الموضع ما استطاع؛ لأن ما ثبت للضرورة يتقدر بقدر الضرورة. والأصح أن لا يجوز النظر إلى امرأة لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه السلام: "المرأة مستورة ..."۔ زيلعي متغير (۲)۔

اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ معالج کسی عورت کو علاج سکھلا دے اور وہ عورت علاج کردے تاکہ مرد کے سامنے کھولنے کی نوبت نہ آوے۔ اگر یہ دشوار ہو تب مرد کے سامنے کھولنے کی اجازت ہے اور تمام بدن معالج کے تصرف میں دینا یا معالج کا موضعِ مرض کے علاوہ کسی دوسرے حصہ کو دیکھنا ہرگز درست نہیں (۳)۔ اگر بغیر

---

(۱) (كنز الدقائق، ص: ۴۴۴، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، مكتبه رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق: ۷/۴۰، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها، لكن تعلّم امرأة تداويها. فإن لم يجدوا امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهن؛ لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۳۰، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ... الخ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۵۳۸، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۳۵۲، ۳۵۳، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيديه)

سے مع حوالہ جات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طور پر ڈاکٹری معائنہ کرنا اور کرانا ناجائز ہے، جس حصۂ بدن کو چھپانا فرض ہے اس کو اس غرض کے لئے کھلوانا اور نامحرم کو دکھانا اور اس کا ہاتھ لگوانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اگر ملازمت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے تو ایسی شرط کو قبول کرنا بھی جائز نہیں:

"وينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة، وهي: ما بين السرة والركبة. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في السوءة، حتى ينكر عليه في كشف الركبة برفق، وفي الفخذ بعنف، وفي السوءة يضرب إن لج. ويمس ما حل النظر إليه: أي من محارمه أو من الرجل (من الأجنبية) اهـ" زيلعي: ٦/١٨، ١٩ (١)۔

یہ مسئلہ اجماعی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، ستر عورت ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق فرض ہے:

"أجمعوا على أن ستر العورة عن العيون واجب في الصلاة وغيرها اهـ" میزان الکبریٰ: ١/١٦٩ (٢)۔ "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" الحديث (٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۵۹ھ۔

---

(١) (تبيين الحقائق للزيلعي: ٧/٣١، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٢٧، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيديه)

(٢) (الميزان الكبرى للشعراني: ١/١٦٩، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ٨/٢٠٨، كتاب اللباس، (رقم الحديث: ٣٢٠)، رشيديه)

(٣) (مشكوة المصابيح، ص: ٣٢١، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمي)

داخلۂ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ

سوال[۱۱۰۹]: آج کل جو پولیس میں بھرتی کے وقت یا کالجوں میں داخلہ کے وقت آدمی کو ننگا کرکے اس کا ڈاکٹری معائنہ کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کیونکہ کشفِ عورت تو حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کشفِ عورت کے لئے یہ ضرورت شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ نہ اس پر مدارِ صحت ہے نہ زندگی، نہ کوئی اور بھی شرعی ضرورت اس پر موقوف نہیں۔ تحصیلِ علم جس کے لئے یہ معائنہ کرایا جاتا ہے اولاً خود محلِ کلام ہے کہ بہت سے عقائدِ اسلام کے خلاف اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ علم کالج پر موقوف نہیں، خارجی طریق سے بھی اس کی تحصیل ممکن ہے۔ پولیس کی ملازمت میں بہت سے مواقع پر قانوناً خلافِ شرع کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس پر کچھ معیشت کا بھی مدار نہیں، بغیر اس کے بہت بڑی مخلوق آسائش کے ساتھ موافقِ شرع زندگی بسر کرتی ہے۔ پس صورتِ مسئولہ میں ارتکابِ حرام کی ہرگز گنجائش نہیں، بلکہ اجتناب واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۷۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ ربیع الثانی/ ۷۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم۔

=(ومسند الإمام أحمد: ۵/۷۰، (رقم الحديث: ۲۰۰۳۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقال محمد بن الحسن رحمه الله تعالى: لا يسع المأمور أن يفعله حتى يكون الذي أمره عدلاً، وحتى يشهد عدل سواه على أن على المأمور ذلك ... ... وقال علي رضي الله عنه: فما أمرتكم من طاعة الله فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيري، فلا طاعة لأحد في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". حديث حسن، رواه الحاكم في صحيحه، وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۷/۲۷۳، ۲۷۵، كتاب الإمارة والقضاء، (رقم الحديث: ۳۶۹۶)، رشيدية)

(۱) "عن عمران قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مسند الإمام أحمد: ۶/۵۹، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا

سوال[۱۲۱۱]: ایک بریلوی شخص جس عورت کے اولاد نہ ہو اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یعنی پائجامہ کے اندر ہاتھ داخل کر کے گھنٹوں وظیفہ پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

وظیفہ تو کیا ہوتا نفسانی ہوس ہے، نہایت ہی شرمناک اور کمینہ حرکت ہے(۱)۔ لوگوں کو چاہیے کہ اپنی عورتوں کو اس سے علیحدہ رکھیں، خود بھی علیحدہ رہیں۔ اگر مرید ہو گئے ہوں تو بیعت فسخ کر دیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ستر کھول کر کشتی کرنا

سوال[۱۲۱۲]: پہلوان کشتی کرتے ہیں مگر صرف لنگوٹ باندھ کر عام مجمع میں لڑتے ہیں حالانکہ از روئے شریعت گھٹنوں تک ستر فرض ہے۔

---

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کو ایمان کا ایک حصہ فرمایا ہے، صحیح بخاری میں حدیث منقول ہے "الحیاء من الإیمان". (کتاب الأدب، باب الحیاء: ۲/۹۰۳، قدیمی)

اور جب انسان کے اندر حیا ہو تو وہ بہت سے چھوٹے بڑے منکرات سے بچتا ہے، لیکن بعض لوگوں میں حیا نہیں ہوتی اور پھر اس وجہ سے وہ ایسی حیا سوز حرکتوں میں مبتلا ہوتے ہیں کہ الحیاء ہی ہے۔ انسان کو منکرات میں پڑنے سے حسن فطرت ہے، ورنہ بے حیا اور بے غیرت لوگ کے اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

"أبو مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستحي، فاصنع ما شئت". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب: إذا لم تستحي فاصنع ما شئت: ۲/۹۰۴، قديمي)

(۲) ایسا شخص درجۂ ولایت سے عاری ہے جس کی بیعت جائز نہیں۔

"الولي هو العارف بالله وصفاته ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والمهوات". (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۵، امجد اکیڈمی لاہور)

(وكذا في شرح العقائد، ص: ۲۴۰، مكتبه خير كثير كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلوانوں کا یہ فعل ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کشتی کا دنگل دیکھنا

سوال[۹۲۶۴]: کشتی کا دنگل دیکھنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ درست نہیں، کیونکہ ران کھلی رہتی

---

(۱) "وينظر الرجل من الرجل إلى ما سوى العورة، وقد بينت في الصلاة أن العورة ما بين السرة إلى الركبة، والسرة ليست بعورة، خلافاً لما يقوله أبو حنيفة والشافعي رحمهما الله تعالى. والركبة عورة، خلافاً للشافعي رحمه الله تعالى. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السوءة، حتى ينكر عليه في كشف الركبة برفق، وفي الفخذ بعنف، وفي السوءة يضرب إن أصر". (مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"والرابع ستر عورته، ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح .... وهي للرجل ما تحت سرته إلى ما تحت ركبته". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ووجوبه عام): أي في الصلاة وخارجها. (قوله: ولو في الخلوة): أي إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفي الخلوة على الصحيح .... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره في الخلوة خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط .... (قوله: للرجل) احترز عن المرأة الأمة والحرة، وعن الصبي، كما سيأتي. (قوله: تحت سرته) هو ما تحت الخط الذي يمر بالسرة ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن موقعه في جميع جوانبه على السواء، كذا في البرجندي، اهـ. إسمعيل. فالسرة ليست من العورة، درر.

(قوله: إلى ما تحت ركبته) دافعاً لما قيل: إن "تحت" من الظروف التي لا تتصرف، حموي. فالركبة من العورة لرواية الدار قطني: "ما تحت السرة إلى الركبة من العورة". لكنه محتمل، والاحتياط في دخول الركبة، ولحديث علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الركبة –

ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ درست ہے اس لئے کہ ستر دیکھنے کا قصد نہیں ہوتا۔ دونوں میں کس کا قول درست ہے؟

مولوی محمد حسین صاحب مبارکپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول درست ہے، لقوله النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت" الحديث (۱)۔ اس میں نظر کی ممانعت ہے جو کہ فعل متعین ہے، نیز قصد وعدم قصد برابر ہے، عدم قصد سے معصیت مرتفع نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی قعدہ/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ذی قعدہ/۶۹ھ۔

چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا

سوال [۹۲۱۵]: ہمارے یہاں نٹ لوگ کھیل تماشہ کرتے ہیں (۲)، یہ لوگ چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر کھیلتے ہیں، بعض دفعہ ستر کھل جاتا ہے اور اس پر انعام مانگتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

= من العورة" وتمامه في شرح المنية". (رد المحتار: ۱/۴۰۴، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، سعيد)

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، قديمي)

"عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۸، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، قديمي)

"قال ابن الملك: أي لا تصل بشرة أحدهما إلى بشرة الآخر في ثوب واحد في المضجع، بخوف ظهور فاحشة بينهما. قال المظهر: ومن فعل، يعزر ولا يحد. وفيه بيان تحريم النظر إلى ما لا يجوز، وعورة الرجل ما بين سرته وركبته". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۷۴، رقم الحديث: ۳۱۰۰، رشيدية)

(۲) "نٹ: بازی گر، شعبدہ باز" (فیروز اللغات، اردو، ص: ۱۳۵۰، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا اور مسخروں کی نقلیں یا مسخرہ پن کرنا(۱)، ناچنا، ڈھول بجانا(۲) اور یہ تمام باتیں سب ناجائز ہے، تماشا کرنے والے اور دیکھنے والے اور اس پر پیسہ دینے والے سب ہی گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

سوال[۱۰۲۶۰]: جب پانی عبور کرتے ہوئے پانی گھٹنوں سے اوپر تک ہو تو تہبند کو رانوں تک اٹھانا اور گھٹنے اور ران کھولنا اس طرح پانی عبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) "عن جرهد رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أما علمت أن الفخذ عورة" رواه الترمذي وأبو داود".

"وعن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال له: "يا علي! لا تبرز فخذك، ولا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت" رواه أبو داود وابن ماجة".

"عن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور إليه" رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع" رواه البيهقي في شعب الإيمان".

"وعن نافع قال: كنت مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما في طريق، فسمع مزماراً فوضع أصبعيه في أذنيه ونأى عن الطريق إلى الجانب الآخر، ثم قال لي بعد أن بعد: يا نافع! هل تسمع شيئاً؟ قلت: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه، قال: كنت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فسمع صوت يراع فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: وكنت إذ ذاك صغيراً" رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۱، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، قديمي)

گھٹنا ستر ہے یا نہیں؟

سوال[۹۲۶۷]: اگر ایک آدمی گھٹنا کھولے تو وہ کیسا ہے؟ اور اس کا فعل حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھٹنا حنفیہ کے نزدیک ان اعضاء میں سے ہے جن کا چھپانا واجب اور کھولنا ـ جس سے ستر باقی نہ رہے ـ مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۹۰ھ۔

کاشتکاروں کے لئے کشفِ عورت

سوال[۹۲۶۸]: اگر کاشتکار ستر نہ چھپاوے اور جب تک کاشتکاری کا کام کرے اس وقت تک کھولے رکھے، اگر ان کو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ستر کو ڈھانکو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم اس سے مجبور ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا، یا ایسا کہنا ان کا درست ہے از روئے شرع شریف؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا اور ایسا کہنا خلافِ شرع ہے، شریعت کا حکم سب کے لئے ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں:

"يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلى عورته، كذا في المحيط. وعليه الإجماع، كذا في الاختيار شرح المختار. وعورته ما بين سرته حتى تجاوز ركبته، كذا في الذخيرة. وما دون السرة إلى منبت الشعرة عورة في ظاهر الرواية. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في

= (قوله: إلى ما تحت ركبته) فادها لما قيل: إن "تحت" من الظروف التي لا تتصرف، حموي، فالركبة من العورة لرواية دار قطني: "ما تحت السرة إلى الركبة من العورة" لكنه محتمل، والاحتياط في دخول الركبة، ولحديث علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الركبة من العورة". وتمامه في شرح المنية". (رد المحتار: ۱/۴۰۴، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، سعيد)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے عنوان: پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السرة، الخ". هندیہ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم، ۲۷/۷/۵۹ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا

سوال[۹۲۶۹]: گھٹنے کھول کر اپنا کام مثلاً کھیتی وغیرہ کر سکتا ہے یا نہیں، اور درد یا وغیرہ میں گھٹنے کی حالت میں ضرورۃً پائجامہ یا تہبند کو چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گو بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ گھٹنے نہ کھولے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود دار العلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۳۲۷، کتاب الکراهیۃ، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیہ .... الخ، رشیدیہ)

قال العلامة الکاساني رحمه الله تعالی: "یحل للرجل أن ینظر من الرجل الأجنبي إلی سائر جسده، إلا ما بین السرة والرکبة، إلا عند الضرورة .... ولا ینظر إلی الرکبة. ولا بأس بالنظر إلی السرة، فالرکبة عورة، والسرة لیست بعورة عندنا.

والصحیح قولنا، لما روي عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم أنه قال: "ماتحت السرة عورة". والرکبة ماتحتها، فکانت عورة، لا ماتحت الرکبة صار مخصوصاً، فبقیت الرکبة تحت العموم، ولأن الرکبة عضو مرکب من عظم الساق، والفخذ علی وجه یتعذر تمییزه. والفخذ من العورة، والساق لیس من العورة، فعند الاشتباه یجب العمل بالاحتیاط. وذلک فیما قلناه، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع معلوم لا اشتباه فیه". (بدائع الصنائع: ۶/۴۹۱، کتاب الاستحسان، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق ۷/۲۰، کتاب الکراهیة، فصل في النظر والمس، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۳/۴۰۸، باب فیما یکره من النظر والمس للأزواج .... الخ، رشیدیه)

(۲) "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي الله تعالی عنه عن النبي صلی الله تعالی علیه وسلم قال: =

– "إذا زوّج أحدكم عبده أمته، فلا ينظرن إلى عورتها". وفي رواية: "فلا ينظرن إلى ما دون السرة وفوق الركبة" رواه أبو داود. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب الآداب، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، قديمي)

"يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلى عورته، كذا في المحيط. وعليه الإجماع، كذا في الاختيار شرح المختار. وعورته ما بين سرته حتى تجاوز ركبته، كذا في الذخيرة. وما دون السرة إلى منبت الشعرة عورة في ظاهر الرواية. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السوأة، حتى أن من رأى غيره مكشوف الركبة ينكر عليه برفق ولا ينازعه إن لج، وإن رآه مكشوف الفخذ أنكر عليه بعنف ولا يضربه إن لج، وإذا رآه مكشوف السوأة أمره بستر العورة وأدبه على ذلك إن لج، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۷، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ... الخ، رشيديه)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: "يحل للرجل أن ينظر من الرجل الأجنبي إلى سائر جسده إلا ما بين السرة والركبة إلا عند الضرورة ... ولا ينظر إلى الركبة. ولا بأس بالنظر إلى السرة. فالركبة عورة، والسرة ليست بعورة عندنا.

والصحيح قولنا، لما روي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما تحت السرة عورة" والركبة ما تحتها، فكانت عورة، إذ ما تحت الركبة صار مخصوصاً، فبقيت الركبة تحت العموم. ولأن الركبة عضو مركب من عظم الساق والفخذ على وجه يتعذر تمييزه، والفخذ من العورة، والساق ليس من العورة، فعند الاشتباه يجب العمل بالاحتياط، وذلك فيما قلنا، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع معلوم لا اشتباه فيه". (بدائع الصنائع: ۶/۴۹۲، كتاب الاستحسان، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۸، باب فيما يكره من النظر واللمس بالأقارب ... الخ، رشيديه)

برہنہ ہوکر سونا

سوال [۱۰۲۱۰]: رات کو ایک آدمی بالکل برہنہ ہوکر سوتا ہے، یہ عادت کیسی ہے؟ اگر سونے کی حالت میں پائجامہ یا کپڑا باندھ کر سوتا ہے تو اس میں صبح کو اٹھتے وقت تری دیکھتا ہے۔ لہٰذا تری والے کپڑے سے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور ننگا سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالکل ننگا ہوکر سونا مکروہ ہے (۱)۔ جس کپڑے پر سونے کے بعد تری دیکھی وہ نجس ہوگیا، اگر وہ تری مقدارِ عفو سے زائد ہو تو اس کپڑے سے نماز درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ذی الحجہ/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ذی الحجہ/۶۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك". فقلت: يا رسول الله! أرأيت إذا كان الرجل خالياً؟ قال: "فالله أحق أن يستحيى منه". رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، ص: ۲۶۹، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله: "قال: "فالله أحق أن يستحيى منه" وهذا يدل على وجوب الستر في الخلوة إلا عند الضرورة كما سبق". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني: ۲۸۵/۶، ۲۸۶، رشيدية)

(۲) "كل ما يخرج من بدن الإنسان مما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل، فهو مغلظ، كالغائط والبول والمني والمذي والودي والقيح والصديد والقيء ..... فإذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني في الأعيان النجسة: ۴۶/۱، رشيدية)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

شرعی لباس

سوال [۹۰۰۱]: کیا شرعی لباس وہی ہے جو آپ علماء حضرات پہنتے ہیں، یا کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے(۱) اور جس لباس کی ممانعت شریعت میں نہ ہو اور کسی غیر قوم کے لئے مخصوص نہ ہو اور صلحاء کا شعار ہو وہ بھی شرعی لباس ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۸/۸۸ھ۔

مسنون لباس

سوال [۹۰۰۲]: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف پنڈلی تک اور چھوٹی موری

---

(۱) "والمراد بالسنة هنا أقواله وأفعاله وأحواله". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۲۵، رشيدية)

(۲) "قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۶، معهد الخليل)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيدية)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۶/۲۱۰۴، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبة مصطفى الباز رياض)

والا پائجامہ ثابت نہیں (۱)، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس قسم کے لباس سلف صالحین نے اسلامیت اور کفاریت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور عمرو کہتا ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن جو حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہر ہر سنت پر عمل کرنے والے ہیں وہ تو غیر ثابت شدہ شئی پر عمل نہیں کریں گے۔ لہٰذا مسنون مع حوالہ و دلیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف ساق تک کرتہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے۔ پائجامہ پہننے کا عرب میں عام دستور نہیں تھا، بلکہ لنگی کا دستور تھا اور وہ بھی نصف ساق سے نیچے تک ہوتی تھی، اس کی بھی حدیث شریف میں تصریح ہے۔ نصف ساق سے نیچے تک کی بھی اجازت ہے لیکن ٹخنوں سے اونچے رہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار". رواه البخاري اهـ". مشكوة شريف، ص: ۳۷۳(۲)۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إزرة المؤمن إلى أنصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين، وما أسفل من ذلك ففي النار". قال ذلك ثلاث مرات، "ولا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطرا". رواه أبو داود وابن ماجه اهـ". مشكوة شريف، ص: ۳۷۳(۳)۔

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من جر ثوبه من مخيلة لم ينظر الله

---

(۱) "موری: پائجامے کا پائنچہ". (فیروز اللغات، ص: ۱۳۱۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار: ۲/۸۶۱، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وأبوداود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۲/۲۱۲، إمدادية)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ص: ۲۵۵، قديمي)

إليه يوم القيامة". فقلت لمحارب: أذكر إزاره؟ قال: ما خص إزاراً ولا قميصاً، اهـ". بخاری، ص: ۸٦۱(۱)۔

بعض آدمی پائجامہ بھی پہنتے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا اور خریدا(۲)۔ بعض روایت میں ہے کہ پہنا بھی ہے، زاد المعاد میں اس کی تصریح ہے(۳)۔ باقی اس کی تفصیل نہیں دیکھی ہے کہ وہ کیسا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۰ھ۔

مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں

سوال[۹۲۷۳]: مسنون لباس یا مسنون چیز کو اختیار کرنے کے لئے کوئی عمر ہے یا بڑھاپے میں کوئی سنت کو رائج کرے، لوگ اس کا مذاق اڑائیں تو کیا اس کو عمل میں لانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتباعِ سنت کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا غلط ہے: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعوني، يحببكم الله﴾ الآية(٤)۔

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء: ۲/۸٦۱، قديمي)

(۲) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالى عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲٥٦، قديمي)

(وكذا في جمع الوسائل مع هامش المناوي، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۰٥، تاليفات أشرفية)

(۳) "واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها. وقد روي في غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ٥٣، دار الفكر)

(وكذا في حاشية المناوي على جمع الوسائل، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۱٥، تاليفات أشرفية)

(٤) (سورة آل عمران: ۳۱)

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين". الحديث(۱)۔

لوگوں کے مذاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردہ سنت کے احیاء میں بڑا اجر ہے: "من أحيى سنة من سنتي قد أميتت بعدي". الحديث(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

کون سے لباس کا استعمال مذہب اسلام میں جائز ہے، اور پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال [۹۱۷۴]: مذہب اسلام میں جن جن لباسوں کا استعمال درست ہے، اس کی نشاندہی فرمائیں۔ کیا ہندوستان میں کوٹ اور پتلون استعمال کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لنگی، کرتہ، ٹوپی، عمامہ، چادر، یہ لباس عام طور پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے(۳)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۰۱، حديث العرباض بن سارية رضي الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۱۶۶۹۲)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن ابن ماجة، المقدمة، باب سنة الخلفاء الراشدين، ص: ۵، قديمي)

(۲) "عن بلال بن الحارث المزني رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحيى سنة من سنتي قد أميتت بعدي، فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، المقدمة، باب من أحيا سنة قد أميتت، ص: ۱۹، قديمي)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير: [illegible]، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۳) "عن أبي بردة قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساءً ملبداً وإزاراً غليظاً، فقالت: قبض روح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في هذين". (الشمائل للترمذي، باب ما جاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

پائجامہ بھی منقول ہے(۱) لنگی یا پاجامہ ٹخنے سے اونچا ہونا چاہیے، ٹخنہ ڈھکنا منع ہے(۲)۔ پھر جو وہ لباس جو کفار

= (وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۱، تاليفات أشرفيه)

"عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القميص". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵، سعيد)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ۱/۲۰۱، تاليفات أشرفيه لاهور)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء". (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب اللباس، باب في القلنسوة: ۵/۱۳۹، (رقم الحديث: ۸۵۰۵)، عباس أحمد الباز مكة)

(وكذا في المستدرك حاكم عن أبي الدرداء: ۳/۲۸۱، بيروت)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: دخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مكة يوم الفتح عليه عمامة سوداء". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في عمامة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۹، سعيد)

(۱) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۶، قديمي)

(وكذا في جمع الوسائل مع حاشية المناوي، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۱۵، تاليفات أشرفيه)

"واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها، وقد روي في غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۴، دار الفكر)

(وكذا في حاشية المناوي على جمع الوسائل، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۱۵، تاليفات أشرفيه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أسفل من =

فساق کا مخصوص شعار ہو، اس سے بچنا چاہیے(۱)۔ کوٹ، پتلون ہندوستان میں پہننا حرام تو نہیں، یا البتہ صلحاء کا شعار نہیں، اس سے بچنا چاہیے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الكعبين من الإزار ففي النار". رواه البخاري. اهـ. (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار: ۲/ ۸۶۱، قديمي)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إزرة المؤمن إلى أنصاف ساقيه، لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين، وما أسفل من ذلك، ففي النار". قال ذلك ثلاث مرات. "ولا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطراً". رواه أبو داود وابن ماجة، اهـ". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قديمي)

(وأبو داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۲/ ۲۱۲، إمدادية)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/ ۵۵۸، دار الحديث)

(والجامع الصغير مع فيض القدير: ۱۱/ ۵۷۳۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) پتلون کی شعاریت اگرچہ ختم ہوگئی ہے، لیکن اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو -جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے- تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا درست نہیں، ناجائز ہے:

"عنه (ابن عمر) رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/ ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى ... اهـ". (مرقاة المفاتيح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/ ۱۵۵، رشيدية)

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر ←

کرتا کہاں تک لمبا ہو

سوال[۱۱۷۵]: کرتا کس قسم کا اور کتنا پہننا سنت ہے، اور کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف ساق تک کرتا ہونا ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا نصف ساق سے اوپر خواہ گھٹنا سے نیچے ہو یا اوپر یا کمر تک ہو، سب سنت کے خلاف ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو پھر بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اگر کمر تک جبا(۱) پہنے ہوں تو اس کو گھٹنا تک کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو گھٹنا تک کی کیوں نصف ساق تک ہی چاہیے، کیوں کہ خلاف سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کوئی فرق ہے تو فرق کیا ہے، اور وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عرب میں عامۃً ٹخنے کے قریب تک دراز کرتہ پہننے کا رواج ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کرتے نصف ساق تک ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کرتہ قصیر الکمامت بھی تھا، جس کی تفصیل معلوم نہیں، ابن ماجہ کی روایت کتاب اللباس میں ہے (۲)، بظاہر صورت حال یہ تھی کہ جیسا وقت پر میسر آگیا، پہن لیا جسم مبارک کی ساخت پر مستقل بنوانے اور سلوانے کا معمول نہیں تھا۔ مدارج النبوۃ میں لباس

= على ما إذا لم يصف حجمها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في النظر واللمس: ٦/٣٦٦، سعيد)

قال العثماني مدظله العالي: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة و عدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ٤/٨٨، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۱) "جبہ: ایک لمبا کوٹ یا چغہ، جو پاؤں تک ہوتا ہے، جب، چغہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۸۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى في شملة قد عقد عليها". قال المحشي: "قد عقد عليها" أشار إلى صغرها". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، ص: ۲۶۲، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱/۱۳۳، تاليفات اشرفيه)

(شمائل كبرى: ۱/۱۹۳، دار الإشاعت كراچی)

مبارک کی کچھ تفصیل بھی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نصفِ ساق تک کرتا

سوال [۹۲۷۶]: نصف ساق تک کرتا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ، اگر کوئی اس کو ترک کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنن ہدیٰ کی قسمیں ہیں، کرتہ وغیرہ کا طول اور ہیئت سنن زوائد میں سے ہے جس میں یہ تقسیم نہیں، ایسی سنن کا حکم یہ ہے کہ بہ نیت اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی (۲)، لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار کرے گا تو گناہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۶/ ۹۳ھ۔

---

(۱) ''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ لباس شریف میں وسعت اور بے تکلفی تھی، مطلب یہ کہ جو پاتے زیب تن فرما لیتے اور نفیس و قیمتی کی اقتدا نہ فرماتے، اور کسی خاص قسم کی تجویز نہ فرماتے، اور کسی حال میں عمدہ و نفیس کی خواہش نہ فرماتے، اور نہ ادنیٰ و حقیر کا تکلف فرماتے، جو کچھ موجود و میسر ہوتا پہن لیتے، اور جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا فرماتے۔ اکثر حالتوں میں چادر، پیراہن اور ازار ہوتا جو سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے، اور پشمینہ بھی پہنتے۔ منقول ہے کہ آپ کی چادر شریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے: ''میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا لباس پہنتا ہوں'' اسے شیخین نے روایت کیا ہے''۔ (مدارج النبوۃ، باب یازدہم، نوع دوم در لباس مبارک: ۱/ ۵۴۵، ضیاء القرآن لاہور)

(۲) "والسنة نوعان: سنة الهدى، وتركها يوجب إساءة وكراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك كسير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده والتنفل، ومنه المتطوع، يثاب فاعله ولا يسيء تاركه". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها، الفصل الثاني: ۱/ ۱۰۳، سعيد)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي) . . . . .

کرتہ نصف ساق تک ہے

سوال[۱۰۴۲۷]: امام کے لئے کرتا پہننے کی کوئی حد ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں تک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف ساق تک کا کرتہ مسنون ہے، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے، امام اور مقتدی سب کا حکم ایک ہی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۸ھ۔

کرتہ کی کیفیت

سوال[۱۰۴۲۸]: تہبند اور بغیر کلی دار کرتہ جس کو عرف بنگال میں "پنجابی" کہا جاتا ہے، اس کو با ہی مسنون شمار کیا جائے گا یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جامۂ مبارک جس کو قمیص سے تعبیر کیا گیا، اس کی کیا شکل تھی؟ بینوا توجروا۔

= (وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۲۰۴، دار الحديث ملتان)

(والجامع الصغير مع فيض القدير: ۱۱/۵۲۳۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالىٰ عنهما قال: أخذ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعضلة ساقي أو ساقه، وقال: "هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار في الكعبين". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في إزار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

"وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والإزار، فنصف الساقين". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز إرخاؤه إليه وما يستحب: ۲/۱۹۵، قديمي)

"كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قميصاً فوق الكعبين". (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱/۱۳۲، تاليفات اشرفيه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال: أخرجت إلینا عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کساءً ملبداً وإزاراً غلیظاً، فقالت: قبض روح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ہذین". شمائل الترمذی(۱)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات کے وقت بھی تہبند پہنے ہوئے تھے، شمائل ترمذی شریف میں تہبند کی بھی تفصیل مذکور ہے(۲)۔

"عن أم سلمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قالت: کان أحب الثیاب إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم القمیص. وقد أخرج الدمیاطی کان قمیص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قطناً قصیر الطول والکمین اھ". جمع الوسائل(۳)۔

"عن أسماء بنت یزید قالت: کان کم قمیص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی الرسغ. قال الجوزی: فیہ دلیل علی أن السنة أن لایتجاوز کم القمیص الرسغ، وأما غیر القمیص فقالوا: السنة فیہ أن لایتجاوز رؤوس الأصابع من جبة وغیرها اھ انتہی.

ونقل فی شرح السنة أن أبا الشیخ ابن حیان أخرج بہذا الإسناد بلفظ: کان کم قمیص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم أسفل من الرسغ. وأخرج ابن حبان أیضاً عن طریق مسلم بن یسار عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس قمیصاً فوق الکعبین مستوی الکمین بأطراف أصابعہ اھ".

جمع الوسائل(۴)۔

(۱) (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸، سعید)

(۲) "عن أبی بردة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: "أخرجت إلینا عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کساءً ملبداً وإزاراً غلیظاً، فقالت: قبض روح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ہذین". (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸، سعید)

(۳) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۱۳۳، ۱۳۴، ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۴) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ما جاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: =

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قمیص پسندیدہ تھی اور وہ ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی اور آستین کبھی پہنچوں تک اور کبھی انگلیوں تک ہوتی تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کرتے میں کالر

سوال [۹۲۷۹]: کرتوں کے اندر جو کالر لگواتے ہیں، کیا وہ قمیص کے ساتھ مشابہت نہیں ہے اور اس کا لگوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی غلط چیز کی مشابہت ہے تو اس سے بچنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سیاہ کرتا پہننا

سوال [۹۲۸۰]: مسلمان مرد کو کالا تہبند باندھنا، یا کالا کرتا پہننا، یا کالی واسکٹ پہننا کیسا ہے؟

= ۱/۱۰۷، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

تفصیل کے لئے دیکھئے (بذل المجہود: ۵/۶۰، مکتبۃ الشیخ)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۲/۵۵۸، دار الحديث)

"وعنه" أي ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما "قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۶۴۳، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے مگر جب کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار ہو جیسا کہ محرم میں روافض کا شعار ہے(۱) تو اس سے بچنا چاہیے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قمیص پہننا

سوال[۹۲۸۰]: آج کل جس طرح کی قمیص پہنی جاتی ہے اس کا پہننا کسی بھی نوع سے آخرت میں پکڑ کا باعث ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس قمیص کو پہننا پکڑ کا باعث نہیں، خاص کر ایسے علاقے میں جہاں کا عام لباس یہی ہو(۳)، لیکن مسنون لباس کی تعیین کرنا اتباعِ سنت کا تقاضہ ہے، اس کو ترک کرکے قمیص مروجہ پہننا بڑی فضیلت سے محرومی کی بات ہے(۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت المسئلۃ المتقدمۃ آنفاً)

(۲) "ویکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزیقها للتعزیۃ". (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراهیۃ: ۳/۳۳۵، رشیدیہ)

"ویقصد الشارب إمرأة أهل السنۃ والجماعۃ، وتترکہ إمارۃ الرفض، وکذا لبس السواد". (الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، الثالث فی الحظر والإباحۃ ۶/۳۱۱، رشیدیہ)

(۳) "فإن الإسلام ... لم یفرض الإنسان نوعاً خاصاً أو هیئۃ خاصۃ من اللباس ... وإنما وضع مجموعۃ من المبادی الخ". (تکملۃ فتح الملهم، کتاب اللباس: ۴/۸۵، دارالعلوم کراچی)

(۴) "فأما هیئۃ اللبس فتختلف باختلاف عادۃ کل بلد". (فتح الباری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۱۰/۳۳۲، دارالمعرفۃ بیروت)

"فإن الإسلام ... لم یقصرہ علی نوع دون نوع، ولم یفرض للإنسان نوعاً خاصاً أو هیئۃ ...

قمیص کا حکم

سوال[۹۲۸۲]: قمیص کا کیا حکم ہے خاص کر جب کہ آستین کرتے کی آستین کے برابر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف قمیص اگر پوری آستین کی ہو اور پائجامہ ٹوپی وغیرہ فیشن کا نہ ہو تو یہ بھی بہتر نہیں ہے۔ اگر چہ کچھ عموم ہوگیا ہو، مگر علماء اور صلحاء اچھا نہیں سمجھتے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ

سوال[۹۲۸۳]: کالری قمیص استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور بڑے پائچا کا پاجامہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو "من تشبہ بقوم فهو منهم" کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب یہ دونوں چیزیں کفار یا فساق کا شعار نہیں، اس لیے تشبہ ممنوع میں داخل نہیں، البتہ ہمارے اطراف میں اتقیاء اور صلحاء کا یہ لباس نہیں، اس لئے ایسے لباس کا ترک اولیٰ وانسب ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۹ھ۔

= خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع محصوراً من المبادى". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، دار العلوم كراتشي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۲۹، رشيدية)

(۱) قال القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير ...... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۲۳۳، نزار مصطفى رياض)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۱۲/۵۹، معهد الخليل الإسلامي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم =

آستین کا لمبا ہونا

سوال [۱۲۸۴]: عموماً ہر قسم کے لوگ کرتے کی آستین بھی چڑھا کر اوپر کی طرف موڑ لیتے ہیں، ان کی دیکھا دیکھی مذہبی قسم کے آدمی بھی اگر آستین بھی چڑھا کر موڑ لیں تو یہ مناسب ہے کہ نہیں، اور اسراف بیجا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ آستین تو عموماً عرب میں رائج تھی اور اس کو شرفاء کا لباس تصور کیا جاتا تھا، اسی وجہ سے فقہاء نے نماز شروع کرتے وقت آستین سے ہاتھوں کا ظاہر کرنا مستحب لکھا ہے (۱) اور سجدہ کرتے وقت گرم زمین پر آستین کا زائد حصہ پیشانی کے نیچے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا بھی منقول ہے (۲)۔ اگر ضرورت نہ ہو تو بڑا آستین

= فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۷۴۳، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

"قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۰۳، معهد الخليل، كراچي)

قال العلامة المناوي: "المشاركة في الهدي في الظاهر توجب تناسباً وتشاكلاً بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس، فإن لابس ثياب العلماء مثلاً يجد من نفسه نوع انضمام إليهم". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۷۴۳، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "و آدابها: أي الصلوة .... وإخراج كفيه من كميه عند التكبير؛ لأنه أقرب إلى التواضع وأبعد التشبه بالجبابرة". (مجمع الأنهر، كتاب الصلوة: ۱/۹۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۹، قديمي)

(۲) "ولو سجد على كمه أو فاضل ثوبه، صح". (الدر المختار، كتاب الصلوة، آداب الصلوة: ۱/۵۰۱، سعيد)

"إذا بسط كمه وسجد عليه إن بسط ليقي التراب عن وجهه، كره، وإن بسط ليقي التراب =

کیوں زائد کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۹۲ھ۔

آستین لمبا ہونا

سوال [۹۲۸۵]: بعض لوگ کرتی آستین لمبی سلواتے ہیں، پھر پہننے کے وقت دراز کرتے ہیں۔ یہ افضلیت کے خلاف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آستین کا یہ طریقہ بھی عرب کا عام دستور ہے، ایک کرتہ مبارک قصیر الکمین بھی تھا جس کی تفصیل انجاح الحاجہ میں "إلی الرسغین" کی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑا پائجامہ

سوال [۹۲۸۶]: بڑے اور چوڑے پائجامے کے بارے میں کیا قول ہے، کیا افضلیت وسنت کے

---

* عن عمامته و ثيابه، لا يكره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع، الفصل الثاني: ۱/۱۰۸، رشيديه)

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه كان يمد كم القميص حتى إذا بلغ الأصابع، قطع ما فضل". (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب ماجاء في القميص: ۵/۳۰، معهد الخليل كراچي)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۲۲، تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قميصاً قصير اليدين والطول". قال المحشي: "قوله: "يلبس قميصاً قصير اليدين": أي قصير الكمين، وكان إلى الرسغين". (سنن ابن ماجة مع إنجاح الحاجة، كتاب اللباس، باب كم القميص، ص: ۲۵۶، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب ماجاء في القميص: ۵/۳۰، معهد الخليل كراچي)

خلافِ سنت ہے؟ اگر ہے تو پھر کیا بات ہے کہ بعض بڑے لوگ بھی چوڑا پائجامہ پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ پائجامہ مبارک کی کوئی ہیئت مذکور نہیں تو پھر اس کو خلافِ سنت کیسے کہا جائے، ہر جگہ کے اہلِ علم اور اہلِ صلحاء کا جو لباس ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی دار پائجامہ

سوال [۹۴۸۷]: مردوں کے لئے چوڑی دار پائجامہ ٹخنوں سے اونچا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی مہری کا پائجامہ

سوال [۹۴۸۸]: چوڑی مہری کا پائجامہ ٹخنوں سے اوپر بنایا جائے احتیاط سے کہ اس کی مہری نہ لٹکے تو

---

(۱) "فإن الإسلام ... لم يفرض للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بها في أمر لباسه الخ" (تكملة فتح الملهم: كتاب اللباس والزينة: ۸۶/۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأدب، باب المتشبهون بالنساء: ۳۳۲/۱۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۱/۸، رشيديه)

(۲) "من تشبه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى. ... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث ۴۳۴۷)، رشيديه)

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۹/۵، معهد الخليل الإسلامي)

(وكذا في فيض القدير: ۳۰۷۵/۱۱، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ یہ عام طور پر پہنا جاتا ہے وہاں مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ

سوال[۹۲۸۹]: نماز کی حالت میں ہو یا کوئی دوسری حالت میں ٹخنوں سے نیچا پائجامہ یا لنگی پہننا کیوں منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص (پائجامہ یا لنگی سے) ٹخنے ڈھانکے گا تو یہ حصہ دوزخ میں جلے گا" (۲) اس لئے مکروہ تحریمی ہے (۳) اس طرح نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة، حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في الأصول في ما تترك به الحقيقة: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة" (مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۱۱۵/۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز اللبناني، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، رقم المادة: ۳۹، العادة محكمة: ۱/۳۲، مكتبه حنفيه)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة السادسة، العادة محكمة، اعتبار العادة والعرف: ۱/۲۶۸، ادارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۳) "اما نزل عن الكعبين، فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء، فهو ممنوع منع تحريم، وإلا فمنع تنزيه".

(شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز =

ٹخنے سے نیچے پائجامہ

سوال [۹۲۹۰]: پائجامہ جس سے ٹخنے چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لباس متکبرین اور فساق کا ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جائے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ورنہ مکروہ ہے:

"ولا يجوز الإسبال تحت الكعبين إن كان للخيلاء، إذ قد نص عليه الشافعي، وبغير الخيلاء منع للتنزيه لا للتحريم". مرقاة(۱)۔

آج کل عامۃً یہ لباس انہیں لوگوں کا ہے جن پر مغربیت کا بھوت سوار ہے جو اپنی قدیم وضع اور طرزِ معاشرت کو برا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مشابہت بھی مذموم ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= يجر خاوه إليه وما يستحب: ۲/۱۹۵، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۳۱۴)، ۸/۱۲۹، رشيديه)

(۲) "ويكره كل ما كان من أخلاق الجبابرة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۰، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بيان كراهية الصلوة، ص: ۳۴۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في أحسن الفتاوى، كتاب الصلوة، مکروہات نماز عنوان: موڑ کر آستین چڑھانا: ۳/۴۰۲، سعيد)

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ۸/۱۲۴، (رقم الحديث: ۴۳۱۴)، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز إرخاؤه إليه وما يستحب: ۲/۱۹۵، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه =

دھوتی لنگی کا استعمال اور حقہ پینا

سوال [۹۲۹۱]: پیتل تانبے کے سب قسم برتنوں کو استعمال کرنا، حقہ ضروری پینا، دھوتی لنگی استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیتل اور تانبے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے، البتہ اگر کفار کی مشابہت ہو تو منع ہے(۱)۔ لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے اور شرع کے موافق باندھنا درست ہے(۲)۔ حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دوا پینا درست ہے(۳) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ ہے(۴)، اگر نشہ

— بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير، رقم الحديث: ۸۵۹۳: ۱۱/۵۲۷۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "وأما الآنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۴، سعيد)

"ويجوز استعمال الأواني من الصفر". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۱، رشيدية)

(۲) (راجع لتصحيح المسئلة المتقدمة آنفاً، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، بيروت)

(۴) علامہ شامی اور دیگر علماء نے عدم حرمت کو ترجیح دی ہے اگر بدبو نہ ہو، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"وللعلامة الشيخ علي الأجهوري المالكي رسالة في حله، نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألف في حله أيضاً سيدنا العارف عبد الغني النابلسي رسالة —

ہو تو ناجائز ہے (۱)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= وسماها "الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان" وتعرض له في كثير من تآليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل، ولا دليل على ذلك، فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة الأصل في الأشياء الإباحة. وإن فرض إضراره للبعض، لا يلزم منه تحريمه على كل أحد، فإن العسل يضر بأصحاب الصفراء الغالبة، وربما أمرضهم مع أنه شفاء بالنص القطعي، وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى بإثبات الحرمة أو الكراهة اللذين لا بد لهما من دليل بل في القول بالإباحة التي هي الأصل، الخ". (رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۹، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاوى، كتاب الأشربة، عنوان مسئله: حقہ پینے کا حکم: ۸/۴۸۱، سعيد)

(وكفايت المفتي: ۹/۱۴۵، دار الإشاعت كراچی)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، (رقم الحديث: ۳۶۳۸)، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمي)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل، فلا يقربن مساجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول فيه: ۲/۸۲۰، قديمي)

"وقال الإمام العيني رحمه الله تعالى في شرحه على صحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ...... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة مأكولاً أو غيره، وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره كالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

لنگوٹ

سوال[۹۴۵۲]: کیا لنگی کے نیچے (انڈرویر) لنگوٹ وغیرہ باندھنا افضل ہے، اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لنگوٹ کا تذکرہ نہیں، کسی کو قطرے کا مرض ہو، یا آنت اترنے کا مرض ہو، یا بدن کستا ہی مقصود ہو تو استعمال کرنا ممنوع نہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

پائجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے

سوال[۹۴۵۳]: پائجامہ پہننا افضل ہے یا لنگی، اگر پائجامہ ہے تو کس قسم کا؟ اور اگر لنگی ہے تو کس قسم کی سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لنگی پسند کرتے تھے یا پائجامہ، اگر لنگی تو سلی ہوئی یا غیر سلی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پائجامہ خریدنا اور پسند فرمانا تو ثابت ہے(۲)، ایک روایت میں پہننا بھی منقول ہے(۳) اس کی

---

(۱) "وقد علمت أن العبرة للحمة لا للظاهر على الظاهر، فافهم". (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸، سعيد)

"يكره للرجال أن يلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أو الزعفران". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ص: ۸/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"مرد کے لئے کسم اور زعفران رنگ اتفاقاً ممنوع ہے، سرخ رنگ میں اختلاف ہے ... مطلق یہ قول ہے کہ مکروہ تحریمی ہے، باقی سب رنگ جائز ہیں"۔ (امداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، احکام متعلقہ لباس، عنوان مسئلہ حرمت علمہ رنگ والوان مختلف: ۴/۱۲۵، دار العلوم کراچی)

(۲) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالى عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۹، قديمي)

= (وکذا فی جمع الوسائل: ۱/۲۱۵، مطبوعات اشرفیہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار پائے کو پہنا ہے۔ اگر ازار پائے سے وہی مراد ہے جو چادر کی مانند بیان کرتے ہیں تو ظاہر ہے جاسے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر مراد سراویل یعنی پائے جامہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے، بعض اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے سراویل پہنی، جیسے شمنی شرح شفاء میں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی ہے۔ لیکن حضور کا سراویل خریدنا تو متفق علیہ ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں ترمذی وابوداؤد کی حدیث سے مروی ہے کہ سراویل کا خریدنا مکہ مکرمہ میں تھا۔

اور ابویعلیٰ موصلی اپنی مسند میں بسند ضعیف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل چار درہم میں خریدی اور بازار والوں کا ایک وزان یعنی تولنے والا تھا جو قیمت کو وزن کرتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا خوب خوب صحیح کر (زیادہ) تولو، اس شخص نے کہا میں نے کبھی بھی کسی کو ایسا کہتے نہیں سنا کہ وہ قیمت کی ادائیگی ایسا کلمہ کہہ کر کرے، اس پر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: افسوس ہے تجھ پر تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا، پھر وہ شخص ترازو چھوڑ کر کھڑا ہوگیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ کر فرمایا یہ عجمیوں کا دستور ہے کہ وہ بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، بلکہ تم جیسا ہوں۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراویل لے کر روانہ ہوئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے سراویل کو لے لوں اور خود اٹھا کر لے چلوں۔ فرمایا: سامان کا مالک زیادہ لائق ہے کہ وہ اپنے سامان کو اٹھائے، مگر وہ کہ کمزور ہو اور اٹھا نہ سکے تو اس کا مسلمان بھائی مدد دے۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ سراویل کو پہنیں گے، فرمایا: ہاں سفر و حضر اور شب و روز پہنتا ہوں، اس لئے کہ مجھے ستر چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس سراویل سے زیادہ ستر پوش کوئی جامہ نہیں پاتا، اور طبرانی و دارقطنی اور عقیلی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن سند ضعیف کے ساتھ۔ اور اس حدیث کا دار و مدار یوسف بن زیاد واسطی پر ہے جو کہ بہت ہی ضعیف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خریدنا صحیح ثابت ہے۔

اور ابن قیم اپنی کتاب ہدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ خریدنا پہننے کے لئے تھا اور روایت بھی کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کی اجازت سے پہنی، اور امام بخاری اپنی صحیح میں ترجمہ لائے ہیں، لیکن کوئی حدیث اس کے پہننے کی نہیں لائے، اس لئے کہ صحیح نہ ہوگی، اس طریقہ اور شرط کے ساتھ جو امام بخاری کے نزدیک معتبر ہے محدثین روایت لاتے ہیں کما مر =

= المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن شہید ہوئے وہ سراویل پہنے ہوئے تھے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سراویل پہننے کو لازم کرلو، اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ تمہارا ستر پوش ہے۔ اور عورتیں جو باہر نکلتی ہیں ان کو محسن ومحفوظ بناتا ہے، یعنی سراویل ان کے لئے زیادہ لائق ومناسب ہے، خصوصاً گھر سے باہر نکلنے کی حالت میں۔

اسی طرح بعض مصنفین بھی روایت لاتے ہیں اور اس حدیث کو علامہ امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ان لفظوں کے ساتھ لائے ہیں کہ: انہوں نے فرمایا: میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بقیع میں بارش کے دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت گدھے پر سوار گذری، اس کے ساتھ جو تھا گدھے کا پاؤں زمین کے نشیب میں پھسلا اور وہ عورت زمین پر گر پڑی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چہرۂ انور ادھر سے پھیر لیا۔ صحابہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! وہ سراویل پہنے ہوئے ہیں، پھر دعا فرمائی:

"اللّٰهم اغفر للمتسرولات من أمتي، يا أيها الناس! اتخذوا السراويلات، فإنها من أستر ثيابكم، وخصوا بها من نسائكم".

یعنی: "اے خدا! میری امت کے پائجامہ پہننے والوں کو بخش دے، اے لوگو! پائجامہ پہننے کو لازم کرلو، یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے زیادہ ستر پوش ہے اور تمہاری عورتیں تو اسے خاص ہی کرلیں"۔

اس حدیث کو ترمذی اور العقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے الآداب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور کہا: "یہ ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی موضوعات میں لائے ہیں، لیکن انہوں نے یہ درست نہیں کیا، کیونکہ میرے نزدیک یہ حدیث متعدد سندوں سے ثابت ہے"۔ (ترجمۂ مدارج النبوۃ، باب: تواضع، ادب اور حسن معاشرت، ۱/۸۵، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(شرح سفر السعادة، باب در عموم احوال ومعاشی، فصل در پوشش حالے مختلف، ص: ۳۳۵، ۳۳۶، مطبع منشی نول کشور)

(۳) "واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها، وقد روي في غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، باب فضل الحج الأكبر، فصل في ملابسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵۳، دار الفكر)

کیفیت کا علم نہیں، زیادہ تر لنگی ہی استعمال فرماتے تھے(۱)، سلی ہوئی تھی یا بغیر سلی ہوئی اس کا علم نہیں، اندازہ یہ ہے کہ بغیر سلی ہوئی تھی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/محرم الحرام/۹۸ھ۔

غسل کے بعد کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ

سوال[۵۰۹۳]: غسل کرنے کے بعد پہلے پائجامہ پہنے یا قمیص؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے، پہلے کرتہ پہننا بہتر ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) "كان عثمان يتزر إلى أنصاف ساقيه، وقال: هكذا كانت إزرة صاحبي يعني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (شمائل الترمذي، باب ما جاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

"عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبسه" حال من أحب، أي يحبه لِلُبسه له لا لنحو تصدق "القميص" قال الزين العراقي رحمه الله تعالى: فيه ندب لبس القميص، وإنه كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لما فيه من مزيد الستر لإحاطته بالبدن بالخياطة بخلاف الرداء والإزار والشملة ونحوها مما يشتمل به مما يحتاج إلى ربط أو إمساك أو لف أو عقد، إذ ربما غفل عنه لابسه فيسقط عنه بخلاف القميص". (شرح المناوي للشمائل على هامش جمع الوسائل، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۰۳، إدارة تاليفات أشرفيه ملتان)

(۲) "وہر جامہ کہ آں را بوجہ پوشیدن سنت آنست کہ دست راست را اول در بازو راست کند .... چنانچہ منقول است والفاظ مروارا نیز ہمیں: وسترکتہ"۔ (ضیاء القلوب، ص: ۱۵۴)

"تبسط اللفافة أولاً ثم يبسط الإزار عليها، ثم يقمص، ويوضع على الإزار، ويلف يساره ثم يمينه ثم اللفافة كذلك، ليكون الأيمن على الأيسر الخ". وقال الشامي: "(قوله: ويقمص الخ) أي الميت ·

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= أي يلبس القميص بعد تنشيفه بخرقة. (قوله: فيكون الأيمن على الأيسر الخ) اعتبار بحالة الحياة".

(رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۰۳، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۸۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

الفصل الثاني في لبس البنطلون والصُّدرة وغيرهما

(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

کوٹ، پتلون اور انگریزی بال

سوال[۱۰۲۱۵]: کوٹ اور پتلون پہننے والوں اور سر پر انگریزی بال رکھنے والوں کے حق میں اب اس حدیث تشبہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا، اگر اب بھی اطلاق ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اب اس میں اتنا تشدد نہیں، اتنا ضرور ہے کہ ان اطراف میں یہ صلحاء کا لباس نہیں، اس سے بچنا چاہیے، کراہت کا درجہ ہے(۱)۔ انگریزی بالوں میں بھی کراہت ہے جو مستتر ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "آج کل پینٹ شرٹ (کوٹ پتلون) اور انگریزی بال کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہوگیا ہے، مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے۔ الغرض تشبہ بالکفار نہ بھی ہو تو تشبہ بالفساق میں تو کوئی شبہ نہیں، لہٰذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔ پتلون کے متعلق یہ تفصیل اس وقت ہے جب اس سے واجب الستر اعضاء کی ہیئت اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو۔ جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہوگیا ہے۔ تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب ناجائز ہے۔

"عنه (ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم"". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال [۹۲۰۶]: پینٹ اور کوٹ نماز کے علاوہ پہن لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس علاقہ میں یہ کفار وفساق کا شعار ہو وہاں اس سے پرہیز کیا جائے اور جہاں شعار نہ ہو تو وہاں استعمال کرتے ہوں، وہاں کا یہ حکم نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۹ھ۔

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال علی القاری: "أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخير عند الله تعالى ... اهـ". (مرقاة المفاتيح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في النظر واللمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

قال العثماني مدظله العالي: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن القزع" والقزع أن يحلق رأس الصبي فيترك بعض شعره". (سنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابة: ۲/۲۲۶، دار الحديث ملتان)

"ويكره القزع: وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، كذا في الغرائب". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۷، رشيدية)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه

درزی کو ناجائز لباس سینا

سوال [۹۲۹۷]: میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا فیشن یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں تو مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز لباس سینا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۸۸ھ۔

کوٹ پتلون سینا

سوال [۹۲۹۸]: زید کا کام کپڑے سینے کا ہے اور مختلف قسم کے کپڑے بنائے جاتے ہیں جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کیا جاتا ہے اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے کہ ران وغیرہ بالکل چپکی ہوتی ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

— بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳۳، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) اگر ایسا لباس ہو جس کا استعمال ناجائز ہو تو ایسے لباس کا سینا اور پہنانا اس کو بھی بسبب اعانت علی المعصیۃ ہونے کی بنا پر ناجائز ہے:

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل على ما مر". (رد المحتار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر والمس من كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"وإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية". (الدر المختار: ۶/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کا کپڑا پہننے میں انکشافِ ستر کا تو احتمال نہیں ہے، یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں گر پتلون اس طرح چپکی ہو کر ران کی ہیئت دوسرے پر ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں(۱)۔ البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی، لیکن اگر یہ لباس عامۂ مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: ولا يضر التصاقه) أي بالألية مثلاً ..... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة". (رد المحتار: ۱/۴۱۰، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، سعيد)

"أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه ..... وحقيقته صار له حجم: أي نتوء وارتفاع. ومنه قوله: حتى يتبين حجم عظامها، وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر". (رد المحتار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) واضح رہے کہ یہ حکم اس لباس کا ہے جس میں اعضاء نمایاں نہ ہوں اور حجم نظر نہ آتا ہو، لیکن گر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو تو پھر اس طرح کے لباس کا سینا اور پہننا اور اس کو دیکھنا سب اعانت علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے:

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل على ما مر". (رد المحتار: ۶/۳۶۶، فصل في النظر والمس من كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"وإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية". (الدر المختار: ۶/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کوٹ، قمیص، پتلون، ترکی ٹوپی وغیرہ

سوال [۱۲۰۱]: مروجہ کوٹ، کالر دار قمیص اور بوٹ (۱) کا استعمال کیسا ہے؟ اور ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے اور برجس جو کہ گھوڑے کی سواری کے وقت استعمال ہوتی ہے اس کا استعمال کیسا ہے اور پیتل وغیرہ کے بٹن اور دیگر اشیاء مثلاً لوہا، ریشمی یا عورتوں کے لئے زیورات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لباس مذکور اس زمانہ میں صلحاء کا لباس نہیں، اس لئے اس لباس سے اجتناب چاہئے (۲)، خصوصاً اہلِ علم کو کہ وہ مقتدا ہیں، اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے، حتی کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے پر تکفیر کی ہے (۳)۔

ترکی ٹوپی کا رنگ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوے کے مطابق ناپاک ہوتا ہے (۴)، اس لئے اس کو جب تک تین دفعہ نہ دھویا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہو جائے، اس سے نماز درست نہیں (۵)، اگر وہ رنگ

---

(۱) "کوٹ، بوٹ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۔۔۔: فیروز سنز لاہور)

(۲) قال علی القاری: "أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخیر عند الله تعالیٰ"۔ (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیه)

(۳) "مسئلة خامسة: أن اللباس الذی یتشبه به الإنسان بأقوام کفرة لا یجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم"۔ (تکملة فتح الملهم، کتاب اللباس والزینة: ۸۸/۴، مکتبه دار العلوم کراچی)

(۴) واضح رہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف رنگوں کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں، لیکن اس میں ترکی ٹوپی کے رنگ کی کوئی تصریح سوجھی نہیں، البتہ ترکی ٹوپی کے متعلق یہ فتویٰ موجود ہے:

سوال: "ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: "ترکی ٹوپی اصل میں نصاریٰ کا ہے، مگر اب مسلمانوں میں بھی شائع ہو گئی ہے، تو مضائقہ نہیں"۔

(فتاویٰ رشیدیہ، کتاب جواز و حرمت کے مسائل، ترکی ٹوپی پہننا، ص: ۴۸۵، سعید)

(۵) "(ولا یضر بقاء أثر) کلون وریح (لازم) فلا یکلف فی إزالته إلی ماء حار أو صابون ونحوه، بل یطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولی غسله إلی أن یصفو الماء"۔ (الدر المختار)

قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا

سوال[۱۲۰۰۱]: ۱... قمیص، پینٹ، کوٹ ان تینوں چیزوں کا پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کو پہن کر نماز ادا کریں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

۲... ان تینوں کو پہننا مطلقاً مکروہ ہے یا نہیں، اگر اس میں کراہت ہے تو کس وجہ کی؟

۳... مشابہت قوم سے کیا مراد ہے؟ اگر عام طور پر مسلم ہندو قمیص کو پہنتے ہیں، کسی قوم کا شعار باقی نہ رہا پھر ان سے تو مشابہت باقی نہیں رہتی ہے، جیسے ساڑھی صوبہ بہار میں ہندو اور مسلم عورتیں عام طور پر پہنتی ہیں۔ تو کس صورت میں ساڑھی کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو، بلکہ عام طور پر صلحاء اور فساق سب ہی استعمال کرتے ہوں، وہاں اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا، ہاں لباس مسنون کو اس کے مقابلہ میں احسن وافضل کہا جائے گا۔ اور جہاں جس قدر شعاریت ہوگی اسی قدر کراہت ہوگی(۱)۔ اس کلیہ کے تحت اشیائے مسئولہ اور ان کے علاوہ بہت سی اشیاء کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۰ھ۔

= سر ڈھکنے کی اجازت نکلی، کانوں میں زینت کے لئے جگہ مسجد نبوی میں ہوتی تھی اور تم حالانکہ ان کو بیان کیا گیا تو کانوں کو بھید نے نو شکل کے مشابہ نہیں کرتا بھی غلطی ہے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، ...، زیورات ہندو کے متعلق ایک تفصیلی مضمون: ۹/۱۴۳)

(۱) "عنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۳۴۷، ۸/۲۵۵، رشيديه)

دفتر کے وقت پتلون پہننا

سوال[۹۲۰۱]: ایک مسلمان سرکاری دفتر میں ملازم ہے، دفتر میں جب جاتا ہے تو پتلون وغیرہ پہن کر جاتا ہے اور واپس آکر اتار دیتا ہے۔ تو کیا دفتر کے وقت پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں پتلون کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں ہے تو پہننا جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۱/ ۸۷ھ۔

لباس، پتلون وغیرہ

سوال[۹۲۰۲]: پتلون قمیص پہننے والا انسان جنت میں جا سکتا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے مطابق پتلون قمیص تشبہ بالانگریز ہے تو کیا علی گڑھ کٹ پانجامہ اور بنگلہ کرتا یا کلی دار کرتہ لکھنوی کرتہ جس کو عام طور سے ہندوستانی لوگ اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں، اس میں تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ علی گڑھ پائجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڑھ کٹ پائجامہ اور کرتہ و گاندھی کیپ (ٹوپی) درست ہے؟

جیسے لباس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یا امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین استعمال کرتے تھے، آپ تمام لوگوں کا لباس

---

(۱) "(قوله: ولا يضر التصاقه) أي بالألية مثلاً ... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة". (رد المحتار: ۱/ ۴۱۰، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، سعيد)

"القول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه ... وحقيقته صار له حجم: أي نتوء وارتفاع، ومنه قوله: حتى يتبين حجم عظامها، وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر". (رد المحتار: ۶/ ۳۶۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کیسا تھا، اور کس رنگ کو پسند فرماتے تھے؟ اگر آپ لوگوں کا لباس پینٹ نہیں تھا اور نہ پتلون قمیص کے مثل تھا تو قمیص و پتلون پہننا کیسا ہے؟ دونوں میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس میں تشابہ نہیں ہے؟ اگر تشابہ ہے تو مع دلیل واضح فرمائیں۔

کیا صرف بنیان و لنگی پہن کر گھر سے باہر نکلنا یا چوراہے پر جانے کو شریعت نے پسند فرمایا ہے یا نہیں؟

اگر پتلون قمیص کو بہ دلیل کتاب ہے تو کیا کلائی کی گھڑی، امریکن پائخانہ، بجلی کا پنکھا، ٹیری کاٹ، ٹیری لین پہننا، جدید طرز کی عمارت بنوانا، صوفا سیٹ، کیا یہ تمام چیزیں انگریزوں سے مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دین ہے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہن سہن ایسا ہی تھا؟ کیا عورتوں کا ساڑھی، قمیص اور بلاؤز پہننا کیا جائز نہیں ہے؟ کیا عورتوں کو ہر قسم کا لباس پہننے کی اجازت ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا لباس کیسا تھا؟

بعض آیت قرآنی مثلاً: ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾(۱) یا "إن الله لا ينظر إلى صوركم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم"(۲) سے اللہ تعالیٰ کیا بیان فرمانا چاہتے ہیں؟ اگر پتلون قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا معاملہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے(۳)۔ قمیص اور بش کرتہ پاجامہ ناجائز نہیں ہے، اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحق جنت ہو سکتا ہے۔ پینٹ بھی اب ان کا مخصوص شعار نہیں رہا، امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جواب کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۸/۹۲ھ۔

---

(۱) (سورۃ الحجرات: ۱۳)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲۲۲/۳، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۷۵۵۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

ٹائی کا استعمال

سوال[۹۴۰۳]: ۱.... کسی ملازمت میں ترقی کا معیار ٹائی باندھنے پر ہو تو ایسی صورت میں ٹائی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲.... کسی کالج یا اسکول کی پوشاک میں ٹائی باندھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.... ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائے گا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی، کہیں ہلکی۔ جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے وہاں اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا(۱)۔

---

(۱) ٹائی کا استعمال اگرچہ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے، مگر اس کے باوجود انگریزی لباس کا حصہ ہی ہے، اگر انگریزی لباس تصور نہ کیا جائے تب بھی نصاریٰ اور فجار کا ہونا تو ہر جانب سے ظاہر ہے، بالفعل کی وجہ سے مکروہ قرار دیا جائے گا، دوسری بات یہ کہ اہل صلاح اس لباس کو پسند بھی نہیں کرتے، کیونکہ یہ علماء وصلحاء کے لباس کے خلاف ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس کے علاوہ ٹائی میں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدۂ صلیب یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو کہ نص قرآنی کے خلاف ہے، لہٰذا کسی بالکل نہ کے ساتھ تو عیسائیوں کے مذہبی یادگار اور مذہبی شعار ہونے کی حیثیت بھی پہچاننا ہوگی۔

"(وعنه) أي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما (قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم"): أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار. "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال الطيبي: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في التشبه ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير، فإن الخلق الصوري لا يتصور فيه التشبه ... وقد حكي حكاية غريبة ولطيفة عجيبة، وهي: أنه لما أغرق الله سبحانه فرعون وآله لم يغرق مسخرته الذي كان يحاكي سيدنا موسى عليه الصلاة والسلام في لبسه وكلامه ومقالاته، فيضحك فرعون وقومه من حركاته وسكناته، فتضرع موسى إلى ربه: "يا رب! هذا كان يؤذيني أكثر من بقية آل فرعون، فقال الرب تعالى: ما أغرقناه، فإنه كان لابساً مثل =

۲ جواب نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۹ھ۔

لباس میں فساق وفجار کا شعار

سوال [۹۲۰۴]: تہ لباس وغیرہ کے بارے میں ایک استفسار یہ ہے کہ عورتوں کے لئے پائچادار پائجامہ اور ساڑھی جائز ہے یا نہیں؟ اور صوفی ساڑھی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے وہاں ناجائز ہے(۱)۔ جہاں عام ہے ان کا شعار نہیں وہاں جائز ہے(۲)۔

"... لتشبه بالعيب لا يصلح من كان على صورة المحبوب". فانظر من كان متشبهاً بأهل الحق على قصد الباطل حصل له نجاة صورية، وربما أدت إلى النجاة المعنوية، فكيف بمن يتشبه بأنبيائه وأوليائه على قصد التشرف والتعظيم". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

البتہ اگر ادارہ یا حکومت کی طرف سے پابندی ہو، مثلاً ٹائی پہنی جاتی ہے یا کوئی ادارہ کا ڈریس بنا ہوا ہو تو اس صورت میں لگانے والے پر گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اس ادارے یا حکومت کے ارکان پر گناہ ہوگا جس نے ایسا ضابطہ بنایا ہے۔

(۱) "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳۴، رقم الحديث: ۸۵۹۳، نزار مصطفى رياض)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى ... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(۲) "إن الإسلام ... لم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس، ولا أسلوباً خاصاً لتصميمه، وإنما وضع مجموعة من المبادئ والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بها في أمر لباسه، الخ". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۶، مكتبه دار العلوم كراچى)

(وكذا في فتح الباري، باب المتشبهون بالنساء: ۱۰/۴۰۸، قديمي)

پھر اگر یہ دو پورا ہو تو اس سے نماز بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا

سوال[۱۰۶۲۵]: ۱......نائیلون یا پلاسٹک اور کانچ کی چوڑیوں کا استعمال عورتوں کے لئے کیسا ہے؟

۲......ہمارے علاقہ میں مسلم خواتین مانگ میں سیندور، پیشانی پر رنگ یا سیندور کا ٹیکہ اور پاؤں کی ٹکیاں لگاتی ہیں، ایسی زینت و آرائش مسلم خواتین کے لئے کیسی ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ممنوع ہے، لاجل التشبہ(۲)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۲ھ۔

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۴، رشيديه)

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها أنها سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتصلي المرأة في درع وخمار ليس عليها إزار؟ قال: "إذا كان الدرع سابغاً يغطي ظهور قدميها". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في كم تصلي المرأة، ص: ۹۳، دار الحديث ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۷۲، رشيديه)

"ويكفي للمرأة درع صفيق ومقنعة" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ص: ۲۰۱، قديمي)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى رياض)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى. اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

لباسِ فساق

سوال[۹۳۰۲]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے، جیسے عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟ اسی طرح کپڑا سینے والا انگریزی کوٹ یا نیکر یا پتلون وغیرہ سیتے ہیں، یہ کس حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نائی اور درزی بھی گناہگار ہے، کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۵۱(۱)، زیلعی: ۶/۲۹(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

تنگ لباس پر تنبیہ

سوال[۹۳۰۳]: عام مسلمان مرد اور عورتیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تنگ لباس پہننے لگیں جس سے تمام اعضا ظاہر ہونے لگیں۔ یہ سب عریانی کے برابر ہے اور عریانی حرام ہے تو پھر علمائے دین کہاں سو گئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علمائے دین تو بیدار ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بھی رسالہ "نظام"

---

(۱) "خياط أمره أن يخيط له ثوباً على زي الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأنه سبب التشبه بالمجوس والفسقة". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۲، سعيد)

(۲) "لو أن خياطاً أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زي الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأن هذا تسبيب في التشبه بالمجوس والفسقة". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۷/۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"لو أن خياطاً أمره إنسان أن يخيط قميصاً على زي الفساق، يكره أن يفعل ذلك".

(البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۴، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة: ۳/۴۰۲، رشيدية)

کا نتیجہ ہے، اس پر کتب بہت سی قسطوں میں شائع ہوتے رہے ہیں، اور رسالہ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے لوگ ان کو بیدار کرنے کے پابند ہیں، اگر سوتے ہی رہیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۸ھ۔

☆...☆....☆...☆...☆

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما علینا إلا البلاغ المبین﴾ (سورۃ یٰس: ۱۷)

قال ابن کثیر: "یقولون: إنما علینا أن نبلغکم ما أرسلنا به إلیکم، فإذا أطعتم کانت لکم السعادة في الدنیا والآخرة، وإن لم تجیبوا، فستعلمون غب ذلک، واللہ أعلم" (تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۲، مکتبہ دار السلام ریاض)

قال الآلوسي: تحت قوله تعالیٰ: ﴿وما علینا إلا البلاغ المبین﴾ إلا تبلیغ رسالته تعالیٰ تبلیغاً ظاهراً بیناً بحیث لا یخفی علی سامعه، ولا یقبل التأویل والحمل علی خلاف المراد أصلاً، وقد خرجنا عن عهدته، فلا مؤاخذة علینا من جهة ربنا. کذا قیل" (روح المعاني: ۲۲/۲۲۳، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

الفصل الثالث في العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

عمامہ کا حکم

سوال [۹۳۰۸]: عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں؟ امام کو پگڑی باندھ کر نماز پڑھانا بہتر ہے یا بغیر پگڑی کے؟ آج کل بہت کم لوگ پگڑی باندھ کر نماز پڑھاتے ہیں، بہتر کیا ہے اور سنت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمامہ باندھنا بھی اسی طرح کی سنت ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہوجاتی ہے۔ قال صاحب السعایة: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، اه" (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال

سوال [۹۳۰۹]: جس عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش کئے گئے ہیں، کیا ایسے عمامہ کو استعمال کرنا

---

(۱) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲۹۵/۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

"قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها، الخ". (فتح الباري، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال، كتاب الصلوة: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بيروت)

"وأما إذا سجد بغير سبب، فليس بقربة ولا مكروه، وما يفعل عقيب الصلوة مكروه؛ لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه، فمكروه، هكذا في الزاهدي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب سجود التلاوة: ۱۲۰/۲، سعيد)

جو کتب اور ان کا سر پر باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ نقش منبت پر چار انگل سے کم یا برابر ہیں تو اجازت ہے، خواہ وہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے کپڑا چھپ جائے، درمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر کنارے پر نہیں بلکہ تمام عمامہ پر ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد ہو جب بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ذ/۹۰ھ۔

عمامہ بیٹھ کر اور پائجامہ کھڑے ہو کر پہننا

سوال[۱۰۱۲۰]: عمامہ بیٹھ کر اور پائجامہ کھڑے ہو کر پہننا منع ہے، اس کی اصل کہاں تک ہے، احادیث شریف، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی کوئی بحث ملتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیے اور پائجامہ بیٹھ کر پہننا چاہیے۔ اس کے خلاف میں کچھ شرعی قباحت نہیں:

"والتعمم قاعداً والتسرول قائماً يورث الفقر والقهر والأمراض والخسران والقولنج

---

(۱) "يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح، وعن الإمام: إنما يحرم إذا مس الجلد. قال في القنية: وهي رخصة عظيمة في موضع عمت به البلوى، أو في الحرب، فإنه يحرم أيضاً عنده. وقالا: يحل في الحرب على الرجال لا المرأة إلا قدر أربع أصابع كأعلام الثوب مضمومة، وقيل: منشورة، وقيل: بين بين. وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ولو في عمامة، كما بسط في القنية، وفيها: عمامة طرزها قدر أربع أصابع من إبريسم من أصابع عمر رضي الله تعالى عنه، وذلك قيس شبرنا يرخص فيه" الخ (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۵/۳۳۲، رشيديه)

والتهاون في الأمور، كل ذلك يورث النسيان" اهـ. تعليم المتعلم مع الشرح، ص: ۴۱(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/رجب/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ٹوپی کا ثبوت

سوال[۱۱۰۴۳]: اس سلسلہ کی روایت پیش فرمائیں، میرے پاس کوئی کتاب دینی نہیں ہے، روایت سے بیان فرمائیں جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول سر پر چپٹی ٹوپی کے متعلق آ جاوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"واعلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كانت له عمامة سوداء تسمى السحاب، وكان يلبس تحتها القلانس جمع القلنسوة وهي غشاء مبطن يستر به الرأس، قاله القزاز. وقال غيره: هي التي تسميها العامة الشاشية والعرقية. وروى الطبراني وأبو الشيخ والبيهقي في شعب الإيمان من حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: "كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". وإسناده ضعيف، كذا في أبي داود والمصنف: "فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس" قال المصنف: غريب، وليس إسناده بالقائم. وروى ابن أبي شيبة: "دخل مكة يوم الفتح وعليه شقة سوداء" وأن عمامته كانت سوداء". جمع الوسائل شرح شمائل: ۱/۱۶۰(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) (تعليم المتعلم، طريق التعلم، فصل فيما يجلب الرزق، ص: ۴۵، قديمي)

(۲) (جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۶۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

مسنون ٹوپی

سوال[۲۰۲۰۲]: حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قسم کی ٹوپی استعمال فرمائی ہے گول یا لمبی؟ من فضلك حرروه وأجيبوا بالحديث الصحيح؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

- "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً بيضاء". (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب اللباس، باب: ۳، في القلنسوة (رقم الحديث: ۸۵۰۵): ۵/۱۳۹، عباس أحمد الباز مكة)

(وكذا في المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، عن حديث أبي درداء، (رقم الحديث: ۵۳۵۰): ۳/۳۸۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وانظر أيضاً زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۲، دار الفكر بيروت)

(وأيضاً رسالة ضياء القلوب في لباس المحبوب من خلاصة الفتاوىٰ: ۴/۱۵۳، رشيديه)

"عن ركانة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قديمي)

"كانت له عمامة تسمى: السحاب، كساها علياً، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة، وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة". (زاد المعاد في هدي خير العباد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۳۵، مؤسسة الرسالة بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم، ويلبس بغير القلانس". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۰): ۸/۲۴۷، رشيديه)

"ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس قلنسوةً ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۶۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"لا بأس بلبس القلانس، وقد صح أنه كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلانس يلبسها". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس: ۴/۳۶۹، رشيديه)

(ومسند أحمد، من أحاديث سيدنا عمر بن الخطاب: ۱/۲۳، (رقم الحديث: ۱۵۱)، دار إحياء بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"كان كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بطحاً - جمع كمة - ...... وهي القلنسوة المدورة: أي كانت مبسوطة على رؤوسهم لازقة غير مرتفعة عنها ...... وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة، ويلبس ذوات الآذان في الحرب. وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي". مرقاة: ۸/۲۴۹(۱)۔

عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی ٹوپی استعمال کی گئی ہے، ایسی بھی تھی جس میں سترہ بننے کی صلاحیت ہے اور گول بھی جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۴۰۹ھ۔

کس قسم کی ٹوپی ثابت ہے؟

سوال [۹۳۱۴]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قسم کی ٹوپی پہننا ثابت ہے؟ اور ہماری کون سی ٹوپیاں پہننا مطابقِ سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹوپی گول سرِ مبارک پر اکثر چپکی ہوئی ہوتی تھی(۲)، بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل بھی

---

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۳۱، (رقم الحديث: ۴۳۳۳)، رشيديه)

"كانت له عمامة تسمى: السحاب، كساها علياً، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة. وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة". (زاد المعاد في هدى خير العباد، فصل في ملابسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵۴، دار الفكر بيروت)

(وكذا في شمائل كبرى: ۱/۲۰۶، دار الإشاعت كراچی)

(۲) "واعلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يلبس تحتها القلانس - جمع قلنسوة - وهي غشاء مبطن يستتر به الرأس" "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۰۴، تاليفات أشرفيه)

منقول ہے(۱)، اکابر صلحاء کا لباس قابلِ اتباع ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

گول ٹوپی

سوال[۹۳۱۴]: گول ٹوپی لگانا سنت ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی کیسی دیتے تھے جو لوگ اصرار کرتے ہیں، گول ٹوپی پر ان کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

مظہر احمد ہردوئی۔

---

(۱) "عن أبي كبشة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطحاً". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۳، قديمي)

قال علي القاري: "جمع بطحاء: أي كانت مبسوطة على رؤوسهم لازقة غير مرتفعة عنها" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۳۳۳، ۸/۱۴۱، رشيديه)

(۲) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور حقیقی خشیت پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (فاطر: ۲۸) لہٰذا ان کی اتباع میں سنت کی اتباع ہے:

"العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً، وإنما ورثوا العلم". (سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قديمي)

قال الملا علي القاري: "وإنما ورثوا العلم". لإظهار الإسلام ونشر الأحكام، أو بأحوال الظاهر والباطن على تباين أجناسه واختلاف أنواعه". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۴۷۳، رقم الحديث: ۲۱۲، رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۵۲، دار الفكر بيروت)

وأيضاً رسالة: ضياء القلوب في لباس المحبوب في خلاصة الفتاوىٰ: ۳/۱۵۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چپکی ہوئی) جبکہ اونچی نہ ہو، حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)، مگر یہ چیز سنن عادیہ میں سے ہے، سنن ہدیٰ میں سے نہیں، پس جو شخص اتباع کرے گا وہ ماجور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں، نہ یہ کہ تارک پر ملامت کی جائے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

دوپلی ٹوپی اور گول ٹوپی

سوال[۱۰۴۳]: اکثر علمائے دیوبند جس لمبی ٹوپی کو پہنتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟ اس لمبی ٹوپی میں کسی قسم کی کراہت ہے یا نہیں؟ کیا یہ لمبی ٹوپی اور گول ٹوپی دونوں سنت ہوتے ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوپلیا ٹوپی بھی ہمارے دیار میں صلحاء کا لباس ہے، بعض اکابر اس کو پہنتے ہیں، بعض دوپلیا کی

---

(۱) "واعلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم ..... كان يلبس تحتها (تحت العمامة) القلانس جمع قلنسوة، وهي غشاء مبطن يستتر به الرأس ... عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى". (جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۹۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء". (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب اللباس، باب في القلنسوة، رقم الحديث: ۸۵۰۴: ۵/۲۱۴، عباس أحمد الباز مكة)

(۲) "والسنة نوعان: سنة الهدى، وتركها يوجب إساءة وكراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها، وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك كسير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في لباسه وقيامه وقعوده واستعماله زمنه ابتدأ ويثاب فاعله ولا يسيء تاركها". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱/۱۰۳، سعيد)

تغیر نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم ومظاہر علوم

سوال [۹۲۱۶]: ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی سے متعلق ایک اشتہار چھاپا گیا ہے جس کے اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے اور وہ تمام فتوے ان کے اندر جمع کردیے گئے، اور اس میں مفتی ابوظفر صاحب فرودی (مفتی بنگال وآسام) نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ:

"الجواب: مواہب لدنیہ (۲) وتحفۃ الأحوذی فی شرح

---

(۱) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور سنن نبویہ پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور خشیت الٰہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ (فاطر: ۲۸) لہٰذا ان کی تاج بھی حضور کی تاج ہے:

"العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً، وإنما ورثوا العلم". (سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قدیمی)

قال الملا علي القاري: "وإنما ورثوا العلم" لإظهار الإسلام ونشر الأحكام، أو بأحوال الظاهر والباطن على تباين أجناسه واختلاف أنواعه". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۴۲۰، (رقم الحديث: ۲۱۲)، رشيديه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵۲، دار الفكر بيروت)

وأيضاً رسالة: (ضياء القلوب في لباس المحبوب من خلاصة الفتاوى: ۴/۱۵۳، رشيديه)

(۲) "وعن أبي كبشة الأنصاري قال: كانت كمام أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بطحا، وفي رواية: أكمة. وهو جمع كثرة وقلة. والكمة: القلنسوة، يعني أنها كانت منبطحة غير منتصبة.

وفي شرحه: "وفي المصباح: الكمة بالضم: القلنسوة المدورة؛ لأنها تغطي الرأس". (شرح المواهب اللدنية، النوع الثاني في لباسه وفراشه: ۶/۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"کمہ" کی جمع "کمام" ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی، کذا فی القاموس (۱)۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علمائے دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اس کی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں؟ اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علمائے دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے، یا اس کے اندر اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟ اور وہ ہیئت بھی کون کون سی ہے جن سے سنیت ادا ہو جائے گی اور ان میں افضل کون سی ہوگی؟

اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے، لہذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں ہے، کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں تو جس سنت کامل وجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پہ لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اس کے لئے جو کامل وجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگرچہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق کسی علمائے فرودی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے، اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل وار تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ ٹوپی کا استعمال سنت ز[illegible] ہے، یا اس کی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عبارت بحوالہ اشتہار نقل کی گئی ہے، مشکوۃ ومرقاۃ سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں، صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں، اوپر کو ابھری ہوئی بلند نہیں تھیں:

"مبسوطة على رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غير مرتفعة، اهـ" (۲)۔

مگر مرقاۃ ہی میں یہ بھی موجود ہے: "وكان ربما نزع قلنسوته، فجعلها سترة بين يديه ويصلي، اهـ". مرقاۃ: ۸/۲٤٦ (۳)۔

---

(۱) المنجد، ص: ۸۹۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) (مشکوۃ المصابیح، المصدر السابق)

(۳) "كانت مبسوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها...الخ. وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة —

"حکم النعل فیما نحن فیہ حکم الثیاب الأخر کالقمیص والعمامۃ وغیرہما". غایۃ المقال ص: ۱۴۶(۱)۔

جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیمائش کیا جاوے، اگر زائد ہو تو ناجائز ہے۔

"وهل المراد قدر الأصابع أصابع طولاً وعرضاً بأن لا یزید طول العلم وعرضه علی ذلك، أو المراد عرضه فقط وإن زاد طوله علی طولها؟ المتبادر من کلامهم الثاني". (رد المحتار: ۵/۲۰۸)(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیرلین کپڑا، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا

سوال [۶۳۱۸]: ٹیرلن کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا بھی جائز ہے یا نہیں، کراہت بھی ہے پہننے میں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹیرلن میں اگر کوئی ناپاک چیز نہیں ہے(۳) تو اس کا پہننا درست ہے، کشتی نما ٹوپی درست ہے، قمیص

= "ویکره أن یلبس الذکور قلنسوة من الحریر أو الذهب أو الفضة أو الکرباس الذي علیه إبریسم کثیر أو شيء من الذهب أو الفضة أکثر من قدر أربع أصابع". (الفتاوی السراجیة، کتاب الکراهیة، فصل في الملبس ص: ۷۶، سعید)

(۱) العبارة بتمامها: "وحاصل ما نحن فیه أن حکم النعل فیما نحن فیه حکم الثیاب الأخر، کالقمیص والعمامة وغیرهما بلا شک ولا ریب، فإن کان فیه قدر أربع أصابع من الذهب أو الفضة أو الحریر أو غیرهما مما یحرم استعماله، أو أقل من قدر أربع أصابع أو أعلام متفرقة یجوز لبسه، کما صرحوا به في القلنسوة، وإلا لا. والله أعلم بالصواب، رقمه عبد الحي اللکنوي". (غایة المقال فیما یتعلق بالنعال، رسالة من مجموعة رسائل اللکنوي: ۱/۲۱۱، إدارة القرآن کراچي)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۱، سعید)

"ویحل للنساء لبس الحریر، ولا یحل للرجال إلا قدر أربع أصابع کالعلم". (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل في اللبس: ۴/۱۹۲، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۳) "ٹیرلنگ، ریکس"۔ (English to English Dictionary, Page No. 956, Feroz Sons, Lahore)

بھی درست ہے(۱) لیکن مسنون لباس اور صلحاء کا لباس اختیار کرنا اعلیٰ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۰ھ۔

ننگے سر پھرنا

سوال[۹۰۹۳]: مردوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے اور شرعاً یہ فعل مردوں کا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصلاً صلحاء و اہلِ مروت کا نہیں، بلکہ خدا کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اس سے اجتناب لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۴، رشيدية)

"ويباح وهو لبس الجميل للتزين ... إذا لم يكن للتكبر" (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۱، مكتبه غفاريه كوئته)

راجع للتفصيل (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۲، دار العلوم كراچی)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى ... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۳۰، معهد الخليل، كراچی)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۷۳۵، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

الفصل الرابع فی لباس النسآء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلائیاں، سرخی کا حکم

سوال [۹۴۱۰]: آج کل جو شہروں میں کالا برقع بطور رواج ہے یہ جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیا علامت ہے؟ ایک لباس ہے جس کا نام "جمپر" ہے(۱)، وہ اوپر سے بہت تنگ اور نیچے سے کچھ کھلا ہوتا ہے اس کا استعمال کیسا ہے؟ نیز "لہنگا" (۲) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتیں جو اپنے سروں پر سلائیاں لگاتی ہیں تاکہ بال آگے کی طرف نہ آئیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں جو تھوڑے بال کٹواتی ہیں اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتوں کی سرخی کے بارے میں کچھ روشنی ڈالئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس کفار و فساق کا شعار نہ ہو اور مقصود ستر اس سے حاصل ہو جاتا ہو تو درست ہے، ورنہ نہیں(۳)۔ سلائیاں تو وہ ہوتی ہیں جو دروازوں یا کھڑکیوں میں لگائی جاتی ہیں تاکہ روشنی اور ہوا آتی رہے اور آدمی یا جانور کتا وغیرہ نہ آسکے، وہ سلائیاں سر میں کیسے لگائی جاتی ہیں(۴)۔ چھوٹی بچی کا سر تو منڈا بھی دیا جاتا ہے جیسا

---

(۱) "جمپر: عورتوں کی قمیص، زنانی کرتی، کرتے کی اصلی شکل، ڈھیلا کرتا جو زنانی پہنتے ہیں" (فیروز اللغات، ص: ۴۷۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) "لہنگا: زنانی عورتوں کا ایک گھیر دار گھاگرا" (فیروز اللغات، ص: ۱۱۴۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: "قال رسول الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث)

(۴) یہ سلائی کی صورت نہیں ہوتی ہے، دونوں سرے ایک جانب جڑے ہوئے ہوتے ہیں، ایک طرف کچھ لمبی اور دوسری کچھ کم ہوتی ہے، بالوں کو کنٹرول کرنے کے لئے پشت کی طرف لگائی جاتی ہے، یہ جائز ہے، کراہت کی کوئی وجہ نہیں، [illegible]

کہ عقیقہ کے وقت ، اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔ ہونٹ تو قدرت کی طرف سے سرخ ہوتے ہیں ، اس کے متعلق کیا پوچھنا (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۸۹ھ۔

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال [۱۰۳۹۱]: ۱- عورتوں کو سرخی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲- عورتوں کو سفید ٹخنے کی شلوار پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(=) باب میں کوئی کراہت نہیں ، جب کہ خلاف شرع نہ ہو۔

"لا بأس بلبس الثياب الحمراء إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۲۹، رشیدیہ)

(۱) "عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: عق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الحسن بشاة، وقال: "يا فاطمة! احلقي رأسه وتصدقي بزنة شعره فضة". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في العقيقة: ۱/۲۷۸، سعيد)

(مشكوة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ص: ۳۶۲، قديمي)

"يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهباً، ثم يعق عند الحلق عقيقة إباحة، الخ". (رد المحتار، كتاب الأضحية، قبيل كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۶، سعيد)

"العقيقة عن الغلام وعن الجارية وهي ذبح شاة في سابع الولادة وضيافة الناس وحلق شعره مباحة لا سنة ولا واجبة، كذا في الوجيز". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني والعشرون في العقيقة: ۵/۳۶۲، رشيدية)

(۲) سرخی اگر عورت اپنے شوہر کی خاطر زیب و زینت کے لئے لگاتی ہے تو مضائقہ نہیں ، بشرطیکہ اس میں کوئی حرام چیز شامل نہ ہو، اور اسی طرح ایسے اجزاء بھی شامل نہ ہوں جن کی وجہ سے دوران غسل پانی ہونٹوں تک نہیں پہنچتا تو وضو اور غسل درست نہیں ہوگا۔

"ولا بد من زوال ما يمنع من وصول الماء للجسد كشمع وعجين". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في بيان فرائض الغسل، ص: ۱۰۲، قديمي)

۳… عورت کو اونچی ایڑی کا چپل جیسا کہ آجکل رواج ہے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

۴… عورتوں کو اونچی ایڑی کا لیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟

۵… عورتوں کا سر میں کنگھی یا کلپ وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں، کیوں کہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ ہو، دور تک ٹھیک رہے؟

۶… جس گھر میں کسی غیر محرم کا گذر نہ ہوتا ہو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کی نصف آستین کی قمیص یا نیکر پہننا جائز ہے یا نہیں؟

۷… مصری قطع کا مدح جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پر فٹ ہوتا ہے عورتوں کو اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی فضل الرحمان سرساوی، ضلع سہارنپور، ۱۴/رجب/۱۳۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۴… جو لباس کفار یا فساق یا مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کا لباس جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو اس کا استعمال مستحسن ہے، اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہوگیا۔

۵… اگر یہ محض زینت و آرام کے لئے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو۔

۶… لباس کی حیثیت سے جواب آچکا، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

۷… لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہوگیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو، جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں غیر محرم کے سامنے جانا منع ہے:

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". رواه البخاري". مشكوة ص: ۳۸۰(۱)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۲/۸۷۴، قديمي)

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" رواه أحمد وأبوداؤد". مشکوٰۃ، ص: ۳۷۵ (۱)۔

"وأما النظر إلی ذوات محارمه فنقول: یباح له أن ینظر منها إلی موضع زینتها الظاهرة والباطنة، وهی الرأس والشعر والعنق والصدر والأذن والعضد والساعد والکف والساق والرجل والوجه". عالمگیری: ۵/۳۲۷ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/رجب/۵۸ھ۔

عورتوں کو چوڑی دار پاجامہ پہننا

سوال [۹۳۲۲]: عورتوں کے لئے چوڑی دار پاجامہ پہننا اور بنیان نما کرتا پہننا کیسا ہے؟ جائز یا ناجائز؟

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۲۰۳، امدادیه ملتان)

قال العلامة علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخیر. قال الطیبی رحمه الله تعالیٰ: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار". (مرقاة المفاتیح: ۸/۲۵۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۳۴۷، رشیدیه)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه: ۵/۳۲۸، رشیدیه)

"وینظر من محرمه إلی الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۶/۳۶۷، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر: ۴/۱۹۹، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۸/۳۵۳، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۴/۴۶۱، کتاب الکراهیة، باب النظر واللمس، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں سارا جسم ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ، دونوں ہاتھ گٹوں تک، دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہے، شامی (۱)۔ اگر نیم آستین قمیص ہے اوپر اس طرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہوجائے گی (۲)۔ ہاتھ کا کہنی تک یا اوپر تک اپنے محرم باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے تو اس پر نکیر نہیں لیکن نامحرم سے پردہ مکمل لازم ہے (۳) جیسے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، یا دیور وغیرہ (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۴ھ۔

---

(۱) "وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۵، سعيد)

"وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها" (كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۱/۴۶۸، رشيديه)

(۲) "ويكفي للمرأة درع صفيق ومقنعة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۱، قديمي)

(۳) "وينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ما تحت ركبته، فالركبة عورة لا السرة ... ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته ...... ولا إلى الظهر والبطن ... وينظر من الأجنبية ولو كافرة - مجتبى - إلى وجهها وكفيها فقط، للضرورة". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۶، ۳۶۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل النظر الخ: ۵/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۴/۲۰۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) "ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب" (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷، سعيد)

عورتوں کے لئے فیشن کی چیزیں

سوال [۹۳۲۵]: عورتوں کے لئے کھڑاؤں پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ڈل چپل (۱) اونچی ایڑی کی گرگابی (۲) وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ اور مردوں کے لئے بوٹ جوتے وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورتوں کے لئے بال بنانا کسب وغیرہ اور بالوں کا نقلی پھول بنانا کیسا ہے؟ نیز عورتوں کو پتلا ہو دوپٹہ جائز ہے یا نہیں؟ اور "من تشبہ بقوم فھو منھم" (۳) کا کیا مطلب ہے؟ مع حوالہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے لئے اصل ضابطہ یہ ہے کہ جو لباس مخصوص ہے مردوں کے ساتھ اس کا عورتوں کو پہننا جائز نہیں اور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کا مردوں کو پہننا جائز نہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (۴)۔ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہے وہ سب بھی منع ہیں،

= الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۲۴، غفاريه كوئٹه

"ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء الأربعين". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الكراهية: ۶/۴۰۶، سعيد)

"ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، فإن لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً، ولا يعذر في تركه وراء الأربعين. فالأسبوع هو الأفضل، والخمسة عشر الأوسط، والأربعون الأبعد، ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۸، رشيدية)

(۱) "ڈل چپل (Slipper): چپل کا جوتا، ربڑ سے بنی" (English to English & Urdu Dictionary, Page: 868, Feroz Sons, Lahore)

(۲) "گرگابی: ایک وضع کی ہلکی جوتی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۹۰، فیروز سنز، لاہور)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(۴) "وعنه (ابن عباس رضي الله تعالى عنهما) قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس =

بعض کی ممانعت زیادہ شدید کی ہے اور بعض کی کم درجہ کی ہے، ان سب کو ترک کر کے صلحاء کا لباس اختیار کرنا چاہیے (۱):

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء بأن يلبس لبسه النساء أو تزين بزينتهن". قال النووي في الروضة: والصواب أن تشبه بالرجال بالنساء وعكسه حرام. "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل".

"عن ابن أبي مليكة قال: قيل لعائشة رضي الله تعالى عنها: إن المرأة تلبس النعل الذي يلبسه الرجال، فقالت: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجلة من النساء". وهي المترجلة، فقال: امرأة رجلة إذا تشبهت بالرجال في الزي، وأما في العلم والرأي فمحمود، ومنه أن عائشة رضي الله تعالى عنها كانت رجلة الرأي". بذل المجهود: ۵/۷۰ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

مردانہ لباس عورتوں کے لئے

سوال [۹۳۲۶]: عورتوں کے لئے بنیان، شلوار، جاکٹ، قمیص پہننے کا کیا حکم ہے؟

سعید احمد غفرلہ، تھانوی۔

باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

(۲) (بذل المجهود شرح أبي داود، كتاب اللباس، باب في لباس النساء: ۵/۷۵، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ مردوں اور کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ شعبان۔

عورت کے لئے انگیا کا استعمال

سوال [۹۴۲۶]: عورت کے لئے بری سیر (انگیہ) کا استعمال کیسا ہے، کیا دونوں قسم کی بری سیر لیعنی پستان کو پست کرنے اور ابھارنے والے کا حکم یکساں ہے یا فرق ہے؟ نیز زینت کے لئے لپ اسٹک سینڈور وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعنه (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما) قال: قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لعن اللہ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"عنه (ابن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنهما) قال: قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب لبس الشهرة، ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال الملا علي القاري رحمه اللہ تعالیٰ: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال الطيبي رحمه اللہ تعالیٰ: هذا عام في الخلق والخلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ۸/۱۵۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر علیه فيها" (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز کفار اور فساق کا شعار ہو، اس کا استعمال ممنوع ہے(۱)، پھر کفار کا مذہبی شعار کی ممانعت بہت شدید ہے(۲)۔ جو چیز مردوں کا شعار ہے اس کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے(۳)۔ ایسا لباس جو بدن کی ہیئت کو نمایاں کرتا ہو، وہ بھی ان کے حق میں ممنوع ہے(۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوڑیاں پہننا

سوال [۹۲۰۸]: چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "مردانہ جوتی عورتوں کے لئے")

(۲) کفار کے مذہبی شعار کو اپنانے کو بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے کفر تک قرار دیا ہے۔

"رجل اشتری یوم النیروز شیئاً لم یکن یشتریہ قبل ذلک، إن أراد بہ تعظیم النیروز کما یعظمہ المشرکون، کفر". (مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهية: ۴/۳۴۳، رشیدیه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۵، قديمي)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، الثاني في التشبه: ۶/۳۳۳، رشيدية)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين: ۲/۸۷۴، قديمي)

(وكذا في مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير: ۱۰/۵۱۹۳، (رقم الحديث: ۷۲۶۵)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۴) قال العلامة الشامي بعد نقل أقوال الفقهاء: "وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

کہ عورتوں کو چوڑی پہننا چاہیے اور مہندی لگانا چاہیے، اس کی آواز سے برکت ہوتی ہے، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کے لئے مہندی لگانے کا حکم احادیث میں موجود ہے، کذا فی المشکوٰۃ باب الترجل ص ۳۸۳ (۱)۔ مگر آواز دار چوڑی کے متعلق روایت مشکوٰۃ میں ہے جس میں گھنٹی کی آواز والا جھانجھن اور گھنٹی کی ممانعت حدیث میں صراحۃً آئی ہے۔

"عن ابن الزبير أن مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير إلى عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وفي رجلها أجراس، فقطعها عمر وقال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "مع كل جرس شيطان". رواه أبو داود"(۲)۔

"وعن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حيان الأنصاري كانت عند عائشة رضي الله تعالى عنها، إذ دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت: لاتدخلنها علي إلا أن تقطعن جلاجلها، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لاتدخل الملائكة بيتاً فيه جرس". رواه أبو داود" مشکوٰۃ شریف، باب الخاتم، ص ۳۷۹ (۳)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن هنداً بنت عتبة قالت: يا نبي الله بايعني. فقال: "لا أبايعك حتى تغيري كفيك، فكأنهما كفا سبع". رواه أبو داود.

"وعنها رضي الله تعالى عنها قالت: أومت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقبض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يده، فقال: "ما أدري أيد رجل أم يد امرأة". قالت: بل يد امرأة. قال: "لو كنت امرأة لغيرت أظفارك". يعني بالحناء". رواه أبو داود والنسائي". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، ص ۳۸۳، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثاني، ص ۳۷۹، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، الفصل الثاني)

سوال والی حدیث سے پہلے یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ شریف میں دیکھ لیجئے (۱)۔ روایت مسئولہ کے الفاظ اور حوالہ اگر رسالہ "مولوی" میں ہو، نقل کیجئے تاکہ اس کی تحقیق کی جاسکے۔ رسالہ مولوی اہل علم کا رسالہ نہیں کہ اس کی نقل کردہ ہر روایت اور ہر مسئلہ قابلِ اعتماد ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) (مظاہر حق جدید، کتاب اللباس، کنگھی کرنے کا بیان، عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانا مستحب ہے: ۳/ ۲۱۵، دارالاشاعت کراچی)

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(ناجائز لباس کا بیان)

مرد کے لئے مخمل کا استعمال

سوال [۹۳۲۰]: مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں، کیونکہ وہ ریشم تو ہوتا نہیں، مخمل کی ٹوپی عام طور پر استعمال کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو ریشم کا نہ ہو، اس کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۴ھ۔

ریشم کا کیڑا اور قز!

سوال [۹۳۲۱]: "دود القز" کی تعریف فقہ نے کیا فرمائی ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ دود القز کی تعریف میری نظر سے عبارت ذیل میں گذری ہے:

---

(۱) "الفن الإسلامي لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يفرز للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس، ولا أسلوباً خاصاً للصنعة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ" (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۷، دار العلوم كراتشي)

"لا بأس بلبس الثياب المصبغة، كان لا يكره منه شيء" (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۴/۱۹۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

يكون أولاً بزراً في قدر حب التين، ثم يخرج منه الدود عند فصل الربيع، ويكون عند الخروج أصغر من الذر وفي لونه. ويخرج من الأماكن الدفئة من غير حضن إذا كان مصروراً محمولاً في حق، وربما تأخر خروجه فتصره النساء وتحمله تحت ثديهن. وإذا خرج أطعم ورق التوت الأبيض، ولا يزال يكبر ويعظم إلى أن يصير في قدر الأصبع. وينتقل من السواد إلى البياض أولاً فأولاً، وذلك في مدة ستين يوماً على الأكثر، ثم يأخذ في النسج على نفسه بما يخرجه من فيه إلى أن ينفد ما في جوفه منه ويكمل عليه ما يبنيه إلى أن يصير كهيئة الجوزة، ويبقى فيه محبوساً قريباً من عشرة أيام، ثم ينقب عن نفسه تلك الجوزة، فيخرج منها فراش أبيض، له جناحان لا يسكنان من الاضطراب.

وعند خروجه يهيج إلى السفاد، فيلصق الذكر ذنبه بذنب الأنثى ويلتحمان مدة، ثم يفترقان، وتبزر الأنثى البزر الذي تقدم ذكره على خرق بيض تفرش له قصداً إلى أن ينفد ما فيها منه، ثم يموتان. هذا إن أريد منهما البزر، وإن أريد الحرير، ترك في الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة أيام يوماً أو بعض يوم، فيموت. وفيه من أسرار الطبيعة أنه يهلك من صوت الرعد، وضرب الطست والهاون، ومن شم الخل والدخان، ومس الحائض والجنب، ويخشى عليه من الفأر والعصفور والنمل والوزغ وكثرة الحر والبرد اهـ". حياة الحيوان، ص: ٤٥٠ (١)۔

وقريب منه ما في عجائب المخلوقات، ٢/٣٦٨(٢)۔

تو اصلی ریشم پہننا مرد کو ناجائز ہے، مگر چار انگشت کی مقدار جائز ہے اور جس کا بانا ریشم ہے(٣) اور

---

(١) (حياة الحيوان، باب الدال المهملة: ١/٤٥٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) "دودة القز دويبة إذا شبعت من الرعي، طلبت مواضعها في الأشجار والشوك ونسجت، الخ".

(عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات، للقزويني رحمه الله تعالى، النوع السابع من الحيوان الهوام والحشرات، ص: ٤١٥، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(٣) "بانا: تانے کے خلاف، وہ تار جو کپڑے کی عرض میں تانے کے بیچ دیتے ہیں"۔ (نور اللغات، ص: ٥٠٥، سنگ میل لاہور)

ریشمی جبہ

سوال [۹۳۴۲]: ایک صاحب نے امام صاحب کو جاپانی سلک جبہ کر پیش کیا(۱)، جس پر جو گارنڈ کا نام بھی ہوا ہے(۲) سلک کی بنا پر بظاہر جاپانی سلک کا ریشمی کپڑا معلوم ہوتا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقتاً ریشم نہیں ہے۔ ایسی شکل میں اس کے استعمال میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریشمی لباس تو مرد کو جائز نہیں(۳)، اور ریشمی نہ ہو تو درست ہے(۴) بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کا شعار نہ ہو(۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۹۲ھ۔

---

(۱) "سلک: ریشم"۔ (English to English Dictionary, Page 510, Feroz Sonz Lanore)

(۲) "گوٹہ: کناری، چاندی یا سونے کے تاروں کی بنی ہوئی لیس"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲۰، فیروز سنز لاہور)

(۳) "عن عمر وأنس وابن الزبير وأبي أمامة رضي الله تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من لبس الحرير في الدنيا، لم يلبسه في الآخرة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

"يجب أن يعلم أن لبس الحرير - وهو ما كانت لحمته حريرا وسداه حريرا - حرام على الرجال في جميع الأحوال عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: لا يكره في حالة الحرب، ويكره في غير حالة الحرب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره: ۳۳۱/۵، رشيدية)

"يكره لبس الحرير للذكور صغيرا كان أو كبيرا". (الفتاوى السراجية، باب في اللبس، ص: ۷۵، سعيد)

(۴) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيدية)

(۵) "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه

ریشمی رومال وازار بند

سوال [۹۳۳۴]: ریشمی رومال اور ازار بند مردوں کو استعمال کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ازار بند خالص ریشمی اور جس کا پاٹ ریشمی ہو، مرد کو ناجائز ہے(۱)، البتہ اگر تانا ریشمی ہو(۲) اور بانا سوت وغیرہ کچھ اور ہو تو جائز ہے۔ نفس رومال جائز ہے، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے اور ریشمی ہونا تکبر کی علامت ہے:

"لبس الحرير الخالص حرام على الرجل إلا بدفع القمل أو حكة، كما في الحدادي من غاية البيان". كذا في واقعات المفتين(۳)۔

"يكره ما لحمته حرير وسداه غير ذلك، لا بأس بلبس الحرير المرجل في حالة الحرب، ولا بأس بلبس ما سداه حرير ولحمته غير ذلك". الفتاوى السراجية(٤)۔

"وقال في المحيط: وكذا تكة الحرير ولبنته وهو لقب لا يحل للرجال؛ لأنه استعمال تام". زيلعي(٥)۔

= بقوم، فهو منهم". (أبو داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى ...". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

(۱) "پاٹ: کپڑے کا عرض، وہ جو اپنے جوڑ کے عرض میں بنتے ہیں"۔ (نور اللغات، ص: ۱۰۱۵، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

(۲) "تانا: سوت کے دھاگے جو کپڑے میں لمبائی کی طرف ہوتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۲۹، فیروز سنز لاہور)

(۳) لم أجده

(۴) (الفتاوى السراجية، كتاب الاستحسان، باب اللبس، ص: ۷۵، سعيد)

(۵) (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۳۲، دار الكتب العلمية بيروت) =

"لا بأس بخرقة الوضوء أو المخاط أو العرق أو لحاجة، ولو للتكبر تكره". قال الشامي:

"والخرقة المعروفة قبيل الحظر، زيلعي. وبه علم أنه لا يصح أن يراد بالخرقة ما يشمل الحرير" اھ. الشامي (۱)۔

تحریر العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے

سوال [۴۳۳۴]: ریشم یا ریشمی کپڑا صرف کیڑے سے بنتا ہے یا اور چیز سے بھی ریشم تیار ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریشم اصلی تو وہی ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، لیکن نقلی ریشم بھی ولایت سے آتا ہے جو کسی اور چیز سے بنتا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ص: ۳۳۱/۵، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ۳۴۸/۸، رشيدية)

(۱) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر: ۳۶۳/۶، سعيد)

"ولا بأس بخرقة الوضوء والمخاط. وفي الجامع الصغير: يكره الخرقة التي تحمل ليمسح بها العرق؛ لأنها بدعة محدثة، والصحيح أنه لا يكره. وحاصله أن من فعل شيئاً من ذلك تكبراً فهو مكروه، ومن فعل ذلك لحاجة وضرورة لم يكره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۳۳۲/۵، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر: ۳۵۰/۸، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الدميري: "أما دود القز فيقال لها: الدودة الهندية، وهي من أعجب المخلوقات، وذلك أنه يكون أولاً بزراً ... هذا إن أريد منها البزر، وإن أريد الحرير ترك في الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة أيام". (حياة الحيوان، باب الدال المهملة: ۴۷۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

ٹیریلین کا استعمال

سوال[۹۳۳۵]: آج کل لوگ عام طریقے سے ٹیریلین اور ٹیری کوٹ (کپڑے) کا کرتا قمیص اور شیروانی وغیرہ لباس پہنتے ہیں۔ کیا شرعی اعتبار سے اس کے استعمال میں کوئی قباحت ہے، اور اس قسم کا لباس کو پہن کر نماز پڑھنے پڑھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ناپاک نہیں اور اس میں ستر ہوتا ہے، نیز وہ کفار یا فساق کا شعار نہیں تو اس کا استعمال درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نائیلون کا استعمال

سوال[۹۳۳۶]: نائیلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

محمد ارشد کاندھلوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یقیناً ناپاک ہے، استعمال درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= (وكذا في عجائب المخلوقات، النوع السابع من الحيوان: الهوام، ص: ۲۹۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ" (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۲/۴، دار العلوم كراتشي)

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۲۸/۸، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۱۹۱/۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "(إلا جلد خنزير، فلا يطهر) الخ (أي لأنه نجس العين، بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حياً =

مرد کے لئے کون کونسے رنگ ناجائز ہیں

سوال[۹۳۳۷]: مرد کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں؟

مولوی محمد اقبال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال، ولا بأس بسائر الألوان".

تنویر: ۵/۳۵۹(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= وميتاً". (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في أحكام الدباغة: ۱/۲۰۴، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يجوز به الوضوء: ۱/۴۱، مكتبه شركت علميه)

(۱) (تنوير الأبصار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸، سعيد)

"يكره للرجال أن يلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أو الزعفران". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۰، غفاريه كوئته)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

عورتوں کے لئے لپ سٹک لگانا کیسا ہے؟

سوال [۹۳۲۸]: عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے باعث لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں، اسی طرح جو چیزیں مردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں (۱)۔ مستعملہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے فرض وضو وغسل میں وہ مانع ہوتی ہو یعنی پانی پہونچنے سے مانع ہو تو فریضہ طہارت ناتمام رہے گا (۲)۔ جو چیز صرف شادی شدہ کا شعار ہے اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک طرح کی تلبیس ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۳۷۵/۲، قديمي)

(۲) قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً ... ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتى. وقيل: إن صلباً منع، وهو الأصح". (الدر المختار: ۱۵۲/۱، ۱۵۳، مبحث الغسل، سعيد)

لڑکوں کے لئے کریم پاؤڈر کا استعمال

سوال [۹۳۳۹]: چہرہ پر کریم پاؤڈر لگاتے ہیں، کیا مردوں کو جائز ہے؟ ظاہر ہے جب ان کو لگاتے ہیں تو زینت ہی مقصود ہوتی ہے۔

زکریا احمد مظفر نگری، متعلم دار العلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں عورتوں کا شعار ہوں مردوں کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے(۱)۔ اسی طرح جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کے بھی استعمال کی اجازت نہیں(۲)۔ اسی قاعدہ پر اپنے سوال کو جانچ کر جواب نکال لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۳ھ۔

لبوں پہ سرخی

سوال [۹۳۴۰]: عورتوں میں رواج ہے کہ ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں، کیا یہ مناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل خوبصورتی کو فنا کر کے مصنوعی خوبصورتی کو اس کی جگہ پیدا کرنا عقل ودانش اور ذوقِ سلیم کے

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۲/۸۷۴، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث)

(والجامع الصغير مع فيض القدير: ۱۱/۵۲۳۳، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

بھی خلاف ہے (۱)، اگر اس میں کوئی ناپاک چیز ہو جیسے عامۃً اسپرٹ ہوتی ہے تو ہونٹوں اور چہرے کی ناپاکی کا بھی حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/ ۵/ ۸۹ھ۔

بالوں، ہونٹوں پر سرخی

سوال [۱۳۳۰]: کیا عورتیں بنے ہوئے لمبے بالوں، ہونٹوں پر سرخی اور آنکھوں کے پلکوں پر رنگ کرکے نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ سرخی ایسی ہے جس نے بالوں اور ہونٹوں کو ڈھانک لیا اور طہارت میں پانی وہاں نہیں پہونچا تو طہارت نامکمل رہے گی اور نماز نہیں ہوگی (۳)۔ اگر کسی دوسرے بنے ہوئے بالوں میں لگایا گیا تو اس سے

---

(۱) عورت کے لئے گھر میں زینت اختیار کرنا گھر کے اندر شوہر کی اجازت سے جائز ہے۔

"وأما التحمير ونحوه فيجوز بإذن الزوج وفي داخل البيت، ويحرم بغير إذن الزوج وخارج المنزل". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعاً: التبرج والتحسين: ۲۶۳/۴، رشيدية)

(۲) آج کل عموماً اسپرٹ چونکہ پاک اشیاء سے بنائی جاتی ہے اس لیے اس کو زینت میں استعمال کرنا مباح ہے اور اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

"وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة: ۶۰۸/۳، دار العلوم كراتشي)

(۳) "ويجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة، كأذن وسرة وشارب وحاجب ..... ولا يمنع الطهارة ونيم -أي خرء ذباب وبرغوث- لم يصل الماء تحته، وحناء ولو جرمه، به يفتى". (الدر المختار: ۱/ ۱۵۲، ۱۵۴، مطلب في أبحاث الغسل، سعيد)

طہارت ناممکن نہیں رہے گی۔ لیکن دوسرے بال اپنے بالوں میں اس طرح لگانا تاکہ اصلی بال معلوم ہوں درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

=(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيدية)

(وكذا في مراقي الفلاح: ۱/۱۳، قديمي)

الفصل السابع في المتفرقات

علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ نہیں؟

سوال[۱۳۴۲۲]: کتاب "دوزخ کا کھٹکا" میں لکھا ہے کہ پاؤڈر، سرخی، تنگ جوڑا، دوپٹہ، جدید طرز کا لباس وغیرہ، ان کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے۔ آج کل کی جدید عورت عرض کرتی ہے کہ یہ سب فیشن علماء کے یہاں بھی موجود ہیں، یعنی علماء کی عورتوں کا یہ فیشن حجت ہے۔ ایسے ہی مردوں کو سوٹ پتلون ٹخنوں کے نیچے گھڑ لینا، ان کا استعمال "من تشبہ بقوم فهو منهم"(۱) میں داخل ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پاجامہ وغیرہ لٹکانا مکروہ تحریمی ہے، حدیث شریف میں اس پر وعید آئی ہے(۲)۔ لباس کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو لباس حضور سے ثابت ہے وہ یقیناً اعلیٰ اور افضل ہے(۳) اور جو لباس ممنوع

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قديمي)

قال النووي: "فما نزل عن الكعبين فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۱۹۵، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس: ۸/۱۹۸، رشيدية)

(۳) قال الله تعالى: "لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" (سورة الأحزاب: ۲۱)

ہے، مثلاً مردوں کے لئے ریشمی لباس (۱) یا عورتوں کے لئے ایسا لباس جس سے جسم نظر آئے اس کی اجازت نہیں (۲)۔ اس کے علاوہ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا اختیار کرنا درست نہیں (۳)۔

علماء کی مستورات اگر ناجائز لباس اختیار کریں اور علماء ان کو منع کریں مگر وہ نہ مانیں، سرکشی اور بغاوت کر کے ناجائز لباس اختیار کریں تو اس کی وجہ سے علماء پر کوئی الزام نہیں (۴)۔ اگر علماء ان کو ناجائز لباس کی

= "وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تمسک بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

(۱) "في فتاوى قاضي خان: لبس الحرير المصمت حرام في الحرب وغيره، كما يكره لباس الصبيان الذكور أيضاً، ويكون الإثم على من ألبسهم. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: لا بأس بلبس الحرير في الحرب". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/۱۳۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۵/۳۳۱، رشيديه)

(۲) قال العثماني مد ظله العالي: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً وموافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، مكتبة دار العلوم كراچي)

(۳) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى ... ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۷۴۴، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ (سورة يس: ۱۷)

قال الحافظ ابن كثير: "يقولون: "إنما علينا أن نبلغكم ما أرسلنا به إليكم، فإذا أطعتم كانت لكم السعادة في الدنيا والآخرة، وإن لم تجيبوا فستعلمون غب ذلك، والله أعلم". (تفسير ابن كثير =

جازت دیں یا منع نہ کریں، یا ان کے ناجائز لباس سے راضی ہوں تو ان کا یہ امر شرعاً قابلِ اعتبار نہیں، اس کو حجتِ شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا (۱)۔

کفار کے شعار غیر مذہبی کو اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے جو کہ حرام کے قریب ہے (۲) اور ان کے شعار مذہبی کو اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ کفر کے قریب ہے (۳)۔ امید ہے کہ اس مسئلہ کی تمام جزئیات کا حکم سمجھ میں آجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

درزی کا سِیا ہوا کپڑا رکھ لینا

سوال [۹۳۴۳]: زید خیاطی کا کام کرتا ہے، لوگوں کے کپڑے سیتا ہے اور معقول سلائی لے کر بال

— ۳/۲۴۴، مكتبة دار السلام رياض)

قال العلامة الآلوسي: "إلا تبليغ رسالته تعالى تبليغاً ظاهراً بيناً بحيث لا يخفى على سامعه، ولا يقبل التأويل والحمل على خلاف المراد أصلاً، وقد خرجنا عن عهدته فلا مؤاخذة علينا من جهة ربنا. كما قيل". (روح المعاني: ۲۴۳/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۲۱۵، سعيد)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم": أي في الإثم والخير عند الله تعالى .... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۲۵۵، رشيدية)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۷۳۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۳) "رجل اشترى يوم النيروز شيئاً، ولم يكن يشتريه قبل ذلك، أراد به تعظيم النيروز، كفر: أي لأنه عظم عيد الكفرة". (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمي)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۲۰۱، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

بچوں کی پرورش کرتا ہے، دوسرا کوئی روزگار نہیں ہے، جس کے ذریعے اپنا پیٹ بھرتا ہے، اگر مسلم کا کپڑا اکا دکا ہے تو جو کچھ بچ جاتا ہے واپس کردیتا ہے، غیر مسلموں کا بچا ہوا کپڑا واپس نہیں کرتا، لہذا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، جائز نہیں حرام ہے(۱)، غیر مسلم کی چوری کا معاملہ زیادہ سخت ہے "خصومة الذمي أشد من خصومة المسلم، اهـ". درمختار(۲) وغیرہ میں یہ مضمون وارد ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گریبان کھلا رکھنا

سوال [۹۳۴۴]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہتا تھا یا نہیں، اگر کسی کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہے تو اس کی وجہ سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کبھی کھلا رکھنا بھی ثابت ہے اور بعض صحابہ نے اس کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ ہمیشہ ہی کھلا ہی رکھا:

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما﴾ (سورة المائدة: ۳۸)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"هي لغة أخذ الشيء من الغير خفية، وتسمية المسروق سرقة مجاز. وشرعاً باعتبار الحرمة أخذه كذلك بغير حق، نصاباً كان أو لا". (الدر المختار، كتاب السرقة: ۸۲/۴، سعيد)

(۲) العبارة بتمامها: "وخصومة الذمي والدابة يوم القيامة أشد من خصومة المسلم، الخ". (الدر المختار). "(قوله: لأن خصومة الذمي الخ) في البحر عن الغصب: مسلم غصب من ذمي مالاً أو سرقه، يعاقب عليه يوم القيامة، لأنه أخذ مالاً معصوماً، والذمي لا يرجى منه العفو بخلاف المسلم، فكانت خصومة الذمي أشد". (رد المحتار، كتاب العتق، باب الاستيلاد: ۶۹۳/۳، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الغصب، فصل في براءة الغاصب والمديون: ۲۵۸/۳، رشيدية)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

سونے چاندی کی انگوٹھی وغیرہ

سوال [۵۴۳۴]: سونے چاندی کی انگشتری اور بٹن لگانا شریعت میں جائز ہے یا منع ہے(۱)، اگر جائز ہے تو کتنا سونا چاندی جائز ہے مرد وعورت کیلئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونے چاندی کی انگشتری پہننا شرعاً درست ہے، البتہ مرد کو صرف چاندی کی انگشتری کی اجازت ہے وہ بھی ایک مثقال سے کم(۲)، عورت کیلئے کوئی قید نہیں ہے، اس کیلئے سونے کی بھی اجازت ہے(۳) اور بٹن

---

(۱) "بٹن" (Button): بٹن، گھنڈی، گوٹ، گھنڈی کا پھول۔ (English to English & Urdu Dictionary, Page No. 115, Feroz Sons, Lahore)

(۲) "ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ... منها، أي الفضة ... ولا يزيده على مثقال، وقيل: لا يبلغ به المثقال". (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸-۳۶۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(۳) "ولا يجوز للرجال التحلي بالذهب والفضة إلا الخاتم ... من الفضة ... وفي الاختيار: ينبغي أن يكون الخاتم على قدر مثقال أو دونه". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۵، غفاريه)

میں بھی جس قدر چاہے استعمال کر سکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے

سوال [۹۰۲۲]: سونے کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ ریڈیو کا بجانا، ناٹک (۲)، قوالی، جھوٹی خبریں خود سننا اور اپنے اہل وعیال کو سنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے (۳)۔ ریڈیو پر امور مسئولہ کو سننا جائز نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۴/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) ''عورت کے لئے انگوٹھی کے سوا دوسرا زیور ہر قسم کی دھات کا بنا ہوا جائز ہے، انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے خواہ جس مقدار کی بھی ہو''۔ (احسن الفتاوی، کتاب الحظر والإباحۃ، باب أحکام لباس وزینت، عنوان: عورت کے لئے زیور اور انگوٹھی کا حکم: ۸/۷۰، سعید)

(۲) ''ناٹک: ناچنے والا، رقاص، تماشا کرنے والا بہروپیا، کھیل، تمثیل، ڈرامہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۹، فیروز سنز لاہور)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب". (سنن ابن ماجة، أبواب اللباس، باب النهي عن التختم بالذهب، ص ۲۵۹، قديمي)

"ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب وحديد". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ۶/۳۵۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳/۱۹۵، رشيديه)

(۴) "استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهي: ۶/۳۵۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۳۳، غفاريه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۵، سعيد)

انگوٹھی میں سونے کا نگ

سوال[۱۰۳۲۲]: مرد انگوٹھی میں سونا بطور نگینے کے استعمال کر سکتے ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ہدایہ کتاب الکراہیہ کی عبارت:

"والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولامعتبر بالفص، حتى يجوز أن يكون من محرر الخ" کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز قرار دی گئی ہے اور اس کا وزن متعین کر دیا گیا کہ اس سے زائد نہ ہو۔ اس مسئلہ کے ذیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حلقہ اور نگینہ کا مجموعی وزن اتنا ہونا مراد نہیں، بلکہ وزن کی یہ تحدید حلقہ کیلئے ہے(۱) لہذا اگر صرف حلقہ کا اتنا وزن ہو اور نگینہ مثلاً: پتھر کا ہو کہ مجموعہ کا وزن زیادہ ہو جائے تب بھی درست ہے۔

اگر نگینہ پتھر کا ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے، اگر حلقہ پتھر کا ہو تو اس کو منع کیا گیا ہے، اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کی کیل ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں، اگر کسی اور چیز کا نگینہ ہو جو مرد کیلئے ممنوع ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں:

"ثم الحلقة في الخاتم هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولامعتبر بالفص، حتى انه يجوز أن يكون حجرا أو غيره، كذا في السراج الوهاج. ولابأس بسد ثقب الفص بمسمار الذهب، كذا في الاختيار شرح المختار". عالمگیری: ۴/۱۰۲(۲)۔

---

(۱) "والتختم بالذهب على الرجال حرام، لما روينا. وعن علي رضي الله تعالى عنه أن النبي عليه السلام نهى عن التختم بالذهب. ولأن الأصل فيه التحريم، والإباحة ضرورة الختم أو النموذج، وقد اندفعت بالأدنى وهو الفضة، والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص حتى يجوز أن يكون من حجر. ويجعل الفص إلى باطن كفه، بخلاف النسوان؛ لأنه تزين في حقهن" (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۴۵۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيديه)

انگوٹھی مرد کیلئے درست نہیں، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۰/۸۸ھ۔

چاندی کی انگوٹھی

سوال [۱۰۳۴۹]: انگشتری کی چاندی کی جس کا وزن تقریباً ۶/ ماشہ ہے، کیا اس کو آدمی پہن سکتا ہے یا نہیں اور اگر پہن سکتا ہے تو کس وزن کی پہن سکتا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بادشاہ و قاضی اور متولی وغیرہ کو مہر لگانے کیلئے انگشتری چاندی کی جائز ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو، اوروں کیلئے مناسب نہیں۔

"وترك التختم لغير السلطان والقاضي وذي حاجة إليه كمتول أفضل" اهـ. در مختار۔

"وفي الشامية عن بعض الكتب: لا يتختم إلا ثلاثة: أمير أو كاتب أو أحمق" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کئی نگ والی انگوٹھی

سوال [۱۰۳۵۰]: انگوٹھی جس میں کئی نگ ہوں، یا ایک ہی نگ کی، دو تین انگوٹھی انگلیوں میں پہننا کیسا

(۱) "ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ... منها، أي الفضة ... ولا يزيده على مثقال" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸-۳۶۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۵، غفارية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيدية)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفارية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۸/۳۴۹، رشيدية)

ہے؟ اور ایسی انگوٹھیاں پہنے ہوئے نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی انگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہوں حرام ہے، ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ پہنے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹۲ھ

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "وإنما يجوز التختم بالفضة إذا كان على هيئة خاتم الرجال، أما إذا كان على هيئة خاتم النساء بأن يكون له فصان أو ثلاثة، يكره استعماله للرجال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۳۷۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في اللبس: ۶/۳۶۵، رشيدية)

الفصل الثاني في أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

چاندی سونے کے دانت، ان کے تار اور خول کا دانت کیلئے استعمال

سوال [۹۳۵۱]: ۱... بعض مردوں اور عورتوں کے دانت کمزوری سے ہلنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مرد وعورتیں اپنے اپنے دانتوں میں چاندی وسونے کا خول چڑھواتے ہیں۔ یا چاندی یا سونے کے تار سے دانتوں کو بندھواتے ہیں مضبوطی کے لئے۔ تو کیا مردوں اور عورتوں کے لئے سونے وچاندی کا خول چڑھوانا، دانتوں پر تار لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف عورتوں کیلئے روا ہے تو مردوں کیلئے کیا حکم ہے؟

۲... مظاہر حق میں ہے کہ "جہاد میں کسی صحابی کی ناک ضائع ہوگئی تھی تو صحابی نے ناک پر سونے کا خول چڑھایا تھا"۔ ان کو جہاد کی وجہ سے اجازت تھی، یا عوام کو بھی اجازت ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی ممانعت ہے، چاندی کی اجازت ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کی اجازت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری: ۳۳۶/۵(۱) میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق نقل کی ہے، لہٰذا گنجائش ہے، اور اس میں مرد وعورت کا ایک ہی حکم ہے۔

۲... مجھے تو مظاہر حق میں یہ واقعہ باوجود تلاش کے ملا نہیں، خدا جانے آپ نے کہاں سے دیکھ کر لکھا ہے۔ کیونکہ مصابیح کے حوالے سے علامہ شلبی نے زیلعی شرح کنز ج:۶/۲۲۶، کے حاشیہ پر یہ واقعہ حضور صلی اللہ

---

(۱) "قال أبو يوسف رحمه الله تعالى في مجلس آخر: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن ذلك، فلم ير بإعادتها بأساً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، قبل الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۳۳۶/۵، رشيدية)

چاندی سونے کا دانت

سوال[۱۰۳۵۴]: جب دانت ٹوٹ جائے اس کی جگہ دانت سے اوپر سونا یا چاندی کا دانت یا پیچ وغیرہ لگوالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاندی کی پیچ، چنبر، دانت لگوانا جائز ہے۔ سونے کی پیچ، چنبر، دانت لگوانا جائز نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی پیچ وغیرہ بھی درست ہے، سونے کی پیچ وغیرہ سے اختلاف کی وجہ سے اجتناب احوط ہے:

"ولا يشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة، وجوزهما محمد رحمه الله تعالى".

در مختار. "وفي التاتارخانية: وعلى هذا الاختلاف إذا جدع أنفه أو أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنا آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند الإمام محمد يتخذ من

= روايتان عنهما. لما روي أن "عرفجة بن سعد أصيب أنفه يوم الكلاب، فاتخذ أنفا من فضة، فأنتن فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يتخذ أنفا من ذهب". ولأن الفضة والذهب من جنس واحد، والأصل الحرمة فيهما، فإذا حل التضبب بأحدهما حل بالآخر. وجه المذكور هنا أن استعمالهما حرام إلا للضرورة، وقد زالت بالأدنى، وهو الفضة، فلا حاجة إلى الأعلى، فبقي على الأصل وهو الحرمة والضرورة فيما روي لم تندفع بالفضة حيث أنتنت، ولأن كلامنا في السن، والمروي في الأنف، فلا يلزم من عدم الإغناء في الأنف عدم الإغناء في السن، ألا ترى أن التختم جاز لأجل الختم، ثم لما وقع الاستغناء بالأدنى لا يصار إلى الأعلى، ولا يجوز قياسه على الأنف فكذا هنا. ويحتمل أنه عليه الصلوة والسلام خص عرفجة رضي الله تعالى عنه بذلك كما خص الزبير بن العوام وعبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنهما بلبس الحرير لأجل الحكة في جسمهما" (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، قبل فصل في النظر واللمس: ٦/٣٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ٨/٣٥٠، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه: ٤/١٩٦، غفاريه)

الذهب أيضاً". شامی: ۵/۲۳۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف۔

رولڈ گولڈ کور میں دانت

سوال[۹۳۵۴]: زید کا ایک دانت چوٹ لگنے سے ٹوٹ گیا ہے، دوسرا دانت لگوانے کی غرض سے ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ مستقل لگا رہنے والا دانت لگوائیں گے جو نکالنا نہیں پڑے گا۔ تو رولڈ گولڈ کور(۲) میں وہ دانت لگے گا جسے عام طور پر لوگ لگواتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ رولڈ گولڈ ہونے کا کیا حکم ہے، رولڈ گولڈ کور میں اگر یہ دانت لگوا لے تو کیا حکم ہے؟ چاندی کے کور میں لگوا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرچہ سونے اور چاندی دونوں کا دانت لگوانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن چاندی سے کام چل جائے تو سونے سے پرہیز مناسب ہے:

"إذا جدع أنفه أو أذنه، أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنًّا آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند محمد من الذهب أيضاً اهـ". رد المحتار: ۵/۲۳۶(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۷ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۲، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۹، غفاریہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۸/۳۵۰، رشیدیہ)

(۲) "گولڈ: سونا، زر، طلا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۲، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه: ۴/۲۰۵، غفاریہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۸/۳۵۰، رشیدیہ)

کہ اس صورت میں دو کرتہ کے ۳ بٹن نہیں ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۸۸ھ۔

سونے چاندی کے بٹن

سوال[۱۰۳۵۷]: مرد کو سونے چاندی وغیرہ کے بٹن جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو سونے چاندی کے بٹن جائز نہیں(۲)۔ وغیرہ کا مطلب کیا ہے؟ اس کے معلوم ہونے پر جواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین، لوہے کی انگوٹھی، مخلوط دھاتوں کے بٹن کا حکم

سوال[۱۰۳۵۸]: آج کل جو رولڈ گولڈ کی سنہرے رنگ کے جو بٹن بازار میں فروخت ہوتی ہے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گھڑی کے سنہرے چینوں کا کیا حکم ہے؟ ان دھاتوں کا شمار لوہے وغیرہ میں ہوگا یا نہیں، اگر ہے تو کتب فقہ میں مثلاً ھدایہ وغیرہ میں جو یہ مسئلہ صراحۃً لکھا ہے کہ حدید وغیرہ دھاتوں کے بٹن وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بٹن جو کپڑے میں سلا ہوا ہو وہ تابع ثوب ہے، درمختار میں ازرار ذہب کو جائز لکھا ہے(۳)۔ لوہے کی

---

(۱) "حدثنا آدم ... قال: نهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب". أو قال: "حلقة الذهب، وعن الحرير والإستبرق، الخ". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب خواتيم الذهب: ۸۷۱/۲، قديمي)

"ويكره أن يلبس الرجل ثوباً فيه كتابة بذهب وفضة". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۳۹/۸، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "لابأس بأزرار الديباج والذهب". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في =

انگوٹھی مکروہ ہے(۱)، رولڈ گولڈ کی حقیقت کے متعلق ان لوگوں سے تحقیق کی جائے جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں، وہ بتائیں گے کہ یہ سونا ہے یا لوہا یا مخلوط، مخلوط ہونے کی صورت میں جو دھات غالب ہوگی اس کا حکم جاری کیا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۹/۹۶ھ۔

چپّل کے بٹن

سوال[۹۳۵۱]: کیا مردوں کو چپّل وغیرہ کے بٹن جس پر پالش ہوتی ہے، پہننا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۳) جبکہ ان میں کچھ تہ ہو(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

= اللبس: ۶/۳۵۵، سعید)

(۱) "والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

"ولا يتختم بحجر ولا صفر ولا حديد". (الدر المنتقى المعروف بمجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۴، غفاريه)

"التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيديه)

(۲) "وما غلب فضة أو ذهب فضة وذهب". (الدر المنتقى شرح الملتقى، كتاب الصرف: ۳/۱۱۶، غفاريه)

"والغالب عليه الغش منهما في حكم عروض اعتبار للغالب". (الدر المختار، كتاب الصرف: ۵/۲۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصرف: ۶/۳۴۴، رشيديه)

(۳) "ولا بأس بأن يلبس الصبي اللؤلؤ وكذا البالغ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب =

تانبے کے برتن پر چاندی کی قلعی

سوال [۹۴۳۰]: تانبہ وغیرہ کے برتن پر اگر چاندی یا سونے کی قلعی کرا کر استعمال کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تانبے کے برتن پر سونے چاندی کے پانی سے اگر اس طرح قلعی کردی جائے کہ اس سے مستقلاً الگ نہ

---

(۱) الحظر في استعمال الذهب والفضة: ٥/٣٣٤، رشيدية)

(۲) "الأصل في الأشياء الإباحة". (الأشباه والنظائر، القواعد الكلية: ١/٢٢٣، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ٢/٥٥٩، دار الحديث ملتان) (ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ٣٧٥، قديمي)

"من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم. أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن "فهو منهم". وقيل: المعنى من تشبه بالصالحين وهو من أتباعهم يكرم كما يكرمون، ومن تشبه بالفساق يهان ويخذل كهم، ومن وضع عليه علامة الشرف أكرم وإن لم يتحقق شرفه. وفيه أن من تشبه من الجن بالحيات وظهر بصورتهم قتل، وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء، كذا ذكره ابن رسلان. وبالغ من ذلك صدر القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ١١/٥٧٣٣، رقم الحديث: ٨٥٩٣، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال الطيبي رحمه الله تعالى: هذا عام في الخلق والخلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ٨/١٥٥، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٤٣٤٧، رشيدية)

ہو سکے تو اس کی گنجائش ہے، کما فی رد المحتار: ۵/۳۰۱(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا

سوال [۹۳۶۱]: جیسا کہ چاندی سونے کے برتن وغیرہ استعمال کرنا حرام ہیں، تو اگر کسی برتن پر چاندی یا سونے کا ملمع ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چاندی یا سونے کا صرف پانی چڑھایا گیا ہو جس کو مستقلاً جدانہ کیا جا سکتا ہو تو گنجائش ہے، اجتناب بہر حال بہتر ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ، دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

کسی شے پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا

سوال [۹۳۶۲]: کسی کا زیور بنوا کر اس پر سونے چاندی کا پانی چڑھواتے ہیں تو اس کا استعمال مرد عورت کو درست ہے یا نہیں؟ مرد انگوٹھی وغیرہ اس کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "وكذا الإناء المضبب بالذهب أو الفضة" (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال: باب مضبب، أي مشدود بالضباب، الخ". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۳، سعيد)

"وحل الشرب في إناء مفضض ويتقي موضع الفضة يعني يتقي موضعها بالفم، وقيل: بالفم واليد في الأخذ والشرب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفاريه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کرکے جانا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/ ۱۳۵۹ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

(۱) "قیل لأنس رضي الله تعالیٰ عنه: ما سمعت النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم في الثوم؟ فقال: من أکل، فلا یقربن مسجدنا". (صحیح البخاري، کتاب الأطعمة، باب ما یکره من الثوم والبقول: ۲/۸۲۰، قدیمي)

"وقال الإمام العیني في شرحه علی صحیح البخاري: علة النهي أذی الملائکة وأذی المسلمین ویلحق بما نص علیه في الحدیث کل ماله رائحة مأکولاً أو غیره وإنما خص الثوم هنا بالذکر وفي غیره کالبصل والکراث، لکثرة أکلهم لها". (رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعید)

بائیں ہاتھ میں۔ کس ہاتھ میں گھڑی پہننا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا کسی مخصوص ہاتھ میں گھڑی باندھنا غیروں کا شعار ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہیے، ورنہ دونوں میں سے جس میں دل چاہے استعمال کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگوٹھی اور گھڑی کی چین

سوال [٥٣٦٦]: ۱..... "في الجامع الصغير: ولا يتختم إلا بالفضة. وهذا نص على أن التختم بالحجر والحديد والصفر حرام، ورأى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على رجل خاتم صفر، فقال: "مالي أجد منك رائحة الأصنام"؟ ورأى على آخر خاتم حديد فقال: "مالي

---

(۱) اکثر خیر کی چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دائیں سمت کو ترجیح دینا ہے، اور گھڑی بھی ذریعۂ خیر ہے کہ اس سے نماز اور عبادات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، اس لئے دائیں ہاتھ میں پہننا زیادہ بہتر ہوگا:

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: إن كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليحب التيمن في طهوره إذا تطهر، وفي ترجله إذا ترجل، وفي انتعاله إذا انتعل". (شمائل الترمذي، باب ما جاء في ترجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ٣، سعيد)

"إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه، وإذا شرب فليشرب بيمينه". (الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب: ٢/١٧٢، قديمي)

"إذا انتعل أحدكم فليبدأ باليمنى". (صحيح البخاري: ٢/٨٧٠، كتاب اللباس، باب ينزع النعل اليسرى، قديمي)

لیکن اگر کسی غرض صحیح کے تحت بائیں ہاتھ میں باندھی جائے تو بھی درست ہے، جیسا کہ کوئی شخص بذریعہ قلم لکھتا ہو تو اس کو لکھتے وقت گھڑی دائیں ہاتھ میں ہوتے ہوئے دقت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الظاهر أن الضمير في "منه" راجع إلى "الخاتم" فقط؛ لأن تحلية السيف والمنطقة لأجل الزينة لا لشيء آخر بخلاف الخاتم، ويدل عليه ما في الكافية حيث قال: قوله: (إلا بالخاتم) هذا إذا لم يرد به التزين" ردالمحتار: ۵/۳۱۴ (۱)۔

"التختم بالذهب والحديد والصفر حرام، وتختم بالذهب والحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". شامي: ۵/۳۱۶ (۲)۔

"ولا يتختم رجل ولا امرأة بحجر ولا صفر ولا حديد ولا غيرها إلا الفضة، وقيل: يباح التختم بالحجر، الخ". مجمع الأنهر: ۲/۵۳۶ (۳)۔

عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ تختم دوسری دھاتوں کی مرد وعورت سب کیلئے منع ہے، عورت کیلئے ذہب وفضہ دونوں کی اجازت ہے، مرد کیلئے تحلی یعنی تزین خواہ بشکل خاتم ہو یا کسی اور شکل میں ہو صرف فضہ مخصوص مقدار تک درست ہے۔

حلیۃ السیف والمنطقہ کی بھی قیود کے ساتھ اجازت ہے، جوشن کی بھی حرب میں اجازت ہے، دستی گھڑی کی چین: ذہب وفضہ کے علاوہ جس دھات کی بھی ہو وہ خاتم کے حکم میں نہیں، یہ متعین نہیں کہ یہ حلیہ ہی ہے، اقرب یہ ہے کہ اس کا حال جیبی گھڑی کی طرح ہے، وہ حلیہ نہیں [illegible] بھی حرمت کا فتویٰ دینا مشکل ہے، احتیاط کی جائے تو وہ اقرب الی الورع ہے (۴)۔

---

(۱) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۵، غفاريه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۹، ۳۶۰، سعيد)

(۳) (مجمع الأنهر الملتقى شرح الملتقى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفاريه)

(۴) "چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ۱- اس کو باندھنا بذات خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں، ۲- بذات خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے، صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلا کراہت جائز ہے"۔ (احسن الفتاویٰ، متفرقات الحظر والإباحة، تحت عنوان: "ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا": ۸/۶۱، سعید)

گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے

سوال [۹۳۶۸]: کلائی کی گھڑی کے استعمال میں مرد اور عورت یکساں ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا مرد وعورت میں عام رواج ہو، کوئی تخصیص کسی کی نہ ہو تو وہاں ہر دو کا حکم ایک ہے(۱)۔ اور جس چیز مردوں کے ساتھ مخصوص ہو اور عورتیں عام طور پر استعمال نہ کرتی ہوں، وہاں عورتوں کو نا جائز ہے، کیونکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ تشبہ کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے، کذا فی المشکوۃ، ص: ۳۸۰(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ

سوال [۹۳۶۹]: گھڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گھڑی کا کیس، ڈائل وچین سونے کا بنوانا، یا سونے کا پانی چڑھوانا، یا چین کا سب سونے کا بنوانا اور قمیص وغیرہ کے بٹن سونے چاندی کا بنوانا کیسا ہے؟ رولڈ گولڈ کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) تقدم تخريجه تحت المسألة المتقدمة آنفاً.

(۲) عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۲/۸۷۴، قديمي)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۰/۳۴۹۹، رقم الحديث: ۷۲۶۵، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت معلوم کرنے کیلئے تاکہ ہر کام کا انتظام صحیح رہے اور بیجا وقت صرف نہ ہو اور وقت ضائع نہ ہو تو گھڑی رکھنا درست ہے اور ہاتھ میں باندھنا بھی درست ہے(۱)، مگر کیس، ڈائل، چین سونے کا نہ ہو(۲)، سونے کا پانی اس میں ہو تو مضائقہ نہیں(۳)۔ چاندی سونے کا بٹن کپڑے میں اس طرح ہو جیسے گھنڈی کہ جدا نہ ہو سکے تو وہ تابع ثوب قرار دے کر درست ہے(۴)۔ رولڈ گولڈ کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، اگر وہ سونا چاندی نہیں اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی ہے تو اس کا حکم آچکا۔ قلم کے نب پر اگر سونے کا پانی ہو تو وہ بھی درست ہے(۵)، خالص سونے کا نہ ہو(۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

---

(۱) (احسن الفتاوی، منکرات الحظر والإباحة، عنوان: "ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا": ۸/۲۱۳، سعید)

(ونظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، عنوان: "کلائی گھڑی میں اسٹیل کی چین باندھنا": ۱/۲۸۰، رحمانیہ)

(۲) "ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيدية)

(۳) "ولا بأس بالانتفاع بالأواني المموهة بالذهب والفضة بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشيدية)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، فصل في الاحتكار: [illegible]، حقانية)

(۴) "لا بأس بأزرار الديباج أو الذهب". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۵، سعيد)

ـ گل بوٹہ چیزوں کے جن کپڑوں میں پیوست نہیں ہوتے بلکہ الگ لگائے جاتے ہیں اس لئے جواز کا حکم نہیں ہوگا

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۶) (راجع رقم الحاشية: ۲)

جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم

سوال [۹۴۷۰]: جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة. الخ" قال العلامة الشلبي: "(قوله: من الفضة) قيد للمذكور جميعه". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۵۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية السيف منها أي الفضة إذا لم يرد به التزين" (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيدية)

الفصل الخامس في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال[۱۰۱۳۷]: بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے(۱)۔ نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کا زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ کو بعد عدت زیور، کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے (۲)۔ جس زیور میں کفار وفساق کی مشابہت نہ ہو عورتوں کیلئے وہ سب درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "کانچ: شیشہ، ایک قسم کا سخت چمکدار مادہ جو ریت اور کھاری مٹی کے آمیزہ سے بنایا جاتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۸۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً، فإذا بلغن أجلهن، فلاجناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۴)

"قوله: ﴿فيما فعلن﴾ يعني من التزيين والتطيب". (حاشية تفسيرات الأحمدية، ص: ۱۳۹، حقانية)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فلاجناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ مما حرم عليهن في العدة". (روح المعاني: ۲/ ۱۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"فإذا انقضت عدتها، فلاجناح عليها أن تتزين وتتصنع وتتعرض للتزويج". (تفسير ابن كثير: ۱/ ۴۰۹، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) "والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (رد المحتار، كتاب

سہاگن کے لئے سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال

سوال[۱۹۳۶۲]: یہاں پر شادی شدہ عورتیں گلے میں ایک زیور کالے موتیوں کا پہننا ضروری سمجھتی ہیں، بعض کالے موتی دھاگہ میں ڈال کر اور بعض سونے کے تار میں جڑوا کر۔ بہر حال سہاگن کو ضروری سمجھا جاتا ہے(۱)۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کالے موتیوں کا ہار پہننا سہاگن کیلئے شرعاً لازم نہیں، اس کی پابندی غیر ضروری ہے اس کو ترک کرا دیا جائے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۵/۹۱ھ۔

= الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعید)

"ولا يتختم بحجر ولا صفر ولا حديد". (الدر المنتقى المعروف بمكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفاريه)

"التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۴، رشيديه)

(۱) "سہاگن: وہ عورت جس کا خاوند زندہ ہو"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) عورتوں کے لئے حدود شرعیہ کے اندر اپنی زینت اختیار کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين .... وفي تبيين المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام إلا إذا نبتت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته، بل تستحب". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۷۳، سعيد)

لیکن جس چیز پر دوام، استمرار عمل اور لزوم کا ثبوت نہ ہو، اس کام کو سنت مستمرہ اور واجب کی طرح لازم سمجھ کر کرنا شرعاً مذموم و قبیح ہے، جب کوئی مستحب کام التزام کے ساتھ کرنے سے مکروہ ہو جاتا ہے تو غیر مستحب اور غیر ثابت تو بطریق اولیٰ مکروہ، مذموم اور بدعت کے زمرے میں آئے گا:

"أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي لاهور) =

چوڑیاں پہننا

سوال [۹۲۷۳]: چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے (صرف عورتوں کیلئے مردوں کو نہیں)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا

سوال [۹۲۷۴]: عورتیں جو زیور پہننے کے لئے ناک اور کان میں سوراخ کراتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے "لا بأس بثقب أذن البنت. وهل يجوز الخزم في الأنف؟ لم أره". در مختار۔ "قلت: إن كان مما يتزين به النساء كما هو في بعض البلاد، فهو فيها كثقب القرط" شامی: ۵/۲۷۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۰ھ۔

"(قوله: وتركها أولى) لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع في الصلاة. بحر" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة أولى: ۱/۶۴۲، سعيد)

(۱) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق. الخ" (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء: ۱۷/۲۹۳، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۵، غفارية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيدية)

(وكذا في امداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، احكام مختلفہ لباس: ۴/۱۲۹، دار العلوم كراچی)

(۲) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۰، سعيد)

لڑکیوں کے کان چھیدنا

سوال[۵۴۲۵]: لڑکیوں کو کان چھیدوانا مسنون یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لابأس بثقب أذن البنات، ولا بأس بثقب آذان الأطفال من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من غير إنكار" شامی: ۵/۲۶۷(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے کان میں بالی وغیرہ کے لئے سوراخ کرنا درست ہے۔

نفع المفتی والسائل، ص: ۱۳۷، میں ناک کے سوراخ کو بھی کان پر قیاس کرتے ہوئے جائز لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، [illegible]۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، [illegible]۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۴۷/۸، رشيدية)

(وكذا في نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكهنوي: ۱۹۹/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۰/۶، سعيد)

(۲) "الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟ الاستبشار: ... إن كان للتزين يجوز كما في ثقب الأذن ... يجوز قياساً على ثقب الأذن". (نفع المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللكهنوي، المتفرقات: ۱۹۹/۳، إدارة القرآن كراچی)

"ولا بأس ... بثقب آذان الأطفال من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلون ذلك في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير إنكار" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۴۷/۸، رشيدية)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

"یاسین" نام رکھنا

سوال[۹۷۳۹]: میرا نام محمد یاسین ہے۔ احکام شریعت اول میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے یاسین رکھنے کو منع لکھا ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ "نا معلوم المعنی" پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نا معلوم المعنی نام رکھنا بھی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ احکام القرآن ابن عربی کی (۱) اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض کے حوالے سے دو حدیثیں نقل کی ہیں، جس کی رو سے یاسین نام رکھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ اگر احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ آنجناب کی نظر میں صحیح ہے تو پھر بندہ کو نام تبدیل کرانے میں کوئی عذر نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کو کسی لفظ کے معنی کا علم نہ ہو اس کے نزدیک وہ لفظ "نا معلوم المعنی" ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں (کسی لغت کے اعتبار سے یا محاورہ وعرف کے اعتبار سے) بھی نا معلوم المعنی ہی ہو۔ عدم

---

(۱) "المسئلة الثالثة: روایة أشهب عن مالك: لا ينبغي أحد يسمى يسٓ؛ لأنه اسم لله تعالى كلام بديع، وذلك أن العبد يجوز له أن يتسمى باسم الله إذا كان فيه معنى منه، كقوله: عالم، وقادر، ومريد، ومتكلم. وإنما منع مالك من التسمية بهذا؛ لأنه اسم من أسماء الله لا يدرى معناه، فربما كان معناه ينفرد به الرب، فلا يجوز أن يقدم عليه العبد إذا كان لا يعرف هل هو اسم من أسماء الباری، فيقدم على خطر منه، فاقتضى النظر رفعه عنه. فإن قيل: فقد قال الله تعالى: ﴿سلام على إل ياسين﴾؟ قلنا: ذلك مكتوب بهجاء فيجوز التسمية به، وهذا الذي ليس بمتهجى هو الذي تكلم مالك عليه بما فيه من الإشكال. والله أعلم". (أحكام القرآن لابن العربي، سورة يسٓ: ۴/۱۶۰۱، ۱۶۰۸، دار المعرفة، بيروت)

علم کا علاج سوال ہے: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾(۱)۔ "إنما شفاء العي السؤال". الحديث(۲)۔ خصوصاً کہ عدم علم کے ساتھ فتویٰ بھی لگانا شروع کردے، عدم علم کی حالت میں فتویٰ کا نتیجہ "ضلوا وأضلوا" ہے(۳)۔

تفسیر مظہری(۴)، تفسیر الدر المنثور(۵)، تفسیر معالم التنزیل(۶)، تفسیر ابن کثیر وغیرہ(۷) میں "یٰس" کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی میں ہے: "وقال سعيد بن جبير وغيره: هو اسم من أسماء محمد صلى الله عليه وسلم"(۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۶ھ۔

---

(۱) (سورة النحل: ۴۳)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الطهارات، باب في المجروح يتيمم: ۱/۵۳، إمدادية)

(۳) الحديث بتمامه: "عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يترك عالماً، اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا، فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا". (جامع الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في ذهاب العلم: ۲/۹۳، سعيد)

(۴) "وقيل: معناه: "يا إنسان" بلغة طيء، يعني به محمداً صلى الله عليه وسلم". (التفسير المظهري، سورة يٰس: [illegible]، حافظ كتب خانه كوئته)

(۵) "أخرجه ابن مردويه من طريق ابن عباس رضي الله تعالى عنهما "يٰس": محمد صلى الله تعالى عليه وسلم. وفي لفظ: قال: يا محمد. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن عباس في قوله: "يٰس". قال: يا إنسان". (الدر المنثور في تفسير المأثور: ۵/۴۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۶) "معناه: "يا إنسان" بلغة طيء، يعني محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم". (تفسير البغوي المسمى معالم التنزيل: ۴/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۷) "وروي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن "يٰس" بمعنى "يا إنسان"". (تفسير ابن كثير، سورة يٰس: ۳/۵۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۸) (فتح القدير للشوكاني، سورة يٰس: ۴/۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"محیی احمد" نام رکھنا

سوال [۹۳۷۷]: ما قولكم رحمكم الله في تسمية "محيي أحمد" هل تجوز أو لا؟ بينوا بالكتاب وتوجروا بالثواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لو أريد صريحاً وتمحى التركيب. المعنى لا يمنع الجواز، لكون المضاف صفة للمضاف إليه، ومع هذا له شواهد في كلام العرب (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/صفر/۵۹ھ۔

"غلام محمد صدر العلیٰ، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش" نام رکھنا

سوال [۹۳۷۸]: غلام محمد صدر العلیٰ اور غلام نبی اور غلام رسول اور رسول بخش نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلام محمد، غلام نبی، غلام رسول نام رکھنا درست ہے۔ رسول بخش نام نہیں رکھنا چاہیے۔ غلام محمد صدر العلیٰ نام بھی درست ہے جب کہ "صدر العلیٰ" بصفت "محمد" قرار دیا جائے، لیکن غالب یہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ نام صدر العلیٰ ہی مشہور ہو جائے گا اور غلام محمد ترک ہو جائے گا، اس لئے مناسب نہیں جیسا کہ اوروں کے متعلق تجربہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳/۱۲/۹۳ھ۔

---

(۱) "ثنی جرد قطعة ... تعلاق ثانیه" (الكافية لنحوی زاده، ص: ۸۰، امیر حمزہ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) حضرت مفتی صاحب کا جواب اس وقت ہے جب کہ "غلام محمد صدر العلیٰ" پورا ایک ہی نام ہو اور "صدر العلیٰ" "محمد" کی صفت قرار دی جائے، لیکن سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غلام محمد اور صدر العلیٰ دونوں جدا جدا نام ہیں، اس لئے صدر العلیٰ کو محمد کی صفت قرار دینا مشکل نظر آتا ہے، لہذا صرف صدر العلیٰ نام رکھنے سے تو ہر صورت میں احتیاط کرنا چاہئے =

"ترنجن علی" نام کو بدل کر "محمد علی" رکھنا

سوال [۹۳۸۰]: اس ناکارہ کا نام پیدائش کے وقت "محمد ترنجن علی" رکھا گیا تھا، بیس سال تک اسی نام سے پکارا جاتا رہا، عزیز واقارب اور گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے مدرسہ فیض العلوم میں ملازمت کی تو ایک مولوی صاحب نے "محمد علی" نام رکھنے کا مشورہ دیا، میں نے قبول کرلیا۔

مدرسہ میں اسی نام سے مشہور ہوگیا، عقد کے وقت بھی یہی نام نکاح نامہ میں درج کیا گیا، انگلش سرکاری وثیقہ جات اور میٹرک کی سند میں "محمد ترنجن علی" ہی لکھا ہوا ہے۔ چونکہ یہ نام ہندوانہ ہے، اس لئے احقر کو فکر ہے، غیر اختیاری طور پر احقر کا یہ نام پڑگیا، اب اس کا کیا تدارک کیا جائے؟ یہ نام جائز ہے یا ناجائز؟ جو لوگ اس نام سے پکاریں ان کو جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نام "محمد علی" ہی رکھئے، غیر اختیاری طور پر جو مشہور ہوگیا اس کی اصلاح اس طرح کیجئے کہ جو شخص غلط نام سے پکارے یا لکھے اس کو بتادیجئے کہ میرا نام محمد علی ہے، ضرورت پیش آئے تو سرکاری کاغذات میں بھی اس کی اصلاح کرادیں کہ اصل اور صحیح نام محمد علی ہے، غلطی سے فلاں نام مشہور ہوگیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۵ھ۔

"مرطیعین" نام رکھنا

سوال [۹۳۸۱]: میرا لڑکا جس کی عمر ساڑھے تین سال ہے اس کا نام میں نے "مرطیعین" رکھ دیا

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم غیر اسم عاصیة وقال: "أنت جمیلة"". (الصحیح لمسلم، کتاب الأدب، باب تغییر استحباب الاسم القبیح إلی حسن: ۲۰۸/۲، قدیمی)

قال النووی: "معنی هذه الأحادیث تغییر الاسم القبیح أو المکروه إلی حسن، وقد ثبت أحادیث بتغییره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أسماء جماعة کثیر من الصحابة". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، المصدر السابق)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب تغییر الاسم القبیح: ۳۲۹/۲، إمدادیه ملتان)

تھی لیکن اب ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ نام اس بچے کے لئے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہ صراحت فرمایا ہے کہ سب کے محمد ﷺ کو مرسلین کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بچہ کا نام مرسلین نہیں رکھنا چاہئے، اگر لفظ "مرسلین" کا نام میں داخل کرنا ہے تو "خادم المرسلین" یا "غلام المرسلین" وغیرہ تجویز کرلیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible]/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible]/۹۳ھ۔

"ربانی" نام رکھنا

سوال[۹۳۸۰]: کیا بچہ کا نام "ربانی" رکھنا ممکن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ربانی نام رکھنا درست ہے، اس کا ترجمہ اللہ والا، لیکن پیغمبروں کے نام کے موافق نام رکھنا(۲) یا پھر ایسا نام رکھنا جس میں "عبد" آئے اور اللہ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو، جیسے عبدالرحمن،

---

(۱) "التسمية باسم ... ولا يستعمله المسلمون أولى أن لا يفعل". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۶/۳۷۴، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد: ۵/۳۶۲، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية الأولاد: ۶/۱۲۹، غفارية كوئٹہ)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تسموا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۳/۳۵۳، رقم الحديث: ۳۲۸۴، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوي: "فيكره التسمي بها، كما ذكره القشيري، ويسن بأسماء الأنبياء". (فيض القدير، المصدر السابق)

عبدالرحیم وغیرہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۳/۹۰ھ۔

"یحییٰ" اور "ناصر" نام رکھنا

سوال [۹۲۸۳]: میرے دو لڑکے ہیں: یحییٰ اعظم اور ناصر اعظم۔ بیٹوں نے اپنے نام سے ملا کر رکھا تھا چونکہ میرا نام نور اعظم ہے، مگر دینی اعتبار سے جانچنا ہوں، اس لئے مجھے آداب متقاضی ہوا کہ شرعی اعتبار سے یہ نام برا تو نہیں ہوگا؟ اگر ایسا ہو تو پھر غلام محمد یحییٰ اور غلام محمد ناصر رکھا جائے تو بہتر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یحییٰ اور ناصر نام صحیح اور کافی ہیں، اگر اضافہ ہی کرنا ہے تو محمد یحییٰ اور محمد ناصر پورا نام کر دیجئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبدالله وعبدالرحمن" قال المحشي: "يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلهما كعبد الرحيم"

(سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۲/۳۲۹، إمدادية ملتان)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب ما يستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم الخ: ۲/۲۰۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۷، قديمي)

(۲) "التسمية باسم   ولا يستعمله المسلمون الأولى أن لا يفعل" (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد: ۵/۳۶۲، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية الأولاد: ۶/۱۲۹، غفارية كوئٹہ)

نہ پاوے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۸ھ۔

کسی ادارہ کا نام نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا

سوال[۱۰۳۸۶]: اگر کوئی مسلمان قومی وملی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر تبلیغِ دین، معاشرے کی صحت مند تعمیر کی خاطر اپنے حبیب پاک کے نامِ نامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی ادارہ یا شفا خانہ کھولنا چاہیں تو کھول سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً "پیارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میڈیکل ڈسپنسری ہسپتال" کے نام سے اگر کوئی شخص ادارہ کھولا جائے تو کہاں تک شرعی طور پر جائز ہوگا؟ صحیح تحقیق سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذاتِ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک سے تبرک حاصل کرنا عین سعادت اور قوت ہے، عقیدت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس اسمِ مبارک کی برکت کے لئے اپنے معیار، سیرت، خاندان، اپنی قوم، اپنا ملک اور حیثیت وقوت کے مطابق تمام باتوں کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ ہر ایک آپ کے اخلاق

(۱) "وقال بعض أهل الحديث: كان لي جار فمات، فرؤي في المنام، فقيل له: ما فعل الله بك؟ قال: غفر لي، قيل: بم ذاك؟ قال: كنت إذا كتبت ذكر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الحديث كتبت "صلى الله تعالى عليه وسلم".

وقال سفيان بن عيينة: حدثنا خلف صاحب الخلقان قال: كان لي صديق رضي الله تعالى عنه يطلب معي الحديث، فمات فرأيته في منامي وعليه ثياب خضر يجول فيها، فقلت: ألست معي تطلب الحديث؟

قال: بلى، قلت: فما الذي أصارك إلى هذا؟ أو كما قال، قال: كان لا يمر حديث فيه ذكر محمد صلى الله تعالى عليه وسلم إلا كتبت في أسفله "صلى الله تعالى عليه وسلم" فكافأني ربي هذا الذي ترى علي". (جلاء الأفهام في الصلوة والسلام على خير الأنام، فصل: الموطن الحادي والعشرون من مواطن الصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم عند كتابة اسمه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۳۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

اعمال، اقوال، صورت، شکل، وضع قطع، تجارت، زراعت، غرض ہر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع اور آپ کی ہدایت کے تحت ہو جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک کی محبت پر غالب ہو جائے (۱)۔

کسی دوا کا نام، کسی بلڈنگ کا نام، کسی شفاخانہ کا نام اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر نام کی شہرت سے روپیہ حاصل کرنا اور اس کے لئے مقدس نام مبارک کو ذریعہ بنانا اونچا مقصد نہیں، پست مقصد ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی اور بلڈنگ کو کسی ایسے کام میں استعمال کرتا ہے کہ اس کو نام مبارک کی عظمت سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفت ہوتی ہے، اور اسم مبارک سے تبرک کے بجائے دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درست اور نادرست نام

سوال[۹۴۸۸]: کسی کا نام: ۱-عبدالحبیب، ۲-یا غلام نبی، ۳-یا غلام مصطفیٰ، ۴-یا عبدالنبی، ۵-یا عبدالرسول، ۶-یا محمد رسول، ۷-یا شیخ محمد، ۸-یا صرف محمد، ۹-یا صرف احمد، ۱۰-یا رب الدین وغیرہ اس قسم کے نام شرعاً رکھنا کیسا ہے؟ فقط۔

عبدالکلام غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان میں: ۲، ۳، ۷، ۸، ۹ - نام درست ہیں، باقی نام رکھنا مکروہ ہے۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا يؤمن أحدكم حتی أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلی الله علیه وسلم: ۱/۴۹، قدیمی)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلی الله علیه وسلم: ۱/۷، قدیمی)

تنبیہ: نبی خان کا نام بھی قابلِ تغییر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۸۸ھ۔

بچہ کا نام "نبی خان" رکھنا

سوال [۹۳۸۹]: میرے یہاں ۱۷/نومبر ۶۷ء کو ایک بچہ پیدا ہوا ہے، ابھی تک اس بچے کا نام نہیں رکھا گیا، اس بچے کا تاریخی نام لکھ دیں، کوئی اور نام لکھ دیں، لیکن نام "نبی خان" پر ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاریخی نام نکالنے سے مجھے مناسبت نہیں، اس لئے معذور ہوں۔ ایک بات عرض ہے وہ یہ کہ بچے کا نام پیدائش کے ساتویں روز رکھنا مستحب ہے، اب ان شاء اللہ سوا دو برس ہوچکے ہیں، نام رکھنے میں اتنی تاخیر نہ کرنا چاہئے(۱)۔ نام میں مستحب یہ ہے کہ ایسا نام رکھا جائے جس میں عبد آئے، مثلاً: عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالرحیم وغیرہ(۲)، یا پیغمبر کا نام ہو مثلاً: یحییٰ، زکریا، داؤد، یوسف، محمد وغیرہ، ان میں سے کسی کا نام نبی خان نہیں(۳)۔

فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه، ويحلق رأسه، ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهباً، ثم يعق عند الحلق عقيقة إباحة على ما في الجامع المحبوبي". (رد المحتار، كتاب الأضحية، قبيل كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۶، سعيد)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبد الله وعبد الرحمن". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۲/۳۲۸، إمدادية ملتان)

قال المحشي: "يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلهما كعبد الرحيم وعبد الصمد وعبد الملك". (حاشية سنن أبي داود، المصدر السابق)

(وابن ماجة، أبواب الأدب، باب ما يستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۷، سعيد)

(۳) "تسموا بأسماء الأنبياء" الحديث. قال المناوي: "ويسن بأسماء الأنبياء". (فيض القدير شرح =

"محمد علیم" نام رکھنا

سوال [۹۳۹۰]: محمد علیم نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نام درست نہیں ہے اس لئے کہ صفت دوام علم کی یہ ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت کے ساتھ خاص ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: فوق كل عالم عالم، إلا أن ينتهي العلم إلى الله تعالى". والمعنى أن إخوة يوسف عليه السلام كانوا علماء إلا يوسف عليه السلام أفضل منهم". روح المعاني: ٩٣/٤، سورة يوسف ﴿وفوق كل ذي علم عليم﴾ (١)۔

اس سے معلوم ہوا کہ علیم اللہ تعالیٰ کا مخصوص نام نہیں، لہٰذا محمد علیم نام رکھنا ناجائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"ابوالاعلیٰ" نام رکھنا

سوال [۹۳۹۱]: "ابوالاعلیٰ" نام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اولیاء اللہ میں سے کسی کا رہا ہے یا نہیں؟ نیز اس نام میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اگر ابوالاعلیٰ نام رکھنا درست ہو تو ابوالرحمٰن، ابوالجبار، ابوالغفار وغیرہ نام رکھنا بھی درست ہونا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح "الرحمٰن" خدا کا صفاتی نام ہے اسی طرح

= الجامع الصغير: ٢/٣٥٥، (رقم الحديث: ٤١٢٣)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

"التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى جائزة". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٤١٧، سعيد)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التسمية، ص: ، سعيد)

"التسمية باسم لم يذكره الله تعالى ورسوله في عباده ولا يستعمله المسلمون، الأولى أن لا يفعل". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ٣٧٥/٦، رشيديه)

(١) (روح المعاني: ٣٠/١٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، (سورة يوسف: ٧٦): ٦٣٥/٢، سهيل اكيدمي لاهور)

”عبد مناف“ نام رکھنا

سوال [۹۴۹۴]: ہمارے ایک دوست نے بچے کا نام عبدمناف رکھا، اس لفظ کے کیا معنی ہیں، اور یہ نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ نام اللہ کے نام میں سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”مناف“ اللہ کا نام نہیں، اس لئے عبدمناف نام بھی نہیں رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۷ھ۔

”یافث“ نام رکھنا

سوال [۹۴۹۵]: میں اپنے بچے کا نام ”یافث“ رکھنا چاہتا ہوں، یافث کے معنی اور مطلب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یافث تھا (۲)، اس کے معنی معلوم نہیں، یہ عربی لفظ نہیں، یہ نام رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ پیغمبروں کے نام پر یا صحابہ کے نام پر رکھا جائے (۳)، یا ایسا نام

---

(۱) ”فإن العبودية لاتنصرف إلا إلى اسم من أسماء الله تعالى“. (السعاية، باب صفة الصلاة، مطلب: يجب نهي العوام الخ: ۲/۹۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

”التسمية باسم ... لايستعمله المسلمون، الأولى أن لايفعل“. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۶/۳۷۴، رشيديه)

(۲) ”وقيل: إنما كان نوح وبنوه الثلاثة سام وحام ويافث“. (تفسير ابن كثير، سورة هود: ۲/۴۴۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في روح المعاني، (سورة هود: ۳/۱۲، ۵۵)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”سموا بأسماء الأنبياء، ولاتسموا بأسماء الملائكة“. (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۴/۲۵۵۳، رقم الحديث: ۴۷۰۲، نزار مصطفى رياض)

رکھا جائے جس کے شروع میں "عبد" ہو اور دوسرا لفظ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو، جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالخالق، عبدالحمید (۱)، عبد سبحان وغیرہ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

"عبدالرحیم" کو "رحیم" کہہ کر پکارنا

سوال [۴۳۴۹]: ہمارے اطراف میں جن لوگوں کا نام عبدالرحیم، عبدالقدوس وغیرہ ہے، ان کو "رحیم، قدوس" کہہ کر پکارتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس طرح پکارنا کفر ہے، کیونکہ شرح فقہ اکبر میں صفحہ ۲۲۸ میں ہے کہ "من قال لمخلوق یا قدوس الخ" (۳)۔ جس سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے، تو زید کا یہ کہنا

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبدالله وعبدالرحمن". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۲/۳۳۰، امدادیہ ملتان)

قال المحشي: "يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلهما كعبد الرحيم". (حاشية أبي داود، المصدر السابق)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم الخ: ۲/۲۰۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۷، سعيد)

(۲) "عبد سبحان" نام رکھنا مناسب نہیں، جیسا کہ خود حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ ہذا میں تحریر فرمایا ہے، کما تقدم تحت عنوان: "عبد سبحان نام رکھنا" من "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: يجب نهي العوام عن تسميتهم أطفالهم بعبد السبحان: ۲/۱۹۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"وسبحان مصدر كغفران، ولا يكاد يستعمل إلا مضافاً منصوباً الخ". (تفسير البيضاوي، (سورة البقرة: ۳۲): ۱/۲۲۹، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في البحر المحيط: ۱/۲۰۸، دار الفكر بيروت)

(۳) (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري رحمه الله، فصل في المرض والموت والقيامة، ص: ۱۹۳، قديمي)

رکھا ہے وہ بہت برا ہے، اس کا نام بدلنے سے ٹھیک ہو جائیگا۔ جاہل لوگ تسلیم کر کے اس کا نام بدل دیتے ہیں۔ اس کا کہیں ثبوت ہے یا شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نام خلافِ شرع ہو اس کو بدل دینا حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)، شریعت کے موافق جو نام ہو، اس کو جسمانی امراض کے علاج کے لئے بدلنا ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۹ھ۔

قوم کا نام "افغان محمدی"

سوال [۹۲۹۸]: ہم لوگ مختلف قسم کی دستکاری کرتے ہیں۔ ہماری برادری کے کچھ لوگ ملازمت کرتے ہیں۔ دفتری ملازم اپنی قومیت کیا لکھائے، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم کا بھی کوئی نام تجویز ہو جیسے مسلمان قوموں میں سبھی کے نام ہیں، ہر شخص اپنا حسب نسب باشرع بتاتا ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں میں اس وقت بیداری ہے اور مستقل کو بہتر کرنے کے لئے ہندوستان میں پوری برادری کمربستہ ہے، اس موقع پر آپ ہماری مدد فرمائیں۔

۱... کیا ہماری برادری اپنی انجمن کا نام "انجمن افغان محمدی" رکھ سکتی ہے؟

۲... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام "محمدی" ہو سکتا ہے؟

۳... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام "افغان محمدی" ہو سکتا ہے؟

۴... کیا ہماری برادری کا نام "شیخ نعمانی" ہو سکتا ہے؟

سائل: محمد یوسف ومحمد لقمان، آزاد بلڈنگ ورکس، مظفر نگر۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیّر اسم عاصیة (ھی بنت عمر بن الخطاب) وقال: "أنت جمیلة". (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح: ۲/۳۲۸، إمدادیہ ملتان)

"وعن أبی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن زینب کان اسمھا برة، فقیل: تزکی نفسھا، فسماھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زینب". (الصحیح لمسلم، کتاب الأدب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح إلی حسن: ۲/۲۰۸، قدیمی)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

داڑھی

سوال [۱۲۹۱]: ایک شخص یوں کہتا ہے کہ داڑھی رکھواؤ تو کوئی حرج نہیں اور نہ رکھواؤ تو بھی کوئی حرج نہیں واقع ہوتا اور داڑھی رکھوانا سنت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص غلط کہتا ہے، داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے، ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے پہلے کٹوانا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور سے داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم فرمایا ہے(۱):

---

(۱) "عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خالفوا المشركين أحفوا الشوارب وأوفوا اللحى".

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس".

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية". الحديث (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

"يحرم على الرجل قطع لحيته" اهـ". در مختار: ۲۸۸/۵ (۱)۔

"وأما الأخذ منها (أي من اللحية) وهي دون ذلك: أي دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. فتح.

اهـ". در مختار: ۱۲۴/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ڈاڑھی کی تحقیق

سوال [۲۰۰۰]: ۱... شریعت مقدسہ مطہرہ میں ڈاڑھی رکھنے کے متعلق امر ہے یا نہیں، کچھ احکام صادر فرمائے ہیں یا نہیں؟ اثبات ہو یا نفی دونوں صورتیں مدلل مستحکم بدلائل شرعیہ ہوں تا کہ عامۃ المسلمین کو کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

۲... یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کتنی جگہ کے بالوں کو ڈاڑھی کہا جاتا ہے، یہ تحقیق بھی شرع شریف کی روشنی میں ہونا ازحد ضروری ہے۔

۳... اگر ڈاڑھی رکھنے کے متعلق شریعت مقدسہ کا حکم ہے تو کیا چہرے کے کسی حصہ کے بالوں کو استرے سے کٹوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ڈاڑھی کا رکھنا واجب ہے، اور منڈانا اور ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کاٹنا ناجائز ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب". وفي رواية: "أنهكوا الشوارب، واعفوا

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۸/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۹۰/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسده، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۱۸۴/۲، بيروت)

اللحی"۔ متفق علیہ، الخ"۔ مشکوٰۃ شریف(۱)۔

"ولا بأس أن یقبض علی لحیته، فإن زاد علی قبضة منها شيء، جزّه الخ"۔ عالمگیری(۲)۔

"أما الأخذ منها وهي دون ذلك، كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد اهـ"۔ فتح القدیر(۳)۔

"قص اللحية كان من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا، الخ"۔ مرقاۃ(۴)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطهارة: ۱/۸، باب السواك من الفطرة)

(وأيضاً في سنن أبي داؤد: ۲/۲۲۲، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي: ۱/۲، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، قديمي)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان ... وقص الشارب وحلق الرأس، رشيديه)

(۳) (فتح القدير: ۲/۳۴۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۹، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

(وكذا في حجة الله البالغة، خصال الفطرة، وما يتصل بها: إعفاء اللحية وقص الشوارب: ۱/۱۸۲، قديمي)

(وكذا في حجة الله البالغة، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب: ۲/۵۱۹، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

۲- عربی میں "لحی" اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں اور چونکہ داڑھی اس ہڈی پر پیدا ہوتی ہے اس لئے داڑھی کو "لحیۃ" کہتے ہیں، پس جو اس ہڈی پر جو بال ہوں ان کو منڈانا جائز نہیں ہے، ایک قبضہ تک پہنچنے کے بعد کتروانا درست ہے:

"اللحی العظم الذی علیه الأسنان الخ". المنجد (۱)۔

۳- منڈوانا یعنی جو بال داڑھی کی حد سے بڑھ کر رخسار پر پیدا ہوگئے ہوں ان کو منڈوانا درست ہے، نیچے کے لب کے بال ہوتے ہیں ان کو منڈوانا منع ہے۔ حلق پر جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی منڈوانا چاہئے۔

"ولا یحلق شعر حلقه، وعن أبی یوسف: لا بأس بذلك ... نتف الفنیکین بدعة، وهما جانبا العنفقة، وهی شعر الشفة السفلی، کذا فی الغرائب". عالمگیری (۲)۔

"عن أبی حنیفة: أنه یجوز قص کل شعر خرج من زینة اللحیة الخ" (۳)۔

داڑھی وغیرہ کی اقسام کی زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو "درا[illegible] المآرب فی أحکام اللحی والشوارب"، "تنقیة النور فی أحکام الأظفار والشعور"، "جواهر اللحی وما یتعلق باللحی"، "داڑھی کا فلسفہ"، "داڑھی کی قدر و قیمت" وغیرہ رسائل دیکھئے، اس میں احکام و حکم و دلائل زیادہ ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔

---

(۱) (المعجم، اللحی، ص: ۲۲۳، ادارۃ دعوۃ الإسلام، بوستہ بنوریہ کراچی)

"(اللحی: منبت اللحیة من الإنسان وغیره ... (واللحیان): حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فیهما الأسنان من داخل الفم من کل ذی لحی" (لسان العرب: ۱۵/۲۴۳، دار صادر بیروت)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۸، رشیدیه)

(۳) (لم أظفر علی مأخذ هذه العبارة)

ایک مشت داڑھی کی تحقیق

ہمایوں منزل کلکتہ

محترم جناب مفتی محمود احمد صاحب زید مجدکم:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال [۱۳۰۱]: بعد ازاں گذارش یہ ہے کہ خدا سے آپ کی خیریت کا طالب ہوں، باہر کچھ دنوں سے داڑھی کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے، معلوم کرنا یہ ہے کہ احناف کے نزدیک داڑھی کی صحیح مقدار کیا ہے، ایک مشت سے کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تحقیقی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک مشت کے سلسلہ میں کوئی قولی حدیث اور قرآن کی آیت تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔ والسلام

طالب دعا: غلام رسول بقلم ابو مکرم عبدالمنان، ۲۶/ فروری/ ۱۹۶۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں صرف "أعفوا اللحی"(۱) "أرخوا اللحی"(۲) "أوفروا اللحی"(۳) کے الفاظ موجود ہیں، جن کا ترجمہ ہے: "داڑھی بڑھاؤ، داڑھی لٹکاؤ، داڑھی زیادہ کرو"۔ ان الفاظ کا تقاضا ہے کہ بڑھانے کی کوئی حد مقرر نہ ہوتی اور کترانا بالکل جائز نہ ہوتا، مگر حدیث کے راوی صحابی کا معمول تھا کہ ایک مشت سے جو مقدار آگے بڑھ جاتی اس کو کتر دیتے۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں روایت کیا

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحی". (الصحیح لمسلم، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قدیمی)

(۲) "عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس". (الصحیح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة، قدیمی)

(۳) "وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "خالفوا المشرکین، أوفروا اللحی، وأحفوا الشوارب". وفی روایة: "أنهکوا الشوارب وأعفوا اللحی". متفق علیہ.

(مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

سیدھی بات ہے کہ جب بڑھانے کا حکم ہے تو کٹانے سے وہ حکم ٹوٹے گا اور حکم کی خلاف ورزی معصیت ہے۔ جو لوگ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کٹانے اور منڈانے یا اس سے کچھ زائد پر کفایت کرتے ہیں، وہ ثبوت دیں کہ کٹانے کا حکم کس حدیث سے ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۸۸ھ۔

داڑھی کی مقدار

سوال[۱۰۴۲]: گذارش ہے کہ زید مسلکاً حنفی ہے، اس کے چند احباب نے ایک روز بات چیت کے درمیان زید سے دلیل طلب کی کہ ایک مشت داڑھی کی قید کہاں سے معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں صحاحِ ستہ کی کوئی صحیح روایت موجود ہے، یا فقط صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرزِ عمل پر عمل کیا جاتا ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔ خصوصاً ایک مشت کی قید کہاں سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: شمشاد احمد اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی بڑھانے کا امر صحیح حدیث میں موجود ہے(۱)، بڑھانے کی ضد کٹانا ہے، قصر ہو یا حلق۔ کسی شی

= ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح". اهـ".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۲/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۲/۱۰۹، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۳۴۷، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خالفوا المشركين أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى". .... =

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس"

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية" الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

"عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "انهكوا الشوارب وأعفوا اللحى". (صحيح البخاري: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داود: ۱/۸، باب السواك من الفطرة، دار الحديث ملتان)

(وسنن أبي داود: ۲/۵۵۴، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي: ۱/۷، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۲/۸۷۵، كتاب اللباس، باب إعفاء اللحى، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "فحصل خمس روايات: أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووفروا" ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذي يقتضيه ألفاظه، وهو الذي قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالإفرنج والهنود، ومن لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ۲/۹۱، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيدية)

"واللحية هي الفارقة بين الصغير والكبير، وهي جمال الفحول وتمام هيئتهم، فلا بد من إعفائها، وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۱/۴۱۵، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب، قديمي)

(وأيضاً حجة الله البالغة: ۲/۵۰۹، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب، قديمي)

اجازت نہ دیتی۔

پس صحابۂ کرام کے جمِ غفیر کے عمل کو برقرار رکھنا اور ان حضرات کا دوام واستمرار کے ساتھ اس کا اہتمام فرمانا اجماعی توارث وتواتر ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک مشت سے پہلے قطع کرنے کو جائز کہتا ہے تو ثبوت پیش کرے کہ کس حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ یہ کاٹنا بڑھانے کی ضد ہے جس کی ممانعت بڑھانے کے امر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوامی عمل سے ہے، صحابۂ کرام کے اجماع وتوارث سے ہے، بلکہ یہ "ما أنا عليه وأصحابي"(1) کی علامت وشعار میں داخل ہے، اس کو فقط صحابۂ کرام کا طرزِ عمل کہہ کر ٹالنا اور خفیف سمجھنا خطرناک ہے(2)، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ ایک مشت سے پہلے قطع کرنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں:

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (أي دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم" اهـ. فتح القدير(3)، ودر مختار(4)۔

والبسط في "ذرف السحاب في أحكام اللحى والشوارب" "وهداية النير في أحكام الأظفار والشعور" "وزين الفتى في ما يتعلق باللحى" "وبذل المجهود في شرح أبي داود".

---

(1) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: 1/30، قديمي)

(2) "وفي الخلاصة: من رد حديثاً قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر. أقول: هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار". (شرح الفقه الأكبر، ص: 243، مطلب في إيراد الألفاظ المكفرة التي جمعها العلامة بدر الرشيد من أئمة الحنفية، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولو لم ير السنة حقاً كفر، لأنه استخفاف". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: 1/474، سعيد)

(3) (فتح القدير: 2/348، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(4) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: 2/418، سعيد)

"وفتح القدیر والعنایۃ شرح ھدایۃ"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۰ھ۔

داڑھی بڑھانے اور موئے زیرِ ناف کاٹنے کی وجہ

سوال [۹۰۴۲]: موئے زیرِ ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے، اس کی علت کیا ہے اور کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے، جس کی نظر میں قرآن وحدیث کوئی چیز نہیں ہے جسے مستدل بنا کر جواب دہی کی جائے، وہ دونوں سے منکر ہے۔ لہٰذا عقل ودانش وخرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے جس سے باطل کو خاموش کیا جا سکے اور ناطقہ کو بند کر دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بنیادوں کا منکر ہے اس سے فروعی مسائل میں بحث کرنا قرینِ دانش مندی نہیں، بلکہ عقل وخرد کے تقاضے ہی کے خلاف ہے۔ ہاں اگر وہ شخص اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن وحدیث کا منکر ہے اور اس کے سمجھ میں آنے پر قرآن وحدیث کو تسلیم کرنے کا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو پھر اس کا جواب اہم ہو جائے گا، اور یہ محض ازالہ نہیں رہے گا بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کے لئے اس کو بنیاد قرار دے دیا جائے گا، یعنی اس مسئلہ کی علت وحکمت تو بہت معمولی ہے، اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

اگر اس مسئلہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آ بھی گئی تو یہ اس کے لئے ذریعۂ نجات نہیں، اور اس کی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی، وہ دوسرا اعتراض اور بھی کر سکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث پر ایمان لے آنے تو ایسے ایسے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا اور نجات کا دروازہ کھل جائے گا، ورنہ اعتراض کے دریا میں غوطہ لگاتے عمر ختم ہو جائے گی اور ساحل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

داڑھی کی مقدار اور اس کا مفصل حکم

سوال [۹۰۴۳]: داڑھی کا رکھنا کیا فرض واجب ہے یا سنت اور کیوں؟

۲... داڑھی کی مقدار فقہاء نے چار انگشت رکھی ہے۔ آیا یہ منصوص ہے؟ اگر ہے تو کونسی نص ہے؟

۳... اجماع امت جو شرعی حجت ہے وہ اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟

۴... کیا اب بھی کسی مسئلہ پر امت کے اجماع کا امکان باقی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

۵... اجماع کی تعریف۔

۶... ایک شخص تمام احکام شرع کا پابند ہے، مگر داڑھی کو مشین یا قینچی سے کترواتا ہے اور اس فعل کو بالکل حلال سمجھتا ہے، یعنی ایک فعل حرام کو حلال سمجھتا ہے کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کو کافر کہا جائے تو وہ جو کلمہ گو بھی ہے اور صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ وحج وغیرہ کا پکا معتقد اور پابند ہے تو کافر کیسے؟

۷... اگر کافر نہیں تو اس کے خلاف اور آئے گا کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔

براہ کرم ان کو بحوالہ کتب معتبرہ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

۸... داڑھی کے متعلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تشبہ نصاریٰ اور یہود سے بچو، نہ منڈواؤ، نہ بالکل چھوڑ دو۔ اور دوسری جگہ داڑھی کے بڑھانے کا امر اور مونچھوں کے کٹانے کا حکم بیان فرمایا ہے، مگر مقدار منصوص نہیں اور فقہاء نے جو مقدار بتائی ہے اس کے لئے ہر ایک تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور حد شرعی تک ہونے سے پہلے منڈانا یا کٹانا حرام ہے

"یحرم علی الرجل قطع لحیته اھ". درمختار(۱)۔ "حلق اللحیة مثلة في حق الرجل، ولهذا حرام، فحلق اللحیة حرام اھ". ہدایہ(۲)۔

"خالفوا المشرکین أوفروا اللحی واحفوا الشوارب". مشکوٰۃ شریف(۳)۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده: ۲/ ۴۱۸، سعید)

(۲) (لم أجد هذه العبارة في الهداية، بل فيها: "أن حلق الشعر في حقها (أي حق المرأة) مثلة كحلق اللحية في حق الرجال" (الهداية: ۱/ ۲۵۵، کتاب الحج، باب الإحرام، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۳) (مشکوة المصابیح، ص: ۳۸۰، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۱/ ۱۲۹، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قدیمی)

"نتف اللحية كان من صنيع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا، اهـ". مرقاة(۱)۔

۲ .... "والقص فيها سنة، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كما ذكر محمد في كتاب الآثار عن الإمام .... وبه نأخذ، اهـ". محيط السرخسي، اهـ". طحطاوی(۲)۔

۳۔ اس میں مختلف اقوال ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہر عصر کے عدول مجتہدین کا اجماع حجت ہے:

"اختلف الناس فيمن ينعقد بهم الإجماع، قال بعضهم: لا إجماع إلا للصحابة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لأهل المدينة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لعترة النبي صلى الله عليه وسلم. والصحيح عندنا أن إجماع علماء كل عصر من أهل العدالة والاجتهاد حجة، اهـ". حسامی(۳)۔

۴۔ علماء کی تصریح اور اہل تجربہ کے مشاہدے سے یہ امر ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اجتہاد مفقود ہے، لہٰذا اب کسی مسئلہ فقہیہ پر شرعی اجماع دشوار ہے(۴)۔

۵.... "اتفاق مجتهدي أمة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته في عصر من

---

(۱) (مرقاة المفاتيح: ۲/ ۱۰، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۴۱۸، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/ ۲۰۳، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، دار المعرفة، بيروت، لبنان)

(۳) (الحسامي، الأصل الثالث، باب الإجماع، ص: ۹۳، سعيد)

(۴) لم اطلع على ماخذه.

غفوراً رحیماً﴾ (الآیہ) (۱)۔

''جو شخص بدفعلی کرے، یا اپنے اوپر ظلم کرے، پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو پائے گا اللہ پاک کو غفور رحیم'' یعنی اللہ پاک اس کی مغفرت فرمائیں گے اور رحم کریں گے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگل رکھنے میں تفاوت

سوال [۹۳۰۷]: داڑھی کو بالکل صاف کرانا، یا ایک انگل، یا دو انگل رکھنا ان دونوں میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی کی جو مقدار ایک مشت سے زائد ہو جائے اس کو کتانے کی اجازت ہے، اس سے پہلے اجازت نہیں (۲)۔ جو شخص داڑھی منڈاتا ہے یا چھوٹی یا ایک انگل دو انگل رکھتا ہے، ایک مشت کی مقدار نہیں رہنے دیتا

---

(۱) (سورۃ النساء: ۱۱۰)

(۲) "محمد قال: أخبرنا أبو حنیفة عن الهیثم عن ابن عمر رضي الله تعالی عنهما أنه كان یقبض علی لحیته، ثم یقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنیفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، قدیمی)

"وفي النهایة شرح الهدایة: واللحیة عندنا طولها بقدر القبضة -بضم القاف- وما وراء ذلك یجب قطعه . . . (وقوله: یجب) بمعنی: "ینبغي" أو المراد: سنة مؤكدة قریبة إلی الوجوب، وإلا فلا یصح علی إطلاقه. وقال ابن الملك: تسریح شعر اللحیة سنة، وهي أن یقص كل شعرة أطول من غیرها لیستوي جمیعها.

وفي الإحیاء: قد اختلفوا فیما طال من اللحیة، فقیل: إن قبض الرجل علی لحیته وأخذ ما تحت القبضة، فلا بأس به، وقد فعله ابن عمر رضي الله تعالی عنهما وجماعة من التابعین، واستحسنه الشعبي، وابن سیرین، وكرهه الحسن، وقتادة ومن تبعهم، وقالوا: تركها عافیة أحب، لقوله علیه الصلاة والسلام: "وأعفوا اللحی"، لكن الظاهر هو القول الأول، فإن الطول المفرط یشوه الخلقة، =

دیتا ہے تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ دونوں خلافِ شرع کے مرتکب اور گناہگار ہیں۔ ۱۹۴۹ء کا فرق ہے۔ در مختار، شامی، فتح القدیر وغیرہ میں داڑھی سے متعلق تفصیل مذکور ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۸۸ھ۔

= ويطلق أئمة المحققين بالسنة إليه، فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية.

قال النخعي: عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لا يأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين، أي طويل وقصير، فإن التوسط من كل شيء أحسن، ومنه قيل: خير الأمور أوسطها". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۳۳، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۳۳۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان وقص الشارب، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۴۱۸، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

"روى الطبراني عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما رفعه: "من سعادة المرء خفة لحيته". واشتهر أن طول اللحية دليل على خفة العقل". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار) "وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته". (رد المحتار، كتاب الكراهية، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي عليه الصلاة والسلام: "جزوا الشوارب، وأعفوا اللحى، خالفوا المجوس". فهذه الجملة واقعة موقع التعليل. وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد". (فتح القدير، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۲/۳۴۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية: ۲/۴۱۸، سعيد)

ہوتا ہے، تنگ ڈالی والا۔ بندہ کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ میر اس تحریر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوا وہ زید کے ذمہ باقی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۳ھ۔

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا

سوال[۹۴۱۰]: میرا ایک دوست ہے جس کا نام محمود احمد ہے اور انگریز مسلمان ہے، اس کو داڑھی کا بہت شوق ہے، لیکن چونکہ انگریزی فوج میں ہے، لہٰذا اس کو داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اس کے بارے میں وہ جاننا چاہتا ہے کہ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر بال انگریزی ہوں اور کترا دیں تو کیا حکم ہے؟ اور نماز قمیص اور پتلون سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سر پر ٹوپی نہ ہو تو نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور انشورنس کرانا جائز ہے یا نہیں؟ بہر حال ہم جملہ امور کے بارے میں ضروری تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دوست کو عافیت سے رکھے، اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق دے۔ داڑھی رکھنا اور اس کو بڑھانا شرعاً واجب ہے، حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے، ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے

= الطاعة في المعروف". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قديمي)

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۳، ۶/۲۴۳۲، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۱) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني، ۱/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۵۱، رشيديه)

علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا

سوال [۱۰۹۱]: ایک شخص ہے جس کی داڑھی میں روگ ہو گیا ہے جس کا کافی علاج بھی کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نیز ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ داڑھی صاف کردیجئے اس کے بعد آپ کا علاج کامیاب ہوجائے گا۔ کیا ایسی صورت میں داڑھی صاف کرانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امراض کے علاج کے لئے جب کوئی جائز دوا مفید نہ ہو تو مجبوراً نجس اور حرام دوا کے استعمال کی بھی اجازت ہے جب کہ تجربہ کار اور دیندار معالج تجویز کرے کہ شفا حرام چیز سے ہی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح اگر بغیر داڑھی صاف کرائے صحت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً تحصیل صحت کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۱۴۰۰ھ۔

مجاہدین کے لئے داڑھی منڈانا

سوال [۱۰۹۲]: ایک شخص کوئی ادارہ... جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم داڑھی کیوں منڈاتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین ہیں، اگر ہم کو دشمن نے پکڑ لیا تو پہچان لیا جائے گا، ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے واسطے داڑھی منڈانا جائز ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت مجاہدین کو داڑھی منڈانے کے لئے فرمایا تھا یا نہیں؟ اگر فرمایا تھا تو کسی خاص مصلحت سے یا عام؟ اگر کسی خاص مصلحت سے فرمایا ہو یا کسی وجہ سے فرمایا ہو تو اگر وہ وجہ اس وقت بھی پائی جائے تو داڑھی منڈانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور نے نہیں فرمایا تو اس کی کیا اصلیت ہے وہ کیوں کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انہیں سے پوچھو کہ داڑھی منڈانے کی اجازت مجاہدین کے لئے کس دلیل سے ثابت ہے، حدیث

---

(۱) "وجوزوه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءه، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه"

(الدر المختار، فصل في البيع من كتاب الحظر: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيدية)

شریف میں تو داڑھی منڈانے کی ممانعت عام ہے(۱)۔ پھر مجاہدین کو کس دلیل سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، ووفروا اللحى". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۸۷۵/۲، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۲۲۵/۲، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت قوله عليه الصلوة والسلام: "خالفوا المشركين". أي فإنهم يقصرون اللحى ويتركون الشوارب حتى تطول كما فسره بقوله: "أوفروا": أي أكثروا. "اللحى" بكسر اللام، وحكي ضمها ... ذكره السيوطي والعيني. اتركوا اللحى كثيرة بحالها، ولا تتعرضوا لها، واتركوها لتكثر". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۱)، ۲۱۰/۸، رشيدية)

سوال: "جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کے لئے داڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ جہاد کے لئے جو راستہ ہے وہاں کفار چیں بغیر داڑھی والے کو ادھر چھوڑتے ہیں اور داڑھی والے کو قتل کرتے ہیں، بینوا توجروا"۔

الجواب باسم ملهم الصواب: "داڑھی منڈانا حرام ہے، جہاد کی ضرورت سے یہ فعل حرام کا ارتکاب جائز نہیں، بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کی زیادہ تاکید ہے، قال الله تعالى: ﴿وإن تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا﴾، وقال حكاية عن الربيين الذين كانوا يقاتلون مع نبيهم: ﴿ربنا اغفر لنا ذنوبنا وإسرافنا في أمرنا وثبت أقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين﴾۔ اس آیت کے مضمون کی ترتیب میں اس پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثبات اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثبات اقدام گناہوں سے توبہ واستغفار پر موقوف ہے، وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "فإنه لا يدرك ما عند الله إلا بطاعته". فقط۔ (احسن الفتاوی، کتاب الجہاد، بضرورت جہاد داڑھی منڈانا جائز نہیں: ۵۰۸/۶، سعید)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية" الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

"عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "انهكوا الشوارب، واعفوا اللحى" (صحيح البخاري: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحى، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۸، باب السواك من الفطرة، دار الحديث ملتان)

(وسنن أبي داؤد: ۲/۲۲۲، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي: ۱/۲، كتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "فحصل خمس روايات: "أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووفروا" ومعناها كلها: تركها على حالها. هذا هو الظاهر من الحديث الذي يقتضيه ألفاظه، وهو الذي قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء" (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالإفرنج والهنود، ومن لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۱۰، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، رشيدية)

"واللحية هي الفارقة بين الصغير والكبير، وهي جمال الفحول وتمام هيأتهم، فلا بد من إعفائها، وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۱/۱۸۲، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب، قديمي)

(وأيضاً حجة الله البالغة: ۲/۱۵۰، إطالة اللحى وإحفاء الشوارب، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالى: "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقطع ما تحت القبضة" قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة. (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچی)

خط بنوانا

سوال [۹۲۰۳]: زید نے موئے حلقوم کو استرے سے صاف کرایا، اس کا خیال ہے کہ یہ جائز ہے، اور نیز کانوں کے پاس کے بال بھی اور رخسار پر سے استرے سے صاف کرالیتا ہے، لہٰذا جواب سے سرفراز فرمائیں۔ نیز گدی کے بال قینچی سے کم کرالیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: زید ان تینوں جگہ کے بالوں کو صاف کرانا خط بنوانا تصور کرتا ہے اور حرام کے خلاف بیان کرتا ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس به". عالمگیری(۱)۔ "لا بأس بأن يأخذ شعر الحاجبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنثين اهـ". طحطاوی(۲)۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الفرق بين قصد الجمال وقصد الزينة: ۲/۴۱۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسده، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۱۸۰، بيروت)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان ... وقص الشارب، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴/۱۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر في الختان وقص الشارب، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوچ سکتی ہے(۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جمعہ کے روز حجامت

سوال[۹۳۱۲]: روز جمعہ قبل نماز جمعہ حجامت ساختن چہ حکم دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں طریق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام است: "كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقص شاربه ويقلم أظفاره يوم الجمعة قبل أن يروح إلى الصلوة". أخرجه البيهقي اهـ".

ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/۵۶ھ۔

---

(۱) "وفي تبيين المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته، بل تستحب". (ردالمحتار: ۶/۳۷۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹): ۲/۹۱، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود: ۱/۳۳، باب السواك من الفطرة، إمداديه ملتان)

"عورت کے لیے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے، اور اگر داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ازالہ مستحب ہے"۔ (احسن الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، لباس کے احکام، عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا: ۸/۷۵، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۶/۴۰۵، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقص شاربه ويأخذ من أظفاره كل جمعة قبل أن يخرج إلى صلاة الجمعة". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۳، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۲)، رشيديه)

مونچھ کا حلق کرنا

سوال [۹۴۱۷]: مونچھ کا حلق کرنا کیسا ہے؟ اگر حلق جائز ہے تو قصر اولیٰ ہے یا حلق؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"حلق الشارب بدعة، وقیل: سنة" ۔ درمختار: ۵/۲۵۸(۱) ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ سنت ہے۔ جو فعل سنت اور بدعت کے درمیان ہو اس کا ترک اولیٰ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مونچھیں منڈانا

سوال [۹۴۱۸]: مونچھوں کو استرے سے منڈانے کو علامہ شامی نے اپنی کتاب "شامی" میں جو جائز لکھا ہے، وہ عبارت اور صفحہ وجلد صاف صاف معہ ترجمہ اعراب لگا کر لکھیں۔ اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مستند حدیث کی عبارت بھی لکھیں۔ اس کے بارے میں یہاں پر فتنہ عظیم برپا ہے، ایک مفتی لکھتے ہیں کہ بدعت ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ درمختار میں ہے: "حلق الشارب بدعة"۔ (مونچھ منڈانا بدعت ہے)(۳) حدیث میں ہے: "احفوا الشوارب" "مونچھیں پست کراؤ"(۴)۔

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۷، سعید)

"واختلف في المسنون في الشارب هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين من مشايخنا أنه القص. قال في البدائع: وهو الصحيح. وقال الطحاوي: القص حسن والحلق أحسن وهو قول علمائنا الثلاثة. نهر". (ردالمحتار: ۲/۵۵۰، کتاب الحج، باب الجنایات، سعید)

(۲) "إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة". (ردالمحتار: ۱/۶۴۲، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعید)

(۳) (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعید)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أحفوا الشارب، وأعفوا اللحى"". (سنن النسائي، کتاب الطهارة، إحفاء الشارب وإعفاء اللحى: ۱/۷، قديمي)

ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا

سوال [۹۴۲۰]: ۱... ریش بچہ(۱) کے بالوں کو بالکل کتروانا کیا بدعت ہے؟

۲... نیچے ہونٹ کے قریب دونوں کناروں کے بال منڈوانا کیا بدعت ہے؟

۳... جس کے ریش بچہ کے کناروں پر بال نہیں ہوتے تو رخساروں کی طرح دونوں کا منڈوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جی ہاں(۲)۔

۲... ہونٹ کے قریب کے بال دونوں کناروں سے منڈوانا کہ کھاتے پیتے وقت منہ میں نہ جائیں، درست ہے(۳)۔

= قال العلامة علي بن سلطان محمد القاري عليه رحمه الله تعالى: "قص الشارب" قال ابن حجر رحمه الله تعالى: "فيسن إحفاؤه حتى تبدو حمرة الشفة العليا" (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹: ۲/ ۹۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/ ۲۰۳، دار المعرفة بيروت)

حدیث میں "جزوا" کے علاوہ "أحفوا الشوارب" "قص الشارب" اور "انهكوا الشوارب" کے الفاظ بھی موجود ہیں جن کا معنی بالکل کترنا ہے۔ (انظر المنجد، ص: ۶۵، دار الاشاعت کراچی)

"کاٹنا، کترنا" (مصباح، ص: ۲۰۳) اور کاٹنے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ اس باب میں عبارات فقہا مختلف ہیں۔

(۱) "ریش بچہ: ٹھوڑی کے بال"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) "(وقيل) نتف الفنيكين بدعة، وهما جانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلى". كذا في الغرائب.

(رد المحتار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع عشر في الختان: ۵/ ۳۵۸، رشيديه)

(۳) "وأما طرفا الشارب وهما السبالان، فقيل: هما منه، وقيل: من اللحية، وعليه فقيل: لا بأس =

۳۔ جب وہاں بال ہی نہیں تو خط بنوانا کس لئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= تركهما، وقيل: يكره لما فيه من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب. وهذا أولى بالصواب".

(رد المحتار، باب الجنايات: ۲/۵۵۰، سعيد)

"كان بعض السلف يترك سباليه، وهما أطراف الشوارب". (رد المحتار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء: ۵/۳۵۸، رشيديه)

"قص الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذي الآكل، ولا يجتمع فيه الوسخ".

(مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۸/۲۰۹، مكتبه حقانيه پشاور)

فصل في حلق اللحية

(نائی کا بیان)

داڑھی بنانے والے نائی کا حکم

سوال [۹۴۴۰]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ ہی ہے (کہ) جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نائی گنہگار ہے، کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۵۱(۱)، زیلعی: ۶/۲۹(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية". (الدر المختار: ۶/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) "لا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد، فلا يجب عليه الأجر ... وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له، ويجب عليه رده على صاحبه". (تبيين الحقائق: ۶/۱۱۹، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، بيروت)

(وكذا في حاشية الشلبي على هامش التبيين للزيلعي: ۶/۱۰۸، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

"أمره إنسان أن يحلق له عقفاً على زي المجوس أو الفسقة، أو خياط أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زي الفساق، يكره له أن يفعل ذلك". (مجمع الأنهر: ۴/۵۳۰، فصل في الأكل، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۴... زید غیر مسلموں کو بھی انکار کردے، اور مسلمانوں کو بھی، کچھ تعجب نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

حجام کا داڑھی مونڈنا

سوال [۹۴۲۲]: میں حجام ہوں، یہاں کے مسلمان مجھے اپنی داڑھی کے منڈا دینے پر مجبور کر رہے ہیں اور پنچایت کرکے میری داڑھی کو زبردستی منڈا دینا چاہتے ہیں، کیا داڑھی منڈانے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داڑھی مونڈنا ناجائز ہے(۱)، پنچایت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام پر مجبور کرے اور آپ کے لئے بھی ناجائز کام میں پنچایت کی اطاعت جائز نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۸۷ھ۔

مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا

سوال [۹۴۲۳]: ۱... مسلم نائی غیر مسلم مشرک شخص کی حجامت یعنی داڑھی مونڈنا اور بال ترشوانا وغیرہ وغیرہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

= "اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير. قال الطيبي رحمه الله تعالى: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۵۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيديه)

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

(۱) "يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۴۰۷، سعيد)

(۲) "وعن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۱، كتاب الإمارة، الفصل الثاني، قديمي)

جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا

سوال [۹۴۲۲]: ۲...اُن اوزاروں سے جن سے غیر مسلم مشرک کی حجامت بنائی گئی ہو ان سے مسلم کی حجامت بغیر صاف کئے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... حجام کے لئے مسلم یا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا درست نہیں (۱)۔

۲...جس استرے یا قینچی سے غیر مسلم کے سر کے بال مونڈے یا کاٹے ہوں اس پر خون لگ جاتا ہو تو اس سے مسلم کے سر کے بال مونڈنا یا کاٹنا درست ہے، صفائی کرنا یعنی دھونا لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۸/۹۵ھ۔

---

(۱) یہ اعانت علی المعصیت ہے اور اعانت علی المعصیت ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة الآلوسي تحت هذه الآية: "فعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام". (روح المعاني: ۶/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية، وهي كل ما منعه الشرع، أو ما حاك في الصدر وكرهت أن يطلع عليه الناس، ولا تعاونوا على التعدي على حقوق الغير. والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها، ومجاوزة حدود الله بالاعتداء على الغير: ﴿واتقوا الله﴾ بفعل ما أمركم به واجتناب ما نهاكم عنه". (التفسير المنير: ۶/۹۵، بيروت)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويطهر صقيل لا مسام له كمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة أو خراطي وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به أثرها مطلقاً، به يفتى". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: بمسح) متعلق بيطهر، وإنما اكتفى بالمسح؛ لأن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يقتلون الكفار بسيوفهم، ثم يمسحونها ويصلون معها، ولأنه لا تتداخله النجاسة، وما على ظاهره يزول بالمسح، بحر". (رد المحتار: ۱/۳۱۰، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية ۱/۳۱۵ كتاب الطهارة، باب تطهير الأنجاس، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۳۹۱ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۰، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثانی فی الشَّعر

(بالوں کا بیان)

بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟

سوال[۹۲۲۵]: سر پر بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے علاوہ بھی بال منڈوانا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام عادت مبارکہ بال رکھنے کی تھی، منڈوانا بہت کم ثابت ہے، بعض صحابہ ہمیشہ منڈاتے تھے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) "قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تحت حدیث: "أو اتركوا كله": "فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخيرٌ بين الحلق وتركه، لكن الأفضل أن لا يحلق إلا في أحد النسكين كما كان عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع أصحابه رضي الله تعالىٰ عنهم، وانفرد منهم عليٌ كرم الله وجهه". (مرقاة المفاتيح: ۲۱۹/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۳)، رشيدية)

"وإنما حلق رؤوسهم مع أن إبقاء الشعر أفضل". (مرقاة المفاتيح: ۲۲۳/۸، رشيدية)

"وأخرج الإمام أبو داؤد رحمه الله تعالىٰ عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها، فعل بها كذا وكذا من النار". قال علي رضي الله تعالىٰ عنه: فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي. وكان يجز شعره - رضي الله تعالىٰ عنه -".

قال العلامة السهارنفوري رحمه الله تعالىٰ: "وبهذا الحديث استدل الطيبي على سنية حلق =

سر پر بال (پٹے) رکھنا

سوال [۹۲۲۶]: پٹے یعنی سر پر بال رکھنا کیسا ہے یعنی جائز یا سنت یا ناجائز، اور سب کے لئے یکساں حکم ہے یا کچھ تفصیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر پر بال رکھنا کانوں کی لو تک یا اس سے نیچے یا شانے تک جائز اور سنت ہے (۱)، مگر آج کل جو بال رکھے جاتے ہیں وہ اول تو سنت کی نیت سے نہیں رکھے جاتے، اگر نیت بھی ہو تو پھر جس طرز سے رکھے جاتے ہیں وہ طرز ثابت نہیں۔ سیدھی مانگ تو اس میں نہیں نکالی جاتی، ٹیڑھی مانگ نکالی جاتی ہے، یہ سب فیشن متکبرین کا ہے۔

امارد اور ایسے نوجوان جو سر پر بال رکھتے ہیں ان میں ابتلا اور فتنہ کا اندیشہ ہے جس کا علم ومشاہدہ ہر ذی بصیرت کو ہے، اس لئے ان کو اس فیشن سے ضرور روکا جائے گا (۲)۔

— نیز جیسا کہ غیر مسلموں کا شکل بعض مسلمانوں میں رائج ہے یہ سنت نہیں، اسلامی شعائر کے خلاف ہے، نصاب الاحتساب میں ہے کہ بچوں کے سر پر چوٹی یا بالوں کا رکھنا حرام ہے۔ بحوالہ خصائل کبری، بالوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادات کا بیان، بچوں کے بال مونڈنا حدیث ۱/۱۹۲، (زمزم پبلشرز)

(۱) پٹے رکھنے کی تین صورتیں ہیں: وفرہ، کانوں کی لو تک، لمہ، کانوں اور کندھوں کے درمیان تک، اور جمہ کندھوں تک، پہلی صورت افضل ہے۔

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذي وصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه. وكان له أي لرأسه الشريف شعر أي نازل فوق الجمة، بضم الجيم وتشديد الميم ما سقط على المنكبين ودون الوفرة". (جمع الوسائل في شرح الشمائل ۱/۹۰، ۹۲، باب شعر رسول الله عليه السلام، إدارة تاليفات أشرفيه ملتان)

(وأحسن الفتاوى: ۸/۸۰، كتاب الحظر والإباحة، عنوان: "بالوں کے کاٹنے اور سر کے بالوں کی جائز وناجائز صورتوں کی تفصیل"، سعید)

(۲) کیونکہ اس میں خرابی کا اندیشہ ہے: "عن عبد الله بن جعفر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمهل آل جعفر ثلاثاً أن يأتيهم، ثم أتاهم فقال: "لا تبكوا على أخي بعد اليوم" ثم قال: "ادعوا لي بني أخي" فجيء بنا كأنا أفرخ، فقال: "ادعوا لي الحلاق" فأمره فحلق رؤوسنا". (سنن أبي =

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه، وكان أهل الكتاب يسدلون أشعارهم، وكان المشركون يفرقون رؤوسهم، فسدل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ناصيته، ثم فرق بعد".

رواه البخاري ومسلم" (۱)۔

اس روایت سے سر کے بالوں کا حال معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کفار کے طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن ہم لوگ آج رفتار وگفتار ہر چیز میں انہیں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من تشبه بقوم فهو منهم" رواه أبو داود وأحمد". مشكوة شريف، ص: ۳۷۵ (۲)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= داود: ۲/۲۰۵، كتاب الترجل، باب حلق الرأس، دار الحديث، ملتان)

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب صفة شعره صلى الله تعالى عليه وسلم وصفاته وحليته: ۲/۲۵۸، سعيد)

(وفي صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب الفرق: ۲/۸۷۷، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۲/۳۷۵، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالى: "وكان أهل الكتاب: أي اليهود والنصارى يسدلون أشعارهم. والمراد هنا إرسال الشعر حول الرأس من غير أن يقسم نصفين: نصف من جانب يمينه ونحو صدره، ونصف من جانب يساره كذلك. وقيل: سدل الشعر إذا أرسله ولم يضم جوانبه. وفي شرح مسلم للنووي: قال العلماء: المراد إرساله على الجبين واتخاذه كالقصة، والفرق فرق الشعر بعضه من بعض. وقيل: السدل أن يرسل الشخص شعره من ورائه، ولا يجعله فرقتين

والفرق أن يجعله فرقتين كل فرقة فرابة، وهو المناسب لقوله. "وكان المشركون يفرقون" -بكسر الراء وبضم- وروي من التفريق "رؤوسهم": أي شعر رؤوسهم بعضها من بعض، ويكشفونها عن جبينهم. قال العسقلاني: الفرق قسمة الشعر، والمفرق وسط الرأس، وأصله من الفرق بين الشيئين "فسدل النبي صلى الله عليه وسلم" ناصيته": أي حين قدم المدينة، ثم فرق رأسه: أي شعره "بعد" بضم الدال. أي بعد ذلك من الزمان. قال ابن الملك: لأن جبريل عليه الصلاة والسلام أتاه وأمره بالفرق ففرق المسلمون رؤوسهم.

سر کے بالوں کی تفصیل

سوال [۱۰۲۲۱]: سر پر بال رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ زلف رکھنا سنت ہے یا منڈانا؟ بعض لوگ استرے سے منڈاتے ہیں، بعض لوگ مشین سے کتراتے ہیں، بعض لوگ چھوٹے بڑے بال (انگریزی بال) رکھتے ہیں۔ ان میں کون سا طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام طور پر سب ہی بال رکھنے کا دستور تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال رکھتے تھے(۱)۔ احرام سے حلال ہوتے وقت منڈانا بھی ثابت ہے اور ایسے وقت میں منڈانے کو ترجیح دی گئی ہے(۲)۔ کچھ منڈانا کچھ رکھنا منع ہے، منڈوائے تو تمام منڈوائے، رکھے تو تمام رکھے۔ زیادہ بڑے ہوں تو کم کرائے اور منڈوانا نہ چاہے تو یہ بھی درست ہے کہ چھوٹے چھوٹے کتراوے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۷ھ۔

---

(۱) "قال النووي: واختلفوا في تأويل موافقة أهل الكتاب فيما لم ينزل عليه فيه شيء، فقيل: فعله استئلافاً لهم في أول الإسلام، وموافقة لهم على مخالفة عبدة الأصنام، فلما أغناه الله تعالى عن ذلك وأظهر الإسلام، خالف الدين كله، خالفهم في أمور منها". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۵، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۵، رشيديه)

"وعن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. أي واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه ..... وكان له. أي لرأسه الشريف شعر ذي لمة. أي نازل فوق الجمة ودون الوفرة ..... وكانت جمته تضرب شحمة أذنيه ..... كان يبلغ شعره شحمة أذنيه". (جمع الوسائل في شرح الشمائل: ۱/۹۰-۹۳، إدارة تأليفات أشرفيه ملتان)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال: "احلقوا كله أو اتركوا كله"". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "زلف رکھنا افضل ہے یا منڈانا"

(۳) "ويكره القزع، وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، كذا في الغرائب" =

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں بھی کراہت ہے جو مستتر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگریزی بال رکھنا

سوال[۱۰۴۲۲]: انگریزی بال رکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انگریزی بال بناء بر تشبہ مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

انگریزی بال کو سنتی بال بنانا

سوال[۱۰۴۲۳]: انگریزی بال کو سنتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں(۳)، اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تاکہ

---

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

"من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير .... قال الطيبي: هذا عام في الخُلق والخَلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في التشبه ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لاغير". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

"تركرهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۳/۲، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "عن أبي الحوراء السعدي قال: قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما: ما حفظت من رسول الله -

متعلق لکھا ہے کہ ... عبیر ... (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ناگلون کی چوٹی کا استعمال

سوال [۱۰۲۴۳]: ناگلون کے بالوں کی چوٹیاں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان بالوں کو اس طرح سر کے بالوں سے ملانا جس سے دیکھنے والے کو اصل بال سر کے معلوم ہوں، یہ خداع ہے، درست نہیں: "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة". رواہ البخاری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ احمد سعید دار العلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۹ھ۔

عورتوں کا دو چوٹی رکھنا، سرخی پوڈر استعمال کرنا

سوال [۱۰۲۴۴]: مسلمان خواتین دو دو چوٹیاں آج کل عام طور سے باندھ رہی ہیں، اور یہ فیشن میں داخل ہو گیا ہے، لہٰذا شرعاً یہ عورتوں کا فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سلسلے میں سرخی پوڈر اور اسی قسم کی زیبائش کرنا کہاں تک درست ہے اور عورتوں کو [illegible] کیسا ہے؟

حاجی عبد الرزاق، [illegible] کانپور۔

---

(۱) لم أطلع عليه

(۲) (صحيح البخاري: ۲/۸۷۹، كتاب اللباس، باب الوصل في الشعر، قديمي)

"الواصلة: أي التي توصل شعرها بشعر آخر زوراً، وهي أعم من أن تفعل بنفسها أو تأمر غيرها بأن يفعله، "والمستوصلة": أي التي تطلب هذا الفعل من غيرها، وتأمر من يفعل بها ذلك، وهي تعم الرجال والمرأة ... قال النووي رحمه الله تعالى: الأحاديث صريحة في تحريم الوصل مطلقاً، وهو الظاهر المختار، وقد فصل أصحابنا فقالوا: إن وصلت بشعر آدمي، فهو حرام بلا خلاف؛ لأنه يحرم الانتفاع بشعر الآدمي وسائر أجزائه لكرامته، وأما الشعر الطاهر من غير الآدمي، فإن لم يكن لها زوج ولا سيد، فهو حرام أيضاً ... وقال مالك والطبري والأكثرون: على أن الوصل ممنوع بكل شيء، شعر أو صوف أو خرق أو غيرها، واحتجوا بالأحاديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۳۰، ۸/۲۱۸، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو، اس کو اختیار کرنا گناہ ہے(۱)۔ عورتوں کو سر کی حفاظت لازم ہے، نامحرم کے سامنے سر یا بال کھولنا درست نہیں، فیشن کے ساتھ بناؤ سنگار کرکے نکلنا زنا کی دعوت دینا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

بالوں میں پن لگانا

سوال[۵۴۴۵]: کیا سر کے بالوں کو روکنے کے لئے عورتیں لڑکیاں بال پن لگا سکتی ہیں یا نہیں؟

---

(۱) "عنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، قديمي)

"أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره". (مرقاة المفاتيح: ۸/۱۵۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يأيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الآية) (سورة الأحزاب: ۵۹)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى: "تقنّع عبيدة وأخرج إحدى عينيه ... اهـ". وقال ابن عباس ومجاهد رضي الله تعالى عنهم: تغطي الحرة إذا خرجت جبينها ورأسها خلاف حال الإماء ... وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها، لأن قوله تعالى: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر، وكذا روي في التفسير، لئلا يكن مثل الإماء اللاتي هن غير مأمورات بستر الرأس والوجه، فجعل الستر فرقاً يعرف به الحرائر من الإماء. وقد روي عن عمر رضي الله تعالى عنه أنه كان يضرب الإماء، ويقول: اكشفن رؤوسكن ولا تشبهن بالحرائر". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۸۶، قديمي)

(وكذا في روح المعاني: ۲۲/۸۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ کفار وفساق کا شعار نہیں تو گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۵ھ۔

کلپ کا استعمال

سوال [۹۴۲۹]: کلپ ایک زیور ہوتا ہے جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں۔ ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کر اصل جواز ہے اور ممانعت وجہ مذکور سے ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۲ھ۔

ابروؤں کے درمیان بالوں کا حکم

سوال [۹۴۳۰]: بال دونوں ابروؤں کے درمیان کے کٹانا یا منڈانا جائز ہے یا رکھنا؟

ریاض الحق کلیانوی۔

---

(۱) "الأصل في الأشياء الإباحة" (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: اليقين لايزول بالشك، (رقم القاعدة: ۳۳۰): ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "الأصل في الأشياء الإباحة عند بعض الحنفية، ومنهم الكرخي رحمه الله تعالى، وقال بعض أصحاب الحديث: الأصل فيها الحظر، وقال بعض أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لابد لها من حكم، لكنا لم نقف عليه بالفعل. انتهى. وفي الهداية من فصل الحداد: أن الإباحة أصل، انتهى". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: اليقين لايزول بالشك، (رقم القاعدة: ۳۳۰): ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں ابروؤں کے درمیان بال منڈانا یا کتروانا بغرض حصول زینت جائز نہیں، کذا ینقل فی نور الضحی، ص: ۴۴، عن غایة التوضیح(۱)۔ فقط۔

محمود گنگوہی ۲۱/۳/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۶/ربیع الاول/۵۳ھ۔

رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور داڑھی کی مقدار

سوال [۹۴۳۸]: رخسار و حلق کے بال چھوڑنا یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ یہ داڑھی میں داخل نہیں، نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ داڑھی مطلقاً نہ کٹانا چاہئے، کیونکہ "اعفوا" مطلق ہے۔ لہذا ایسی حدیث بیان فرماویں جس سے مشت سے زائد کا کٹانا واجب یا مسنون ہونا ثابت ہو اور حدیث بھی قوی ہو جیسے اعفاء والی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولوی میاں احمد، مدرس کوکیرہ ضلع [illegible]۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رخسار اور حلق کے بالوں کا چھوڑنا اور منڈانا شرعاً درست ہے، نہ منڈوانا بہتر ہے:

"ولا یحلق شعر حلقه، وعن أبي یوسف رحمه الله تعالی: لا بأس بذلك، ولا بأس بأخذ الحاجبین وشعر وجهه ما لم یتشبه بالمخنثین، اھ". عالمگیری: ۵/۳۵۸(۲)۔

---

(۱) لم أجد

(۲) (الفتاوی العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار، وقص الشارب وحلق الرأس، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۷۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۸/۲۰۹، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۰، رشيدية)

حدیث اعفاء کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خود عمل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار، ص: ۱۲۷، میں یہ نقل کیا ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ اهـ"(۱)۔

اسی وجہ سے عالمگیری: ۵/۳۵۸(۲)، طحطاوی، ص: ۲۸۷(۳)، بذل المجهود شرح أبي داؤد: ۱/۳۲(۴) میں داڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ تحریر کی ہے، وبسط المسئلة في رد المحتار: ۲/۱۷۴ في مفسدات الصوم(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/صفر/۶۳ھ۔

---

(۱) (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۰۴، كتاب الحج، باب الجنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۸۲، كتاب الصوم، باب ما يفسده وما لا يفسده، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق: ۲/۱۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والقص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فإن زاد منها على قبضته، قطعه، كما ذكر محمد رحمه الله". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب وحلق الرأس: ۵/۳۵۸، رشيديه)

(۳) "تطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون، وهو القبضة" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۸۱، فصل فيما يكره للصائم، قديمي)

(۴) "والسنة فيها القبضة". (بذل المجهود: ۱/۳۲، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، امداديه ملتان)

(۵) "فإذا زاد على القبضة شيء جزه، كما في المنية، وهو سنة كما في المجتبى، وفي المجتبى والينابيع وغيرها اهـ". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۳۴۸، باب ما يفسد وما لا يفسد، كتاب الصوم، مصطفى البابي الحلبي مصر)

استرے سے بالوں کی صفائی

سوال[۹۴۴۱]: موئے زیرناف آپ کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ سرین کے بالوں نیز ران وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

استرے سے موئے زیرناف صاف کرنے کا عام معمول تھا(۱)، بقیہ مواقع مسئولہ میں بالوں کا مونڈنا منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کو استرے سے صفائی کرنا

سوال[۹۴۴۲]: عورت موئے زہار کے لئے استرہ استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

محمد فاروق،

مقام اترانواں، ضلع الہ آباد، ۲۹/شوال/۱۳۹۰ھ۔

= فطلاها بالنورة، وسائر جسده أهله". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۶۶، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، میر محمد کتب خانہ)

"اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا، رکھنا دونوں درست ہیں"۔ (بہشتی زیور، بالوں کے متعلق احکام، مسئلہ نمبر: ۵، ۱۱/ص: ۸۳۰، دارالاشاعت)

(۱) "حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنت مرد اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ استرہ وغیرہ سے بال صاف کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے حق میں استرہ بہتر ہے اور عورتوں کے حق میں اکھاڑنا"۔ (شمائل کبریٰ، زیرناف بال کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول کا بیان، زیرناف بال مونڈنا ۱/۲۲۷، زمزم پبلشرز کراچی)

"نورہ" بھی استعمال فرماتے تھے: "أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان إذا طلی بدأ بعورته، فطلاها بالنورة". (سنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، ص: ۲۶۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرسکتے ہیں مگر مناسب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

موئے زیر ناف کس جگہ سے کاٹے جائیں

سوال [۱۴۴۳]: انسان حد بلوغ تک پہونچنے کے بعد ناف کے نیچے جو بال ہوتے ہیں ۴۰/ روز کے بعد کاٹنا (مونڈنا) چاہئے، اگر یہ ضروری ہو تو کس جگہ سے ہے، کس جگہ تک کاٹنا ضروری ہے، کاٹنے سے کافی ہوگا یا مونڈنا پڑے گا؟ اور یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا نفل؟ اگر کوئی نہ کاٹے تو اس کی عبادت قبول ہوگی یا گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر نیچے جو بال ہوں ان سب کو صاف کردینا چاہئے (۲)، خواہ ان کو مونڈا جائے، یا کسی دوا سے زائل کیا جائے، یا قینچی سے کتر دیا جائے (۳)۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الفطرة خمس: الختان، والاستحداد ... ونتف الإبط" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ۲/ ۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالى: "والاستحداد": أي حلق العانة، وهو استفعال من الحديد، وهو استعمال الحديد من نحو الموسى في حلق العانة وهي الشعر الذي حوالي ذكر الرجل وفرج المرأة، زاد ابن شريح: وحلقة الدبر، فجعل العانة منبت الشعر مطلقاً، والمشهور الأول، فإن أزال شعره بغير الحديد، لا يكون على وجه السنة ... اهـ".

"ونتف الإبط": أي نتف شعره ... قال في شرح المشارق: المفهوم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن حلق الإبط ليس بسنة، بل السنة نتفه، لأن شعره يغلظ بالحلق، ويكون أعون للرائحة الكريهة. قال النووي: النتف أفضل لمن قوي عليه، لما حكي أن الشافعي رحمه الله تعالى كان يحلق إبطه، فقال: علمت أن السنة نتفه، لكن لا أقوى على الوجع". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب

منڈانا الگ بات ہے۔ یہ صفائی ہر ہفتہ جمعہ کے روز مناسب ہے، اس کا موقع نہ ملے تو پندرہ روز میں صفائی کردی جائے، ۴۰ روز تک تاخیر کرنے میں درجہ کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوگا (۱)۔

عبادت جب اپنی شرائط کے مطابق ہوگی تو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ یہ صفائی ہر ہفتہ مستحب ہے، چالیس روز تک واجب ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۳/۱۸ھ۔

الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰): ۸/۲۱۰، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۲/۵۵۶، فصل المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(۳) "وفي الإبط يجوز الحلق، والنتف أولى". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۴۰۶، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۵۵۶، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشرة، وكره تركه وراء الأربعين، مجتبى". (الدر المختار). قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "ولا عذر فيما وراء الأربعين، ويستحق الوعيد. اهـ". (رد المحتار: ۶/۴۰۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر: ۲/۵۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۲، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على مسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وكذا في جامع الرموز: ۳/۳۲۸، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية بلدة قزان)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۲۳، آخر باب الجمعة، قديمي)

(۲) قد مر في الحاشية المتقدمة آنفاً

موئے زیر ناف کو دفن کرنا

سوال [۹۴۴۴]: کیا زیر ناف کے بال بنانے کے بعد ان بالوں کو بھی دفن کرنا چاہئے، یا کسی محفوظ جگہ پر ڈالنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دفن کرنا بہتر ہے، کسی ایسی جگہ ڈالنا بھی درست ہے جہاں نجاست نہ ہو، غسل خانہ یا بیت الخلاء میں نہ ڈالے، طحطاوی، ص: ۲۹۷ (۱)۔ نہ ایسی جگہ ڈالے جہاں کسی کی نظر پڑے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

موئے زیر ناف کاٹنے کی مدت

سوال [۹۴۴۵]: ایک شخص کو حاجت زیر ناف بال بڑھنے کی ہوئی اور اس نے یہ حاجت پوری کی، لیکن اس کی عقل میں یہ نہ آیا کہ یہاں تک کاٹنے یعنی کل ادھر سے ادھر تک، نیچے سے اوپر تک، اب کاٹنے میں جان کر یعنی تو رمجبور ہو کر نیچے سے چند بال دو چار چھوڑ دئے یا انجان پنے سے خود بخود چھوٹ گئے، بعد میں دیکھا

---

(۱) "فإذا قلم أظفاره أو جز شعره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر والشعر المجزوز. فإن رمى به فلا بأس، وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلك". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۰۲/۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دار المعرفة بيروت)

"وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظافيره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر أو الشعر، قال الله تعالى: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتاً أحياءً وأمواتاً﴾، وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلك، لأنه يورث المرض". (غواص البحرين على هامش جامع الرموز: ۳۲۸/۳، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية ببلدة قزان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۴۱۱/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۵۲/۴، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۴۰۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

ناخن اور بالوں کو جلانے کا حکم

سوال [۹۰۵۰]: انسان کے ناخن اور بال وغیرہ کو جلانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر چہ کہیں کہیں تو بعض عورتوں کے تو بال کنگھی سے نکلتے ہیں ان کو مذکورات پاک ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کرسکتیں۔ ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلانا جائز نہیں، ان کو کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر کہیں ڈالدیں:

"وفي الحجة: يدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم، ولو ألقاه في كنيف أو مغتسل، كره؛ لأن ذلك يورث داء، وقد روي أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بدفن الشعر والظفر، وقال: "لا تتلعب به سحرة بني آدم"، ولأنهما من أجزاء الآدمي فتحترم أجزاؤه". طحطاوی، ص: ۲۸۲(۱)۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل باب أحكام العيدين، ص: ۵۲۶، قديمي)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان: ۳/۴۱۱، رشيدية)

(وكذا في غواص البحرين على هامش جامع الرموز، كتاب الكراهية: ۴۰۸/۳، المطبعة الكريمية سالده قزان)

لیکن ناخنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا مسنون نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۲۰۲، دار المعرفة بيروت)

"فإذا قلم أظفاره أو جز شعره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر والشعر المجزوز. فإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلك". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۴/۲۰۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دار المعرفة بيروت)

"وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظافيره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر أو الشعر، قال الله تعالى: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتا أحياء وأمواتا﴾. وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلك؛ لأنه يورث المرض". (غرائب البحرين على هامش جامع الرموز: ۳/۳۲۸، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمية ببلدة قزان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۳/۴۱۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۲۵۶، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۴۰۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

الفصل الرابع في الخضاب

(مہندی اور خضاب کا بیان)

داڑھی یا سر پر خضاب لگانے کا حکم

سوال[۱۰۴۲۲]: داڑھی و سر کے بالوں پر مہندی یا دیگر قسم کا خضاب کرنا کیا صحابہ، خلفائے راشدین کرتے تھے کیا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہندی کا خضاب سر پر اور داڑھی پر مرخی کی وجہ سے درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما: قال أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد". (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس والزينة، استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد: ۲/۱۹۹، قديمي)

حضرت ابوبکر، عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مہندی لگانا ثابت ہے

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أنه سئل عن خضاب النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر أنه لم يخضب، ولكن قد خضب أبوبكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما". (سنن أبي داود: ۲/۵۷۹، كتاب الترجل، باب في الخضاب، دار الحديث ملتان)

"الخضاب أفضل، لأن جماعة من الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم خضبوا، كان أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه يخضب بالحناء، وبعضهم كان يخضب بالزعفران، روي ذلك عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، وبعضهم بالسواد، روي عن عثمان والحسن والحسين وعقبة بن عامر وابن سيرين رضي الله تعالىٰ عنهم، ومعناه أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن، كما في الخانية. قال النووي رحمه الله تعالىٰ: ومذهبنا

خضاب کا حکم

سوال[۹۰۵۲]: خضاب لگانا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو بعض اکابرین امت ایسا عمل کیوں کرتے ہیں جس سے بال بالکل کالے ہوجاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سرخ مہندی کا خضاب بلا کراہت درست ہے(۱)، سیاہ خضاب جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی

---

(۱) "استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة وتحريم خضابه بالسواد على الأصح، لقوله عليه الصلوة والسلام: "غيروا هذا الشيب، واجتنبوا السواد"" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۴/۳۹۳، بيروت)

(قال الشامي رحمه الله تعالى: "أما بالحمرة فهو سنة الرجال وسيما المسلمين اهـ" (رد المحتار ۶/۷۵۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

"مثله كما ورد في الحديث: عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد" رواه مسلم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"قال النووي: في الخضاب قولان، وأصحهما أن خضاب الشيب للرجال والمرأة يستحب، وبالسواد حرام. وقد سبق عن الإمام محمد رحمه الله تعالى أنه قال في موطئه: لانرى بالخضاب بالوسمة والحناء والصفرة بأساً، وإن تركه أبيض فلا بأس به، كل ذلك حسن. وفي الشرعة: الخضاب سنة ثبت قولاً وفعلاً" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث ۴۴۲۴): ۸/۲۱۳، ۲۱۴، رشيدية)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد: ۲/۱۹۹، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۹، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۱۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيدية)

معلوم ہو مکروہ تحریمی ہے، البتہ مجاہد کو بمقابلہ جہاد ارباب اعداء کے لئے درست ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کے سامنے تزئین کیلئے بھی گنجائش ہے، ممکن ہے سیاہ خضاب کرنے والے حضرات اس قول کی آڑ لیتے ہوں، یا اور کوئی وجہ ہو، وہ خود ہی اپنے فعل کی وجہ بیان کر سکتے ہیں:

"قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو، فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة. روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي، يعجبها أن أتزين لها" شامي: ۵/۲۷۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

مہندی یا خضاب لگانا

سوال [۴۴۵۲]: مرد کو داڑھی میں مہندی یا خضاب یا ٹخنوں (۲) میں گرمی دور کرنے کے مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو داڑھی میں خضاب لگانا، مہندی لگانا شرعاً درست ہے (۳)، ہاتھ پیر میں مہندی لگانا درست نہیں،

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۹، الباب العشرون في الزينة، رشيديه)

(۲) "ٹخنہ: پنڈلی اور پنجے کے بیچ کا حصہ، پاؤں کے پیچھے کا حصہ، کعب" ۔ (فیروز اللغات ص: ۳۲۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال: دخلت على أم سلمة رضي الله تعالى عنها، فأخرجت إلينا شعراً من شعر النبي صلى الله عليه وسلم مخضوباً" (صحيح البخاري: ۲/۸۷۵، كتاب اللباس، باب ما يذكر في الشيب، قديمي)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته" (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: خضاب شعره ولحيته) لا يديه ورجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء" (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۴۲۲، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۹، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة ... رشيديه) ■

گرمی دور کرنے کے لئے طبیب سے پوچھ کر کوئی اور چیز لگالے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۸/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۲۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(۱) بوجہ مجبوری مرد کے لئے بقدر ضرورت پاؤں میں مہندی لگانے کی گنجائش ہے: "ولا ينبغي أن يخضب يدي الصبي الذكر ورجله إلا عند الحاجة". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۹، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، رشيديه)

"وأما خضب اليدين والرجلين، فيستحب في حق النساء، ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني: ۸/۲۳۳، رقم الحديث: ۴۴۵۲، رشيديه)

"إن إبراهيم عليه السلام أول من اختتن وهو ابن عشرين ومائة واختتن بالقدوم اهـ".

فتح الباری ۱۱/۷۴(۱)۔

"وقد ثبت لإبراهيم عليه السلام أوليات أخرى كثيرة: منها أنه أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورأى الشيب وغير ذلك بأدلة في كتابي "إقامة الدلائل على معرفة الأوائل" اهـ" فتح الباری: ۶/۲۷۶(۲)۔

"إن إبراهيم عليه السلام أمر أن يختتن وهو حينئذ ابن ثمانين سنة، فعجل واختتن بالقدوم فاشتد عليه الوجع، فدعا ربه، فأوحى الله إليه أنك عجلت قبل أن نأمرك بآلته، قال: يارب! كرهت أن أؤخر أمرك. قال الماوردي: القدوم جاء مخففاً ومشدداً، وهو الفأس الذي يختتن به. وذهب غيره إلى أن المراد به مكان يسمى القدوم. وقال أبو عبيد الهروي في الغريبين يقال: هو كان مقيله، وقيل: اسم قرية بالشام. وقال أبو شامة: هو موضع بالقرب من القرية التي فيها قبره، وقيل: بقرب حلب. وجزم غير واحد أن الآلة بالتخفيف، وصرح ابن السكيت بأنه لا يشدد. وأثبت بعضهم الوجهين في كل منهما اهـ". فتح الباری: ۱۰/۲۸۸(۳)۔

"وفي الوشاح لابن دريد: قال ابن الكلبي: بلغني عن كعب الأحبار رضي الله تعالى عنه أنه قال: نجد في بعض كتبنا أن آدم عليه السلام خُلق وثلاثة عشر نبياً من بعده من ولده خلقوا مختونين آخرهم محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، وشيث، وإدريس، ونوح، وسام، ولوط، ويوسف، وموسى، وسليمان، وشعيب، ويحيى، وهود، وصالح صلى الله تعالى عليهم أجمعين، اهـ". خصائص کبریٰ: ۱/۵۳(۴)۔

---

(۱) (فتح الباری: ۱۱/۱۰۳، كتاب الاستئذان، باب الختان بعد الكبر، قديمي)

(۲) (فتح الباری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلاً﴾: ۶/۴۷۲، دار السلام)

(۳) (فتح الباری: ۱۰/۴۲۰، كتاب اللباس، باب قص الشارب، قديمي)

(۴) (الخصائص الكبرى: ۱/۵۳، باب الآية في ولادته صلى الله تعالى عليه وسلم مختوناً مقطوع السرة، دار الكتب الحديثة)

السلام نے اس کو کیا اور خود اپنے ہاتھ سے کیا، کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا۔ حضرت آدم علیہم السلام مختون پیدا ہوئے اور بارہ انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے (۱)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے (۲)۔

غسلِ جنابت کا حکم اس امت کے لئے تو ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ الآیۃ سے ثابت ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی اس کا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال[۹۲۵۵]: انبیاء میں سے چند پیغمبروں کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جزء میں صفحہ نمبر: ۴۷۶ پر ہے (۳) لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

---

(۱) "قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "وذكر زين العرب أن أربعة عشر نبياً ولدوا مختونين: آدم، وشيث، ونوح، وصالح، وشعيب، ويوسف، وموسى، وزكريا، وسليمان، وعيسى، وحنظلة بن صفوان وهو نبي أصحاب الرس، ونبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى سائر الأنبياء والمرسلين. وذكر صاحب الشرعة: أنه قد ولد الأنبياء كلهم مختونين مسرورين: أي مقطوعي السرة كرامة لهم، لئلا ينظر أحد إلى عوراتهم، إلا إبراهيم عليه الصلاة والسلام، فإنه قد ختن نفسه ليستن سنته بعده". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۰۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۵۱، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(۲) "وقد اختلف في ختانه صلى الله عليه وسلم على ثلثة أقوال. أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً، وروي في ذلك حديث لا يصح، ذكره أبو الفرج ابن الجوزي في الموضوعات، وليس فيه حديث ثابت، وليس هذا من خواصه، فإن كثيراً من الناس يولد مختوناً، والناس يقولون لمن ولد كذلك: ختنه القمر، وهذا من خرافاتهم. القول الثاني: أنه ختن صلى الله عليه وسلم يوم شق قلبه الملائكة عند ظئره حليمة، ولكن قال الذهبي: إن هذا منكر، كذا في شرح الإحياء. والقول الثالث: أن جده عبد المطلب ختنه يوم سابعه وصنع له مأدبة وسماه محمداً، قال أبو عمر بن عبد البر في هذا الباب حديث مسند غريب". (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۴۱۸، شركت علميه)

(۳) (الدر المختار: ۶/۷۵۱، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قد اختلف الرواۃ والحفاظ فی ولادۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختوناً ولم یصح به شيء. وأطال الذهبي في رد قول الحاكم أنه تواترت به الرواية، وقد ثبت عندهم ضعف الحديث. وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأشبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً". (ردالمحتار، جلد خامس، مسائل شتی)(۱)۔

خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا ختنہ کیا تھا (۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختنہ کا وقت اور حکم

سوال[۹۳۵۱]: قرآن مجید میں کس جگہ لکھا ہے کہ مسلمان ختنہ کرادیں، ختنہ کرانے کے متعلق کوئی حدیث ہے؟ کیا ختنہ کرانا سنت ہے یا فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ یا مستحب؟ لڑکے کی ختنہ کتنی عمر تک کرانا چاہیے، اگر دس سال تک ختنہ نہ ہو اس کی نماز درست ہے یا نہیں، جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو کیا وہ مسلمان نہیں؟ جس بالغ شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی مکروہ ہے یا حرام ہے، اور کیا وہ امامت نہیں کرا سکتا؟

---

(۱) (ردالمحتار: ۶/۷۵۲، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

(۲) تلاش کرنے سے یہ روایت الخصائص الکبریٰ میں نہیں ملی البتہ یہ روایت قولی موجود ہے:

"واخرج الطبراني في (الأوسط) ...... أن جبرئيل عليه السلام ختن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين طهر قلبه". (الخصائص الكبرىٰ: ۱/۹۱، باب الآية في ولادته صلى الله عليه وسلم مختونا مقطوع السرة، رشيدية)

"والقول الثالث: أن جده عبدالمطلب ختنه يوم سابعه، وصنع له مأدبة وسماه محمداً. قال أبو عمر بن عبدالبر: في هذا الباب حديث مسند غريب". (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۴۱۸، شركة علمية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ سنت ہے اور شعائر میں سے ہے(۱)۔ بلوغ سے پہلے پہلے جب بچہ میں تحمل کی طاقت ہو ختنہ کرا دیا جائے، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وقت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں، بعض فقہاء نے سات سال بعض نے نو سال کا وقت تجویز کیا ہے، کذا فی مجمع الأنہر وطحطاوی(۲)۔ بغیر ختنہ کے

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "الفطرة خمس، الختان والاستحداد ..." الخ". (مشكوة المصابيح، ۲/۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

"من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۰۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشيديه)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام". (الدر المختار: ۶/۷۵۱، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۴۷۳، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا في الغرائب". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان ... الخ، رشيديه)

(۲) "ووقت الختان غير معلوم عند الإمام، فإنه قال: لا علم لي بوقته، ولم يرو عنهما فيه شيء، وقيل: سبع سنين، وقيل: لا تختن حتى يبلغ، وقيل: أقصاه اثنى عشرة سنة، وقيل: تسع سنين، وقيل: وقته عشر سنين؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغ عشراً اعتباراً وتخلقاً، فيحتاج إلى الختان؛ لأنه شرع للطهارة. وقيل: إن كان قوياً يطيق ألم الختان، ختن، وإلا فلا، وهو أشبه بالفقه". (مجمع الأنهر، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۴/۴۷۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"(قوله: سبع سنين)؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغها، فيؤمر بالختان حتى يكون أبلغ في التنظيف، قاله في الكافي. زاد في خزانة الأكمل: وإن كان أصغر منه فحسن، وإن كان فوق ذلك قليلاً فلا بأس به. وقيل: لا يختن حتى يبلغ؛ لأنه للطهارة، ولا تجب عليه قبله. (قوله: وقيل: عشر)؛ لزيادة أمره بالصلوة إذا بلغها". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۴/۳۴۱، دار المعرفة بيروت)

لئے عبادت ناقص رہتی ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے، اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی حرام نہیں، البتہ وہ ترکِ فضیلت کی وجہ سے گنہگار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/رمضان/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/رمضان/ ۶۷ھ۔

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا

سوال[۹۳۵۷]: کیا ختنہ میں لوگوں کو شریک کرنا اور دعوت کرنا درست ہے، اگر ختنہ اور عقیقہ ایک ساتھ کرے اور دعوت دے کر گوشت کھلائے تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا تو منع ہے(۱)، لیکن ختنہ سے فراغت کے بعد اگر اظہارِ شکر کے لئے حسبِ وسعت دعوت کردے، خواہ عقیقہ کے ساتھ یا بغیر عقیقہ کے، درست ہے(۲)، ضروری تصور کرنا غلط ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۷۵۱، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۴/ ۳۴۴، كتاب الكراهية، نوع في الإسلام، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۱) "حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا محمد بن سلمة الحراني عن ابن إسحاق - يعني محمداً - عن عبيد الله أو عبيد الله بن طلحة بن كريز عن الحسن قال: دعي عثمان بن أبي العاص رضي الله تعالى عنه إلى ختان، فأبى أن يجيب، فقيل له، فقال: إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا ندعى له". (مسند الإمام أحمد، (رقم الحديث: [illegible]): ۵/ ۲۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "أما الدعوة في حق فاعلها، فليست لها فضيلة تختص بها لعدم ورود الشرع بها، ولكن هي بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث، فإذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه وإطعام إخوانه وبذل طعامه، فله أجر ذلك إن شاء الله تعالى". (المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، حكم الدعوة إلى الختان والإجابة إليها: ۸/ ۱۰۸، دار الفكر بيروت)

(۳) جو بات کہ شرعاً مستحب ہو اس پر اصرار اور التزام کرنا اس کو واجب و سنت کا درجہ دینا مکروہ ہے۔

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟

سوال [۹۴۵۸]: ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں رکھ دیا جائے تو نہ لیا جائے، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو دے دیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱)، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے، اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

بالغ کا ختنہ

سوال [۹۴۵۹]: زید نابالغ ہی تھا کہ اس کا باپ مر گیا، بوجہ سرپرست نہ ہونے کے ختنہ نہ ہو سکا، اب زید کی عمر ۲۵/ سال کی ہے، چمڑا سخت ہو گیا ہے، مگر زید کہتا ہے کہ اب میں مثل مختون کے ہوں۔ ایسی صورت میں ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

= "إن الإصرار على مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

"(قوله: وتركها أولى) لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع في الصلوة، بحر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة أولى: ۱/۶۴۲، سعيد)

(۱) خوشی کے موقع پر صدقہ یا تحفہ دینا محبت و مودت کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے، مگر آج کل خوشی کے مواقع پر جس طرح کے ہدایا تحفے رسماً اور جبراً لئے جاتے ہیں، کیونکہ ایسے مواقع پر صدقہ وغیرہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، اس لئے فی زمانہ ایسے مواقع پر صدقہ وغیرہ نہ دینا احوط ہے۔ ہاں! جہاں ایسی صورت نہ ہو وہاں درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ سنت مؤکدہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے(۱)، بلا عذر شدید بالغ سے بھی ساقط نہیں ہوتا، البتہ چونکہ زید مثل مختون کے ہے، نیز بڑا عمر ہو گیا ہے، اس لئے بضرورت ساقط ہو سکتا ہے:

"والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام". الدر المختار على هامش رد المحتار: ۵/۴۷۹۔ "الصبي حشفته ظاهرة بحيث لو رآه إنسان ظنه مختوناً، ولا تقطع جلدة ذكره إلا بتشديد آلمه، ترك على حاله كشيخ أسلم وقال أهل النظر: لا يطيق الختان، ترك أيضاً". الدر المختار على هامش رد المحتار (۲)۔

اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، فقہاء نے اس کو باب کراہت امامت میں شمار نہیں کیا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الفطرة خمس: الختان والاستحداد" الحديث. (مشكوة المصابيح: ۲/۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

"من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۰۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۰، رشيديه)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام". (الدر المختار: ۶/۷۵۱، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۷۳۳، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا في الغرائب". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان ... الخ، رشيديه)

(۲) (الدر المختار على رد المحتار: ۶/۷۵۱، مسائل شتى، سعيد)

"وفي صلاة النوازل: الصبي إذا لم يختن ولا يمكن أن يمد جلدته لتقطع إلا بتشديد، وحشفته ظاهرة، إذا رآه إنسان يراه كأنه ختن، ينظر إليه الثقات وأهل البصر من الحجامين، فإن قالوا: هو على —

ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت

سوال[۹۴۹۰]: ایک عجیب وغریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس کو "ختنہ بینک" کہا جائے گا۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کردی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو اسی بینک میں جمع کرکے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لایا جائے گا۔ سب علمائے کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچہ کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچہ کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

کافی عرصہ ہوا پاکستان میں ایک سرجن نے ایک بچہ کو ختنہ کرکے اس کھال کا پیوند اس کے چہرے پر لگادیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علمائے کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کے اجزاء قابلِ احترام ہیں، ختنہ کی کھال بھی اس کا جزء ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

"والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له: أي وهو غير جائز، وبعضه في حكمه. وصرح في فتح القدير

= خلاف ما يمكن الاختتان، فإنه لا يشدد عليه ويترك، كذا في الذخيرة. الشيخ الضعيف إذا أسلم ولا يطيق الختان إن قال أهل البصر لا يطيق يترك؛ لأن ترك الواجب بالعذر جائز فترك السنة أولى، كذا في الخلاصة" (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۷/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۶۳/۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۰۹/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۳/۶، التاسع في المتفرقات، كتاب الكراهية، رشيديه)

رکھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کا فوٹو پورا ہو یا نصف، یادگار کے لئے، آرائش کے لئے بہر صورت ناجائز ہے(۱)۔ اگر کتابوں میں تصاویر ہوں جیسے لغت کی کتابیں: المنجد میں ہے اور وہ کتابیں بند ہیں تو گنجائش ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

تصویر اور کتے کا حکم

سوال[۵۴۶۳]: ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ "جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوتی ہیں، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے"۔ تو یہ چیزیں کیسی ہیں؟ اور کتا نہلانے کے بعد ناپاک کیوں ہو جاتا ہے جب کہ پانی کا کام پاک کرنا ہے؟

مختار الاسلام، محلہ پیرزادگان پانی پت، ضلع حصار۔

---

(۱) "أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو نحته أو بغسله؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) چونکہ کتابوں میں ضرورت بھی ہے لہٰذا بقدرِ ضرورت اس کی اجازت دی جائے گی۔ "لأن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۴۹۸، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير". متفق عليه". مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۸۵(۱)۔

کتا پالنا جائز نہیں، مگر مکان، کھیتی، جانوروں کی حفاظت اور شکار کے لئے جائز ہے:

"وفي الأجناس: لا ينبغي أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم ...... ويجب أن يعلم بأن اقتناء الكلب لأجل الحرس جائز شرعاً، وكذلك اقتناؤه للاصطياد مباح، وكذلك اقتناؤه لحفظ الزروع والمواشي جائز، كذا في الذخيرة". عالمگیری: ۳۶۱/۵(۲)۔

ذی روح کی تصویر بنانا اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنے میں مضائقہ نہیں:

"عن سعيد بن أبي الحسن - في حديث طويل - فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: ويحك إن أبيت إلا أن تصنع، فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح". رواه البخاري". مشکوٰۃ، ص: ۳۸۶(۳)۔

جس شئ میں پاک ہونے کی صلاحیت نہ ہو، پانی اس کو پاک نہیں کرسکتا، زندہ کتے کی کھال اگر اس کے اوپر کوئی ناپاکی نہ ہو پاک ہے، البتہ لعاب نجس العین ہے(۴)، اس میں پاک ہونے کی صلاحیت نہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۲۳/۳/۵۳ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات وقتل الحيوانات وما لا يسع عن ذلك: ۳۶۱/۵، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود: ۱۸/۵، كتاب اللباس، باب في الصور، معهد الخليل كراچي)

(۳) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثالث، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۲۰۲/۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قديمي)

(۴) "وسؤر الخنزير وكلب وسباع بهائم ... نجس مغلظ" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر: ۲۲۲/۱، ۲۲۳، سعيد)

کپڑے پر جاندار کی تصویر

سوال[۹۳۱۴]: سوتی کپڑے کے کناروں پر مور وغیرہ کی تصاویر بنانا کیسا ہے؟ آپ شخص اپنی مرضی سے نہیں بنانا چاہتا، مگر اس سے فرمائش کی جاتی ہے، اس پر وہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ ایسی شکل دار چیز بنانے سے مجھے سخت اعتراض ہے۔ ایسی صورت میں بنانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر، خواہ کپڑے پر چھاپ سے، قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے، یک دم بنالیا جائے یا ایک ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہرصورت ناجائز اور گناہ ہے۔ اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے، روپیہ کے لالچ میں ہو، یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے ہو، کسی طرح اجازت نہیں ہے(۱)۔

جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا۔ سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کی ناگواری کو برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا (۲)۔ اگر مور کا سر نہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۹۳۰، كتاب الطهارة، فصل في الآبار، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "فظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ...، ايچ ايم سعيد)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمي)

= "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں

سوال [۱۲۲۶۵]: میں جدہ کی جامعہ میں غوطہ کا کام کرتا ہوں مجھے سمندر میں غوطہ لگا کر سیپ حاصل کرنا پڑتا ہے، آج کل مجھے سمندر میں پانی کے اندر کی مخلوقات جیسے: مچھلی، جہاز اور پتھر کی تصویر کھینچنے کے لئے کہا گیا۔ لہذا برائے مہربانی یہ بتائیے کہ کیا یہ کام جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ پانی کے اندر کی مخلوق، جہاز، پتھر وغیرہ کی تصویر کھینچ لیا کریں، اس میں کسی جاندار کی تصویر بھی آجائے تو حرج نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

تہوار کے موقع پر جانداروں کی تصویریں بنانا

سوال [۱۲۲۶۶]: مسلمان حلوائی ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر مٹھائی کے کھلونے بناتے ہیں، جس میں گائے، بھینس، انسان، بندر وغیرہ کی شکل کے ہوتے ہیں، پھر ان کو فروخت کرتے ہیں تو مسلمان حلوائی کے

= "فإذا أمر بمعصية، فلا سمع ولا طاعة" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۱۹، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، قديمي)

(۳) "(أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس ومحي". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۱۵۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۱) "الأمور بمقاصدها، يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر ..... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها. أي أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً كان فعله محرماً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، رقم المادة: ۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

لئے مٹھائی سے جاندار کی تصویر بنانا اور ان کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار تصویروں کا پتھر، مٹی، مٹھائی، کھلونے سب منع ہیں، مسلمانوں کا اس سے بچنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۱۸ھ۔

صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا

سوال[۱۲۶۷]: یہاں پر ایک قومی ادارہ بنام انجمن اسلامیہ چل رہا ہے، اس کے نائب صدر کا انتقال ہو گیا ہے، اب ممبران اس کا بہت بڑا فوٹو انجمن کے ہال میں لگانا چاہتے ہیں (بطور یادگار)۔ کیا یہ جائز ہے؟ اور بطور رسم فوٹو کی رسم بھی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرگز ہرگز اجازت نہیں، بت پرستوں نے ابتداءً اپنے بڑوں کے نام بطور یادگار بت بنائے تھے، پھر ان کی پرستش کرنے لگے(۲)۔ فوٹو بھی تصویر ہے(۳)، جس مکان میں تصویر ہو وہاں ملائکہ نہیں آتے، مصورین

---

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۳۸۵، قديمي)

(۲) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا يغوث ويعوق ونسراً﴾ وأخرج أبو الشيخ في العظمة عن محمد بن كعب القرظي أنه قال: كان لآدم عليه السلام خمسة بنين: ود، وسواع، فكانوا عباداً، فمات رجل منهم، فحزنوا عليه حزناً شديداً، فجاءهم الشيطان، فقال: حزنتم على صاحبكم هذا؟ قالوا: نعم، قال: هل لكم أن أصور لكم مثله في قبلتكم إذا نظرتم إليه ذكرتموه، قالوا: نكره أن تجعل لنا في قبلتنا شيئاً نصلي عليه، قال: فأجعله في مؤخر المسجد، قالوا: نعم. فصوره لهم حتى مات خمستهم، فصور صورهم في مؤخر المسجد، فنقصت الأشياء حتى تركوا=

کو بہت شدید عذاب ہوگا:

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير، فلما رآها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قام على الباب فلم يدخل، فعرفت في وجهه الكراهية، قالت: فقلت: يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسوله ماذا أذنبت، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما بال هذه النمرقة"؟ قالت: اشتريتها لتقعد عليها و توسدها، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم". وقال: "إن البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة". متفق عليه". مشکوۃ شریف(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عید کارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار کی تصویر کے چھاپنا

سوال[۸۲۰۸]: عید کارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار تصویر والوں کی طباعت جائز ہے یا نہیں؟

= عبادة الله وعبدوا هؤلاء" (روح المعاني: ۲۹/۷۷، (سورة نوح: ۲۳) دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/۵۲۹، دار الفيحاء دمشق)

(وكذا في معارف القرآن: ۸/۵۷۶، إدارة المعارف كراچی)

(۲) قال الشيخ العلامة محمد تقي العثماني حفظه الله و رعاه: "والواقع أن التفريق بين الصور المرسومة والصور الشمسية (أي الفوتوغرافية) لا ينبني على أساس قوي. و من المقرر شرعاً أن ما كان حراماً أو غير مشروع في أصله، لا يتغير حكمه بتغير الآلة . . . فلا فرق فيما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور أو بالآلات الفوتوغرافية. والله سبحانه تعالى أعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۴/۱۶۴، مكتبة دار العلوم، كراچی)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول: ۳۸۵، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیسہ، روپیہ، دیا سلائی پر جو تصاویر ہوتی ہیں، وہ بہت چھوٹی ہوتی ہے، بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی اور پھول وغیرہ ہے، ایسی چھوٹی تصاویر کی چیز کے حکم میں تخفیف ہے(۱)، نیز پیسہ روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارۂ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے(۲)، نیز اس سے بچنا دشوار ہے، کیونکہ بغیر تصویر کے پیسہ روپیہ یہاں نایاب ہے(۳)۔

نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں، کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں، پس ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے، مسجد میں

---

(۱) "(إلا أن تكون صغيرة) لأن الصغار جداً لا تعبد، فليس لها حكم الوثن، فلا تكره في البيت. والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بعد، والكبيرة التي تبدو للناظر على بعده، كذا في فتح القدير. ومثل في النهاية أنه كان على خاتم أبي موسى ذبابتان، وأنه لما وجد خاتم دانيال عليه السلام في عهد عمر رضي الله تعالى عنه، وجد عليه أسد ولبوة بينهما صبي يلحسانه ... وفي الخلاصة من كتاب الكراهة: رجل صلى ومعه دراهم وفيها تماثيل ملك، لا بأس به لصغرها اهـ". (البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيه، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۴۱۶، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عليه: "لكن في الخزانة: إن كانت الصورة مقدار طير يكره، وإن كانت أصغر فلا اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة: ۱/۶۴۸، سعيد)

(۲) "الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۱۸، ص: ۲۱۱، إدارة القرآن كراتشي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

چیزوں سے بچنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۹/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۹ھ۔

پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا

سوال [۱۰۴۷۰]: ہندوستان میں ہزاروں مسلمان پریسوں میں ملازم ہیں جن کو خبروں کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی چھاپنی پڑتی ہیں، اس ملازمت کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر چھاپنا اور شائع کرنا شرعاً جائز نہیں (۲)، اس کی ملازمت بھی ناجائز ہے، کیونکہ ناجائز کام کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے (۳)، لیکن اگر پریس مشینوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جاتی

---

(۱) "لأن المسجد ما بني إلا لها (أي العبادة) من صلوة أو اعتكاف و ذكر شرعي و تعليم علم أو تعلمه وقراءة القرآن". (غمز عيون البصائر للحموي شرح الأشباه والنظائر: ۴/۲۳۰، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيديه)

(۳) "لا تصح الإجارة لعسب التيس ... ولا لأجل المعاصي مثل الغناء و النوح و الملاهي". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عليه: "وفي المنتقى: امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالاً، ردته على أربابه إن علموا، و إلا تتصدق به". (رد المحتار: ۶/۵۵، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: الاستئجار على المعاصي، سعيد)

"قال: ولا يجوز الاستئجار على الغناء والنوح، وكذا سائر الملاهي، لأنه استئجار على المعصية والمعصية لا تستحق بالعقد". (الهداية: ۳/۳۰۳، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه شركة علميه ملتان)

تصویر دار کاغذ جلانا

سوال [۱۰۰۸۹]: جس کاغذ میں کسی انسان کی تصویر بنی ہو، اس کو جلانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض تصویر ہے تو اس کو جلانا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی

سوال [۱۰۰۹۰]: آج کل بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے اندر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں اور یہ بھی ... میں چھپتی ہیں، طباعت کے آنے والے کاموں میں ... چھپوایا ہوتا ہے جس پر کسی نہ کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے، ہر صفحہ طباعت کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر تصویر نہیں ہوتی۔ اب مسلمان کے لئے ان تصاویر کا چھاپنا کیسا ہے؟ کیا تصویر بنانے اور تصویر کشی کے تحت میں آتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے، خواہ ابتداءً ہاتھ سے بنائی جائے یا تصویر سے نقل کی جائے، قلم سے ہو یا مشین سے، اور کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا پتھر، لکڑی، لوہے وغیرہ پر کسی آلہ سے بنائی جائے (۲)۔ اور جب کہ ٹریڈ مارک کے طور پر ہو تو وہ تصویر کے درجہ میں ہوگی (۳)، اس لئے اس کو جائز نہیں کہا جائے گا۔ اگر یہ

---

(۱) "الکتب التی لاینتفع بها یمحی عنها اسم الله وملائکته ورسله ویحرق الباقی". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۲۲، سعید)

(۲) "وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان، وقال: وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره، فصنعته حرام بکل حال، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ، وسواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغیرها اهـ. فینبغی أن یکون حراماً لا مکروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعیة الدلیل بتواتره اهـ". (رد المحتار، کتاب الصلاة: ۱/۶۴۷، سعید)

(۳) "الأمور بمقاصدها: یعنی أن الحکم الذی یترتب علی أمر یکون علی مقتضی ما هو المقصود من —

وعیدیں حدیث پاک میں وارد ہیں وہ بہت سخت ہیں (۱)۔ یہ تصویر کی حرمت سے متعلق ہے۔

اس سے حاصل شدہ آمدنی کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کی اجرت کے مقابلہ میں غیر تصویری (یعنی جائز آمدنی) زیادہ ہے تو سب آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ غالب کا اعتبار ہوگا (۲)۔ یہ تو کلی اور اصولی جواب ہے۔ خاص صورت پر اجارہ فاسدہ کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ اجرت پر ملک متحقق ہو جاتی ہے

"والأجر يطيب وإن كان السبب حراماً". شامی: ۵/۵۵، اول باب الإجارة الفاسدة (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ذی الحجہ ۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ذی الحجہ ۸۶ھ۔

= ذلك الأمر ... تنبيه: علم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها. أي أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً، كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً، كان فعله محرماً" (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، رقم المادة: ۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله". متفق عليه"

"وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". متفق عليه" (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع. ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور، لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام، فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم، كذا في الاختيار شرح المختار" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيديه)

(۳) (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۵، سعيد)

باتصویر رسائل کی خریداری

سوال[۹۴۷۴]: جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں، ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے؟ جواب مدلل ومفصل بحوالہ عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

عزیز الدین، مفتاح العلوم، جلال آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں: "لأن الأمور بمقاصدها (۱)۔ اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر کے بیچ ہیں ان کو محو کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۰ھ۔

چڑیا والی گھڑی

سوال[۹۴۷۵]: زید گھڑی کی ایک فیکٹری قائم کرنا چاہتا ہے جس میں آج کل کی نئی نئی ڈیزائن کی گھڑیاں چلتی ہیں، جو گھڑی زید بنوانا چاہتا ہے اس میں پلاسٹک کی چڑیا ہوگی اور فٹنگ اس طرح ہوگی کہ جب گھنٹہ بجتا ہوگا تو اس وقت چڑیا اندر سے باہر آئے گی اور اس کے منہ سے گھنٹے کی آواز نکلے گی اور گھنٹہ بجنے کے بعد خود بخود ایک چھوٹا سا دروازہ کھلے گا اور وہ اندر چلی جائے گی، اور دروازہ بند ہو جائے گا۔ تو کیا یہ تصویر والی گھڑی بنانا، یا اس کی فیکٹری قائم کرنا ازروئے شرع جائز ہے؟ آج کل جدید حالات میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا تو بہرحال ناجائز ہے (۲)، یہ حکم تو بنانے کا ہے، لیکن چونکہ مقصود یہ چڑیا نہیں، بلکہ

---

(۱) (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۱۷، (رقم المادة: ۲)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۲۳)، ۱/۱۹۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه -

وقت معلوم کرنا مقصود ہے اس کے لئے گھڑی کے پرزے ہوں اور جتنی سو وہ شرعاً درست ہے، ان کا بیچ بھی درست ہے (۱)۔ لیکن جس طرح دروازے پر کپڑے کا پردہ ڈالنا اصل مقصود ہو جو کہ شرعاً جائز ہے مگر اس کپڑے میں تصویر بنی ہوئی ہو یا اس پر چھپی ہوئی ہو تو اس پردہ کا استعمال کرنا قبیح و مذموم ہے جس سے بخاری حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اسی طرح اس گھڑی کو رکھنا اور استعمال کرنا بھی قبیح و مذموم ہوگا۔ بنانے والے اور استعمال کرنے والے کا فرق بھی اس سے واضح ہوگیا، استعمال کرنا خواہ اپنے پاس رکھ کر ہو یا فروخت کرتے ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۴ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالا

(نـــوٹ) مستفتی نے جواب سابق نمبر ۱۹۷ (پرانی ترتیب کے مطابق) کا

= تمثالاً يستهين أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(۱) "لأن الأمور بمقاصدها" (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۲، ۱/۹۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالى عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه فجاء، فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة رضي الله تعالى عنها: فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ما ردك؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد وابن ماجة" (مشكوة المصابيح، ص: ۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، قديمي)

"وعن عائشة رضي الله تعالى عنها "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه". رواه البخاري" (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

حوالہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور اسی پر مزید سوالات مرتب کرکے ان کی وضاحت طلب کی ہے:

سوال [۱۰۴۷۹]: ۱۔۔۔ دیسی گھڑی کا بنانا اور فروخت کرنا اور استعمال کرنا سب کا ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے؟

۲۔۔۔ اگر سب کا ایک ہی حکم ہے تو "قبیح و مذموم" کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے، یہ مکروہ کا درجہ رکھتا ہے یا قطعی حرام کا؟ براہِ مہربانی ذرا صاف تحریر فرمائیں۔

عبدالرحمٰن معرفت امام صاحب، مسجد نورم نے ارشان پاڑہ، بمبئی نمبر: ۹۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواب سابق میں جاندار کی تصویر ہونے کی بناء پر بنانے کو "ناجائز" لکھا ہے جس کے معنی "حرام" کے ہیں (۱)۔ استعمال کرنے کو "قبیح و مذموم" لکھا ہے جس کے معنی "مکروہ" کے ہیں، استعمال خود فروخت کرنے کی

---

(۱) جاندار کی تصویر بنانا نصِ حدیث حرام ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أتاني جبريل عليه السلام، قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمر برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومر بالستر فليقطع فليجعل وسادتين منبوذتين توطآن، ومر بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". رواه الترمذي وأبو داؤد".

"عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، إذ جاءه رجل فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقول: "من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً". فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح".

رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

"وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة". المراد بهم =

اخبار میں تصاویر کی اشاعت کرنا

سوال [۵۳۴۸]: ۱۔ اگر کوئی شخص اپنا فوٹو بنوا کر اپنے پاس رکھے یا کہیں بھیجے تو جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ آج کل اخبارات میں علمائے کرام کی تصاویر آرہی ہیں، مثلاً: اخبار الجمعیۃ میں جناب مولانا سعید احمد صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند اور مولانا حافظ احمد شاہ بخاری و دیگر اکابرین کی تصاویر آرہی ہیں۔ اس فعل سے اکثر لوگ حجت پکڑتے ہیں اور تصویر کو جائز کہتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا ان علماء کے فعل کو حجت پکڑ کر تصویر فوٹو وغیرہ کو جائز کہنا اور اخبارات ورسائل وغیرہ میں شائع کرانا صحیح وجائز ہے یا نہیں؟

اس کا مفصل حکم مدلل مع ذکر احادیث وآیات قرآن مجید بیان فرما کر ثواب دارین کے مستحق ہوں۔ اگر کوئی صورت جواز کی ہو، جس کا اثبات دلائل ربعہ سے ہوتا ہو، گو کہ بعید ہو یا قریب، اس کو بھی بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اگر کوئی شخص کسی عالم یا بزرگ کی تصویر تعظیم کی غرض سے کھنچوا کر شائع کرادے تو وہ شخص کس جانب شرع گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بندہ احمد حسن دھام پوری، نائب ناظم تحصیل، ۸/ذیقعدہ/۱۳۵۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ ایسی تصویر کا گھر میں خوبصورتی وبرکت وغیرہ کے لئے رکھنا شرعاً حرام ہے، اس سے برکت نہیں ہوتی بلکہ نحوست ہوتی ہے، کیونکہ ملائکہ رحمت کا آنا موقوف ہوجاتا ہے(۱)۔

---

(۱) "عن أبي طلحة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير". متفق علیه"

"وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما عن ميمونة رضي الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أصبح يوماً واجماً، وقال: "إن جبرئيل كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، أم والله! ما أخلفني". ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماءً فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبرئيل فقال: "لقد كنت وعدتني أن تلقاني البارحة" قال: "أجل، ولكنا لا ندخل بيتاً فيه كلب ولا صورة".

"وعن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم يكن يترك في بيته =

۳ ناجائز ہے(۱)۔

۴ ایسی تصویر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ شرعی مسائل کا ثبوت دلائل شرعیہ سے ہوتا ہے اور یہ کوئی بھی دلیل نہیں۔ بے جان چیزوں درختوں وغیرہ کی تصویر بنانا، گھر میں رکھنا درست ہے(۲)۔ کی فرش یا سرکٹی تصویر رکھنا بھی جائز ہے(۳)۔ نیز چھوٹی چھوٹی تصویریں جیسے روپیہ پیسہ پر ہوتی ہیں جن کی وقعت

شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه". رواه البخاري. (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

(۱) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيدية)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "إن كنت لابد فاعلاً، فاصنع الشجر وما لا نفس له". (الصحيح لمسلم: ۲/۲۰۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "وأما الشجر ونحوه مما لا روح فيه، فلا يحرم صنعته ولا التكسب به، وسواء الشجر المثمر وغيره". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۰۲، كتاب اللباس، قديمي)

"والتمثال خاص بمثال ذي الروح، لكن المراد هنا ذو الروح، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل: ۱/۴۲۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۹۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۶۴۹، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، سعيد)

(۳) "أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه". (الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: أو مقطوعة الرأس: أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي، —

"عن سعید بن أبی الحسن قال: کنت عند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما إذ جاء رجلٌ فقال: یا ابن عباس! إنی رجل إنما معیشتی من صنعة یدی، وإنی أصنع ھذہ التصاویر. فقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمعتُہ یقول: "من صوّر صورةً فإن اللہ معذبہ حتی ینفخ فیہ الروح، ولیس بنافخ فیہا أبداً". فربا الرجل ربوةً شدیدةً واصفرّ وجہہ، فقال: ویحك! إن أبیت إلا أن تصنع فعلیك بھذا الشجر وکل شیء لیس فیہ روح". رواہ البخاری". مشکوۃ شریف(۱)۔

"وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا تدخل الملائکة بیتاً فیہ کلب ولا صورة".

المراد بھم الذین ینزلون بالبرکة لا الحفظة، وعدم دخولھم لزجر صاحب البیت عن اتخاذ الصور، الخ". حاشیہ زیلعی(۲)۔

جو شخص خفیہ طریق سے کسی عالم وغیرہ کی تصویر کھنچوا کر شائع کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۳ھ۔

مکان میں تصاویر

سوال[۹۵۴۹]: تصاویر گھروں میں رکھنا تو حرام ہے، لیکن چھت پر جو لکڑیاں لگی ہوتی ہیں اس میں کمپنی کی طرف سے کسی جانور وغیرہ کی تصویر نقش کی گئی ہے تو ایسے مکان میں رہنا کیسا ہے؟ (یہ بھی ممکن ہے کہ کمپنی کا ٹریڈ مارک ہو)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں ہے:

"قال علیہ الصلوۃ والسلام: "إن البیت الذی فیہ الصورة لا تدخلہ الملائکة". متفق

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۸۶، باب التصاویر، الفصل الثانی والثالث، قدیمی)

(۲) (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۱/۴۱۶، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمبر ''مشکوٰۃ شریف ص: ۳۸۵(۱)۔

جس مکان میں (جاندار کی) تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی داخل ہونا گوارہ نہیں کیا، بلکہ داخل ہونے کا ارادہ فرمانے کے باوجود تصویر کی وجہ سے تشریف نہ لے گئے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آنکھ اور دانت کی تصویر

سوال [۱۰۲۸۰]: ہم بغرضِ تجارت منجن یا سرمہ بنا کر فروخت کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بعض منجن کے لیبل پر صرف دانت چھپوانا چاہتے ہیں اور سرمہ کے لیبل پر صرف آنکھ کی تصویر ہوگی چہرہ نہیں ہوگا۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف دانت اور صرف آنکھ کی تصویر درست ہے جب کہ بقیہ چہرہ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

"عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب التصاوير، ص: ۳۸۵، قديمي)

(۲) "عن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالى عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت فرجع، قالت فاطمة رضي الله تعالى عنها فتبعته فقلت: يارسول الله! ما ردك، قال: "إنه ليس لي أولنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۸، قديمي)

(۳) تصویر کا اطلاق اس پر اسی وقت ہوگا جب چہرہ وسر نظر آئے:

"أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه". (الدر المختار) وقال العلامة

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر

بسم اللہ الرحمن الرحیم صاحب الحق، بیش امام کولہ رقاقی بینڈ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال [۱۴۸]: (الف) بعد از دعوت عرض ہے کہ آپ کے یہاں اس خط کے ساتھ ایک فوٹو بھیج رہے ہیں، اسے دیکھنے سے آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اس ناکو کلمۂ شہادت کے الفاظ و اس شکل میں ترتیب دیا گیا ہے کہ اس سے باقاعدہ تصویر بن گئی ہے جس میں ناک، کان، آنکھ، چہرہ جان کے صاف دکھائی دیتا ہے، براہ مہربانی اس کے متعلق شریعت محمدی سے آگاہ فرمادیں کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے، اس کو گھر میں لٹکانا شرعاً مناسب ہے؟ براہ مہربانی اس خط کو جواب کے ساتھ واپس فرما کر مشکور فرمادیں۔

نوٹ: اس تصویر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔

(ب) آپ سب بزرگوں سے استدعا ہے کہ مجھے اور میرے بھائی عزیز اللہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: (أو مقطوعة الرأس) أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۵۰۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير: ۱/۴۲۳، كتاب الصلوة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"(أو مقطوعة الرأس) أي ممحوة الرأس بخيط يخيطه عليه حتى لا يبقى للرأس أثر، أو بطليه بمغرة أو نحوه أو بنحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً" (تبيين الحقائق: ۱/۵۰۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البناية: ۲/۸۴۳، كتاب الصلوة، رشيديه)

بنا کر رشد و ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرمادیں، ہمیں صحیح بندگی کی توفیق عطا فرمادیں اور ہم سب سے خوش ہو کر ہمیں اپنے پاس بلالے۔ آمین۔

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی عزیز اللہ کو ہمیشہ رشد و ہدایت پر رکھے، اتباعِ سنت کی پوری توفیق دے، دونوں جہاں کی ترقیات سے نوازے۔ آمین! آپ سے بھی دعاء کی درخواست ہے (جواب خط کی پشت پر ہے)۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ہند، ۲۰/۳/۱۴۰۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے خواہ لکڑی، مٹی یا سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے، یا قلم سے کسی کاغذ یا تختی پر بنائی جائے، یا مشین سے عکس لیا جائے، کسی طرح اجازت نہیں (۱)۔ ایسی تصویر بنانے والوں کے لئے حدیث شریف میں عذاب شدید کی وعید ہے، ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمرہ کی زینت کے لئے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں (۲)۔

---

(۱) "وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ. فينبغي أن يكون حراماً لا مكروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره" اهـ. (رد المحتار: ۱/۶۴۷، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، سعيد)

(۲) "عن ابن السباق أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: أخبرتني ميمونة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أصبح يوماً واجماً فقالت ميمونة رضي الله تعالى عنها: يا رسول الله! لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن جبريل كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، أم والله ما أخلفني". قال: فظل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يومه ذلك على ذلك، ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماءً فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبريل عليه السلام، فقال: "لقد كنت وعدتني أن تلقاني –

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر بنانا تو بہر صورت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت اور کھلا مقابلہ کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور یہ آپ ہی کی تصویر بنائیں گے (معاذ اللہ)۔ یہ صورت نہایت خطرناک ہے۔ نیز اپنے ذہن میں صورت مبارکہ کو تجویز کر کے تصویر بنا کر آپ کی طرف منسوب کرنا کہ یہ آپ کی صورت مبارکہ ہے، بہتان عظیم ہے جس کی سزا جہنم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

روضۂ اقدس کی تصویر مسجد میں

سوال[۱۰۸۲]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی تصویر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ خانہ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لگا سکتے ہیں مگر سامنے نہ لگائیں جس سے نمازیوں کی نظر اس پر جائے اور نیچی جگہ لگائیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

= النمارق" فقال: أجل! ولكنا لا ندخل بيتاً فيه كلب ولا صورة". (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ: ۲/۱۹۹، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها". (شرح النووي على مسلم ۱۹۹/۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، قديمي)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من كذب علي متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم: ۱/۷، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قديمي)

(۲) "ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي". (الدر المختار) "(قوله: لأنه يلهي =

تعلیم کے لئے فوٹو

سوال[۹۴۸۳]: کوئی شخص کالج کی تعلیم حاصل کررہا ہو اور بیچ کالج کے سمسٹر تعلیم کو باقی رکھنے کے لئے فوٹو اتروانے کی اشد ضرورت ہو تو کیا وہ کالج کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے فوٹو اترواسکتا ہے؟ رو سے شریعت اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں لکھیں تاکہ سلسلۂ تعلیم باقی رکھا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس تعلیم سے منقطع کرنے میں نقصان عظیم نہ ہو تو منقطع کردیا جائے، ورنہ اس کو جاری رکھنے کے لئے مجبوراً فوٹو کی بھی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو

سوال[۹۴۸۴]: آج کل بہت سے مسلم طلباء اور طالبات پرائیویٹ امتحانات دیتے ہیں جس میں فوٹو لازمی ہے تو اس طرح فوٹو کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟

= المصلي): أي فيحل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره: ۱/۶۴۸، سعيد)

"قال في الشرنبلالية: قلت: فعلى هذا لا يختص بالمحراب، بل في أي محل يكون أمام المصلي، بل أعم منه" (منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ۲/۳۲، كتاب الصلوة، فصل كره استقبال القبلة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۴۱۲، كتاب الصلوة، قبيل باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات" (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۱۸، إدارة القرآن كراچي)

"تصویر کھینچنا اور کھنچوانا منع ہے، کھنچوانا اگر کسی ضرورت پر مبنی ہو مثلاً پاسپورٹ کے لئے مباح ہے۔ بیزار کی تصویر صاحب تصویر کے ارادہ سے بغیر کھینچ جاتی ہے اس میں صاحب تصویر پر کوئی مواخذہ نہیں ہے"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، ساتواں باب فوٹو، تصویر، پر بضرورت تصویر کھنچوانا حرام ہے: ۹/۲۳۴، دار الاشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فوٹو کھنچوانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسی مجبوری ہے کہ بغیر اس کے گزارہ نہیں تو وہ معذوری ہے، مجبوری کی حد تک گنجائش ہوگی (۱)، اس پر بھی توبہ و استغفار لازم ہے۔ لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح داخلہ لینا، امتحانات دینا، ملازمت کرنا شرعاً بھی قبیح و مذموم ہے اور عقلاً بھی، نیز ان کی غیرت وحیا کے بھی سخت خلاف ہے اور بے شمار اس سے فتنے پیدا ہوتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو

سوال [۹۲۸۵]: میری ملازمت کو بائیس سال ہونے کو آگئے ہیں، وظیفہ کے لئے پچیس سال کی

---

(۱) "لأن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵/۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) چونکہ عورت کو بغیر کسی مجبوری کے باہر نکلنے سے شریعت نے منع کیا ہے، لقوله تعالى: ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

نیز نوکری کرنا اور کمانا عورتوں پر لازم نہیں، جب کہ وہ کسی کی کفالت میں ہوں، کیونکہ اس صورت میں ان کا نفقہ کفیل پر ہوتا ہے، ایسے غیر ضروری کام کے لئے کسی ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب کرنے کی شرعاً گنجائش نہیں۔

"هي لغةً: ما ينفقه الإنسان على عياله، وشرعاً: هي الطعام والكسوة والسكنى، وعرفاً هي الطعام ... ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: ... وقرابة وملك ... فتجب للزوجة بنكاح صحيح ... على زوجها". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۲، ۵۷۵، سعيد)

"تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل، كبيرةً كانت المرأة أو صغيرةً يجامع مثلها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۴۴، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۳، رشيدية)

تکمیل کی ضرورت ہے، مگر فوٹو وظیفہ نکالنے کے لئے ضروری ہے، چونکہ میری نظر سے "أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون"(۱)، گزرا، ایسی صورت میں وظیفہ کے حصول کے لئے فوٹو لے لوں تو جائز ہوگا یا گناہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغیر فوٹو کے وظیفہ ملنے پر آپ کو زیادہ زحمت نہ ہو اور آپ برداشت کرسکیں تو فوٹو نہ لیں(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ

سوال[۹۳۸۹]: آج کل حکومت پاکستان نے ایک نعمت شناختی کارڈ نکالی ہے کہ ہر شخص کے پاس اس شناختی کارڈ پر فوٹو ہونا ضروری ہے، جس کے پاس نہیں ہوگا وہ جاسوس سمجھا جائے گا اور اس کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ اب علماء وصلحاء کے لئے اس قسم کی پابندی کرنا کیسا ہے، خواہ مجبوراً ہو؟ ہم لوگ از حد پریشان ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ایک ملک میں شہری بن کر رہنا ہے اس سے مفر نہیں تو وہاں کے قانون پر عمل کرنا ہوگا، قانون کی خلاف ورزی مستقل جرم ہے جس کی سزا ناقابل برداشت بھی ہو سکتی ہے(۳)۔

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۶، باب التصاویر، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً، ویرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ (سورۃ الطلاق: ۲، ۳)

لیکن بوقت ضرورت فوٹو کی گنجائش ہے، کما تقدم تحت المسئلۃ الماضیۃ آنفاً.

(۳) "أن مخالفۃ الأمیر حرام، إلا إذا اتفق الأکثر أنہ ضرر، فیتبع، اھ". (ردالمحتار: ۴/۱۴۲، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، فصل في کیفیۃ القسمۃ، مطلب: مخالفۃ الأمیر حرام، سعید)

"أمر السلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا". (الدر المختار). "(قولہ: أمر السلطان إنما ینفذ) أي یتبع ولا تجوز مخالفتہ ... وفي ط عن الحموي: إن صاحب البحر ذکر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعۃ الإمام في غیر معصیۃ واجبۃ، فلو أمر بصوم یوم وجب، اھ". (ردالمحتار: ۵/۴۲۲، کتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب: طاعۃ الإمام واجبۃ، سعید)

جس طرح قانونی مجبوری کی وجہ سے بعض ملازمین کو بیمہ کرانا پڑتا ہے جس میں قمار بھی ہے، سود بھی ہے۔ نیز رشوت دیئے بغیر بھی دفع ظلم یا وصول یابی حق کی کوئی صورت نہیں، اسی طرح شرعی عدم جواز کے باوجود قلب میں شدید انکار کے ساتھ اس کو (شناختی کارڈ کو) بھی برداشت کیا جائے اور استغفار بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معذور قرار دیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۵ھ۔

معلم مقرر کرنے کے لئے فوٹو منگانا

سوال [۱۹۲۸۷]: بیرون ہند کے لوگ ہندوستان سے کسی عالم کو بچوں کی تعلیم دینے کی غرض سے بلاتے ہیں، لیکن وہ حضرات اس عالم کا فوٹو صرف دیکھنے کی غرض سے طلب کرتے ہیں، تو کیا فوٹو تصویر کھینچنا جائز ہے؟ اسی طریقہ سے شادی کے معاملہ میں لڑکے کا فوٹو طلب کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں کہ جن کے لئے حرام کام کی اباحت دی جائے، بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کے فوٹو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس کے اخلاق وحالات بذریعہ خط معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ یہی حال شادی کا

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۴/۲۶۳، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام، سعيد)

(۱) "الضرورات تبيح المحظورات" (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۲۸، إدارة القرآن كراچي)

"أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي البطاقة الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصاً به، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالىٰ استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة ..... الخ". (تكملة فتح الملهم: ۴/۱۶۴، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، مكتبة دار العلوم كراچي)

ہے، اس کے لئے بھی فوٹو کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۰ھ۔

فوٹو مٹانے کی ترکیب

سوال [۹۳۸۸]: ایک عورت نے ریشم میں اپنے فوٹو کھینچوا رکھے ہیں، لیکن اب اس کو توجہ دلائی تو وہ کیا کرے، جلادے یا استعمال میں لادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کپڑے کو رنگ لیا جاوے جس سے فوٹو باقی نہ رہے تو پھر استعمال درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۳/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) لہٰذا کسی مباح کام کے لئے تصویر سازی کی اجازت نہ ہوگی جو کہ حرام ہے:

"یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت و نفع کے لئے گناہ کرنا، یا کسی فرض و واجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً: کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، رشوت لے، یا نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کردے تو ظاہر ہے کہ یہ بیا کرنا فسق و حرام ہے، اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور اہم المصالح ہے۔ ... البتہ اگر کوئی کام شرعاً نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف مباح یا مستحب ہے، اس کو کسی دینی مصلحت مثلاً عوام کو فتنہ یا معصیت یا تکلیف سے بچانے کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے۔ ... مصلحۃً ترک مستحب یا مباح میں بھی یہ شرط ہے کہ اس سے قانون شرعی کی تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو، مثلاً: اس مستحب یا مباح کام کو عملاً یا اعتقاداً حرام سمجھنے لگے یا کسی مباح شرعی کی ممانعت کا قانون بنا دیا جائے۔ ... حاصل یہ ہے کہ کسی مصلحت کی خاطر مستحب کام کو تو چھوڑا جا سکتا ہے مگر حدود اللہ سے تجاوز اور قانون شریعت کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں"۔ (احسن الفتاویٰ ۶/۳۸-۳۹، رسالہ سیاست سلامیہ، سعید کراچی)

(۲) "(أو مقطوعة الرأس): أي ممحوة الرأس بخيط يخيطه عليه، حتى لا يبقى للرأس أثر، أو بطليه بمغرة أو نحوه، أو بنحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً". (تبيين الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البناية: ۲/۵۳۶، كتاب الصلوة، رشيديه)

الفصل الثانی فی التمثال

(مجسمہ سازی کا بیان)

شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے؟

سوال [۹۴۸۹]: شکاری لوگ شیر، چیتے وغیرہ کا شکار کرنے کے بعد اس کا چمڑا اس طرح نکالتے ہیں کہ پورا سر اس کے ساتھ رہنے دیتے ہیں، پھر چمڑے کو دباغت کرلیتے ہیں، سر کا اندرونی حصہ بھی کسی طرح صاف کرلیتے ہیں اور اس چمڑے کو سر کے ساتھ پورا مع آنکھ وغیرہ کے جیسا ہے گھر میں رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح حیوان کے سر کو رکھنا جائز ہے یا تصویر کی طرح اس کا رکھنا بھی ناجائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تصویر کے حکم میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول/ ۵۸ھ [?]۔

شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا

سوال [۹۴۹۰]: بعض زمینداروں کے گھروں میں شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر جیسی شکل بنا دیتے ہیں اور مکان میں بطور نمائش رکھتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھاس وغیرہ بھر کر اس طرح شیر کی صورت بنانا، اس کا رکھنا، اس کی نمائش کرنا سب نادرست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/ ۸۷ھ [?]۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/ ۸۷ھ [?]۔

---

(۱) راجع الحاشیة المتقدمة.

(۲) سوال: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یا بعض [?] کا چمڑا نکالا اور وہ محض بغیر بچے [?] کے –

دریافت طلب امر یہ ہے کہ گڑیوں کا بنانا اور بچیوں کا کھیلنا گڑیوں سے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیاں تھیں، کپڑے کی یا لکڑی کی بنی ہوئی تھیں یا مٹی کی، اور پھر ان میں ہاتھ پاؤں، ناک، منہ وغیرہ اعضاء بھی موجود تھے یا نہیں؟ جب تک مستدل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرے اس وقت تک مروجہ گڑیاں بنانے اور فروخت کرنے پر استدلال درست نہ ہوگا۔ تصویر بنانا اور رکھنا خواہ کپڑے کی ہو، خواہ کسی اور شئی کی، احادیث میں صریح ممانعت ہے(۱)۔

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين، وزفت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها، ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستئذان المرأة، الفصل الأول، ص: ۲۷۱، قديمي)

موجودہ زمانے کی (تصویری) گڑیوں کے جواز پر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ويحتمل أن يكون مخصوصاً من أحاديث النهي عن اتخاذ الصور، لما ذكر من المصلحة. ويحتمل أن يكون قضية عائشة رضي الله تعالى عنها هذه في أول الهجرة قبل تحريم الصورة". (مرقاة المفاتيح: ۶/۱۹۳، كتاب النكاح، (رقم الحديث: ۳۱۲۹)، رشيدية)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أتاني جبرئيل عليه السلام، قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب. فمر برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومر بالستر فليقطع فليجعل وسادتين منبوذتين توطآن، ومر بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". رواه الترمذي وأبو داود.

"عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما إذ جاءه رجل فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، سمعته يقول: "من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً". فربا الرجل ربوة شديدة

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ پر لٹکے ہوئے پردہ کو تصویر کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا(۱) اور غالباً مستعمل کے ساتھ پامال بھی ہوتی ہوں گی۔

"وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرس أو ثور من خزف لاستيناس الصبي؛ لأنه لا قيمة له ولا يضمن متلفه". در منتقى: ۲/۵۴(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ربیع الاول/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= وصغر وجهه، فقال: ويحك إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاوير، الفصل الثالث، قديمي)

"وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة". المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحفظة، وعدم دخولهم لزجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور الخ". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۱/۴۱۷، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ". (رد المحتار: ۱/۶۴۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۹، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج في غزاة، فأخذت نمطاً فسترته على الباب، فلما قدم فرأى النمط، فجذبه حتى هتكه، ثم قال: "إن الله لم يأمرنا أن نكسو الحجارة والطين" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

(۲) (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۳/۵۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۲۵، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

بچوں کی گڑیا اور کھلونے

سوال[۱۰۴۹۲]: مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کے لئے جو کھلونے ہوتے ہیں ان میں گڑیا وغیرہ گھوڑے وغیرہ ہوا کرتی ہیں۔ بچے کا ایسے کھلونے سے کھیلنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کے گھروں میں ان کا رکھنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کے ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گڑیا یا کسی اور کھلونے کی شکل بصورت جاندار کی ہو تو وہ بچوں کو نہ دیں(۱)، جاندار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے(۲)، بچوں کے لئے بھی نہ خریدیں۔ ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ کریں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) "وفي آخر حظر المجتبى: عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان" (الدر المختار). فقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: عن أبي يوسف) أي معلقاً عن أبي يوسف رحمه الله تعالى، وظاهره أنه قوله، لا رواية عنه. حتى يقال: إن هذا يشعر بضعفه، ونسبته إلى أبي يوسف لا تدل على أن الإمام يخالفه، لاحتمال أن يكون له في المسألة قول، فافهم". (رد المحتار: ۵/۲۵۶، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

(ومرقاة المفاتيح: ۶/۲۸۳، تحت رقم الحديث: ۳۲۴۰، رشيدية)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أتاني جبريل عليه السلام، قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمر برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجر، ومر بالستر فليقطع فليجعل وسادتين منبوذتين توطآن، ومر بالكلب فليخرج، ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" رواه الترمذي وأبو داود".

"عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما إذ جاءه رجل فقال: يا ابن عباس! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، سمعته يقول: "من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً". فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه --

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= روح". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، ص: ٣٨٦، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثاني والثالث، قديمي)

"ولقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة" المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحفظة، وعدم دخولهم لزجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ١/٤١٣، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ". (رد المحتار: ١/٦٤٧، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ١/٢٨٥، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ٢/٤٨، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيدية)

(٣) "وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرس أو لؤلؤ من خزف لاستئناس الصبي؛ لأنه لا قيمة له ولا يضمن متلفه". (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ٣/٥٣، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ٥/٢٢٦، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

الفصل الثالث فی الملاہی والتلفزیون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

سینما دیکھنا

سوال [۹۲۹۳]: موجودہ زمانہ میں جو سینما وغیرہ دیکھتے ہیں جس میں انسان وحیوان کی تصویریں بذریعہ آلات موسیقی دکھائی جاتی ہیں جس کو لوگ کافی شوق سے دیکھتے ہیں، اس میں پیسہ خرچ کرنا اور اس کو دیکھنا شرعاً کس قسم کا گناہ ہے اور کیا اس پر اصرار کبیرہ ہے اور کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

سید حبیب الرحمٰن شہر تقی ایم، ۸، منگلانی ٹولہ، پانچ پیگلی کی مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینما وغیرہ تماشوں کو دیکھنا اضاعت وقت، لہو ولعب اور گناہ ہے (۱)، اس میں پیسے خرچ کرنا اسراف

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ﴾ (سورۃ لقمان: ۶)

قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "﴿لہو الحدیث﴾ علی ما روی عن الحسن: کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ تعالیٰ وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوہا" الخ.

(روح المعانی: ۲۱/۶۷، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۹۳۲، مکتبۃ دار الفیحاء، دمشق)

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وفی السراج: ودلت المسألۃ أن الملاہی کلہا حرام، ویدخل علیہم بلا إذنہم لإنکار المنکر. قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات. قلت: وفی البزازیۃ: استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام؛ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: "استماع الملاہی معصیۃ، والجلوس علیہا فسق، والتلذذ بہا کفر" أی بالنعمۃ، فصرف الجوارح إلی غیر ما خلق لأجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر، فالواجب کل الواجب أن یجتنب کی لا یسمع؛ لما روی أنہ علیہ الصلاۃ والسلام أدخل أصبعہ فی أذنہ -

- عند سماعه" (الدر المختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا. واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء ... سماع غناء، لهو حرام بإجماع العلماء ... والحاصل أنه لا رخصة في السماع في زماننا" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۳/۱۶۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۶/۴۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۳۶، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع" رواه البيهقي في شعب الإيمان" (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "الغناء" بكسر الغين ممدوداً: أي التغني "ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع" يعني الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبه، كما قال ... وفي شرح السنة: في الغناء، وهذا ... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هي من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام ... والطبل في دلالة تحريمه" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۵، رقم الحديث: ۴۸۱۰، رشيديه)

ہے جو کہ نص قطعی سے ممنوع ہے: ﴿ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾(۱) وفي مقام آخر: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطان لربه كفورا﴾(۲)۔ توبہ نہ کرنے سے اصرار یعنی کبیرہ ہو جاوے گا(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۲۳/۲/۱۴۰۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= "وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة". (الدر المختار)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وكره كل لهو): أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة: ۴/۴۷۵، شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير والعناية على هامش فتح القدير: ۱۰/۹۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (سورة الأعراف: ۳۱)

(۲) (سورة الإسراء: ۲۷)

(۳) "وترد شهادته بتأخيره أي الحج؛ لأن تأخيره صغيرة، وبارتكابه مرة لا يفسق إلا بالإصرار، بحر". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عليه: "(قوله: إلا بالإصرار): أي لكن بالإصرار، فهو استثناء منقطع، لعدم دخول الإصرار تحت المرة. ثم لا يخفى أنه لا يلزم من عدم الفسق عدم الإثم، فإنه يأثم ولو مرة. ومقتضاه أنه غير مقدر بعدد بل مفوض إلى الرأي والعرف، والظاهر أنه بمرتين لا يكون إصراراً". (رد المحتار: ۲/۴۵۷، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۵۳، كتاب الحج، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۵۴۳، كتاب الحج، رشيديه)

سینما تھیٹر دیکھنا

سوال [۹۲۹۴]: مسلمان مرد وعورتوں کا سینما، تھیٹر، تماشا میں جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناجائز ہے "الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القضيب. اهـ". هدایہ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ　　صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/ ۱۳۵۹ھ۔

سینما، تصویر، فوٹو

سوال [۹۲۹۵]: ۱... اگر سینما کا شائق ہے، اس بہانہ سے جاتا ہے کہ اس سے نصیحت آمیز باتیں حاصل ہوتی ہیں، تو کیا اس صورت میں سینما جانا درست ہو سکتا ہے؟

---

(۱) (الهداية: ۴/۴۵۵، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مكتبه شركت علميه ملتان)

"لأن محمداً رحمه الله تعالى عليه أطلق اسم اللعب والغناء بقوله: فوجد ثمة اللعب والغناء فاللعب وهو اللهو حرام، كذا في العناية. وهذا القدر من التعليل كاف في بيان دلالة المسئلة على أن الملاهي كلها حرام، هو الصحيح المختار عندي. وقد زاد جمهور الشراح على ذلك كلاماً آخر حيث قالوا: فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لهو المؤمن باطل إلا في ثلاث: تأديبه فرسه". وفي رواية: ملاعبته بفرسه ورميه عن قوسه وملاعبته مع أهله". (فتح القدير: ۱۰/۱۳، ۱۵، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۴۹، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۸۲، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير: ۱۰/۱۳، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، مصطفى البابي الحلبي مصر)

تصویر اور فوٹو میں فرق

سوال [۱۰۹۹۱]: ۲ تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں، فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب مفصل اور کتب معتبرہ سے ہونا ضروری ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کیا صرف نصیحت آمیز باتیں اہلِ صلاح کی مجلس میں کہیں میسر نہیں آتیں کہ اس لہو ولعب اور خلافِ شرع مجلس میں ہوتا ہے، یہ سب حیلہ اور کید نفس ہے، ایسی جگہ جانا شرعاً ہرگز جائز نہیں (۱)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ٦)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "﴿لهو الحديث﴾ علی ما روی عن الحسن: "كل ما شغلک عن عبادة الله تعالیٰ وذكره من السمر والأضاحيک والخرافات والغناء ونحوها. الخ"

(روح المعانی: ٢١/٦٠، (سورة لقمان: ٦) دار إحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير: ٣/٥٨٣، مكتبة دار الفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "وفی السراج: ودلّت المسألة أن الملاهی كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفی البزازية: استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهی معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر": أی بالنعمة، فصرف الجوارح إلی غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كی لا يسمع، لما روی أنه عليه الصلوة والسلام أدخل أصبعه فی أذنه عند سماعه". (الدر المختار)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلک مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشتری لهو الحديث﴾ الآية، جاء فی التفسير: أن المراد الغناء ..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء . والحاصل: أنه لا رخصة فی السماع فی زماننا". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٤٩، سعيد)

(وكذا فی الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٥/٤٨٢، سعيد)

(وكذا فی الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ٣/١٦٣، مكتبه شركت علميه ملتان) =

۲- عکس کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے، حیوان کا فوٹو رکھنا شرعاً ناجائز ہے:

"عن أبي جحيفة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" اهـ". بخاری شریف(۱)۔

بے جان، درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا درست ہے۔

"قال العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد (أي "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون") وسواء صنعه لما يمتهن،

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۶/ ۳۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/ ۳۵۲، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/ ۳۳۶، رشيدية)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "الغناء" بكسر الغين ممدوداً: أي التغني "ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع": يعني الغناء سبب النفاق ومؤد إليه، فأصله وشعبه، كما قال ... في شرح السنة. قيل: الغناء رقية الزنا ... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا استماعه حرام ... وطب في دلائل تحريمه". (مرقاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۸/ ۵۵۷، ۵۵۸، (رقم الحديث: ۴۸۱۰)، رشيدية)

(۱) (صحيح البخاري: ۲/ ۸۸۰، كتاب اللباس، باب التصاوير، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۶۴۷، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وأيضاً راجع عنوان "تصاویر زینت کے لئے گھر میں رکھنا")

أو لغيره: فصنعه حرام بكل حال، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء، أو حائط أو غيرها. فأما تصوير ما ليس فيه صورة الحيوان، فليس بحرام" اهـ. فتح الباري: ۱۰/۴۸۶(۱)۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تصویر اور فوٹو کے احکام میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قسم قسم کی فلم دیکھنا

سوال [۹۴۹۷]: ۱... فلم "خانۂ خدا" دیکھنا کیسا ہے؟

۲... ہر چودہ دور کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۳... جنگ کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۴... تبلیغی فلم (جس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو) دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۴... ناچ گانا شرعاً ناجائز ہے، اس کا دیکھنا اور سننا بھی ناجائز ہے، اگرچہ وہ فلم ہی کے ذریعہ ہو، ورنہ عورت کو تماشہ بنانا تو اور بھی خطرناک ہے۔ فلم تو خود مستقل لغو تماشا ہے، اس میں اور لوگوں کو ملایا جائے تو مجموعۂ لغویات ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۸ھ۔

---

(۱) (فتح الباري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، رقم الحديث: ۵۹۵۰: ۱۰/۴۷۰، قديمي)

(۲) (تصویر کے شرعی احکام، ادارۃ المعارف کراچی)

(۳) "ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات" (الدر المختار)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ودلت المسألة الخ) لأن محمداً رحمه الله —

متبعِ شریعت کو سینما دیکھنا

سوال [۹۴۹۸]: نیک کام میں حصہ لیتا ہے، لیکن سینما دیکھتا ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز پڑھنا اور ہر نیک کام میں حصہ لینا عین سعادت ہے، سینما دیکھنا گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۵/۶۱ھ۔

= تمعنى أطلق اسم اللعب والغناء، فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال عليه الصلوة والسلام: "لهو المؤمن باطل إلا في ثلاث ... اهـ". وكذا قول الإمام "ابتليت" دليل على أنه حرام، إتقاني. وفيه كلام لابن الكمال، وفيه كلام، فراجعه متأملاً". (رد المحتار: ۳۴۹/۶، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة"" (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وكره كل لهو): أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد، كما في شرح التاويلات. والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع". (رد المحتار: ۳۹۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۴۵۵/۴، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۲/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو، رشيديه)

(۱) "ودل قوله: "ابتليت" على حرمة كل الملاهي حتى التغني بضرب القضيب؛ لأن الابتلاء إنما يكون بالمحرم". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۵۵۰/۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اسی طرح معجزہ شق القمر وغیرہ کی تصویر بنانا یہ بھی آنحضرت ﷺ اور معجزہ کا استہزاء اور استخفاف ہے، جس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں (۱)۔ آیت ﴿إن الحسنات یذهبن السیئات﴾ (۲) سے استدلال بے محل اور بے جا ہے، اس آیت پر غور کیا جائے تو حسنات کی ترغیب ہے، نہ کہ سیئات کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۱۳/ رجب/ ۶۲ھ۔

سینما کے جواز پر واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال

استفتاء [۱۰۵۰۰]: زید سینما کا تماشہ دیکھنے جاتا ہے اور اس کے جواز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ یوم الزینت سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر اس جادو کے میلے میں صرف جاتے ہی نہیں، بلکہ لوگوں کو جمع کر کے لے جاتے ہیں اور الٹے ساحروں سے فرمائش کرتے ہیں ﴿قالوا یا موسیٰ إما أن تلقي وإما أن نكون أول من ألقى﴾ (۴)۔ اور وہ میلہ کیا تھا، اس میں سحر کا مظاہرہ ہوا، باوجود اس کے بھی پیغمبر وقت کے کنارے سے ناچی کا مزہ ہے۔

غرض قرآن کریم کی ان آیات سے زید یہ ثابت کرتا ہے کہ جس طرح یوم الزینت کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض تبلیغ اور مصلحت یہی تھی، مظاہرہ باطل پر صرف صورتاً تھی، حقیقتاً مقصود اس باطل کا ابطال تھا، اسی

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: ۱/ ۶۹۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "والاستهزاء بشيء من الشرائع كفر" ابن كمال. (الدر المختار، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه: ۵/ ۴۷۳، سعيد)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، ص: ۲۷۱، قديمي)

(۲) (سورة هود:)

(۳) قال ابن كثير: "يا معاذ! اتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن" (تفسير ابن كثير: ۲/ ۶۰۱، مكتبة دار الفيحاء، دمشق)

(۴) (سورة طه: ۶۵)

لئے سینما کا دیکھنا بھی جائز ہوسکتا ہے۔ لیکن جب زید سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج سینما دیکھنے کے بعد کون سی اعجاز موسیٰ علیہ السلام سے اس فن کو توڑا جاسکتا ہے؟ تو وہ جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کسی سینما میں نعت، غزلیں گائے جائیں یا معجزہ شق القمر کی تصویریں دکھاری جائیں وغیرہ–من قبل ذلك– تو یہ باتیں عوام کے حق میں بہت بڑی تبلیغی قیمت رکھتی ہیں اور اس طرح سحر سامری کسی درجے میں اعجاز موسیٰ کے تابع ہوجاتا ہے اور سینما سے کچھ نہ کچھ اصلاح وتبلیغ کا کام سرانجام پاجاتا ہے۔

اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے، سینما کے تماشہ دیکھنے کو یوم الزینت، سحر شکنی سے کوئی ربط نہیں ہوسکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم الزینت میں تماشہ دیکھنے نہ گئے تھے، بلکہ حکم خداوندی سے ابطال سحر کرنے گئے تھے۔ نیز یوم الزینت کا موقع تماشہ کے رنگ اور سحروں کا نظارہ کرنے اور یا ساحروں کا سحر دیکھنے کے لئے مقرر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ اس دن ان اطراف واکناف سے لوگ جمع ہوتے تھے، اس لئے سب کے سامنے علی رؤس الاشہاد احقاق حق وابطال باطل مطلوب تھا۔ مزید عمر کہتا ہے کہ سینما کے تماشہ میں نامحرم عورتیں نیم عریاں ہوکر نامحرم مردوں سے اختلاط کرتی ہیں اور سینکڑوں بیہودگی ہوتی ہیں۔

نعت اور غزلوں کا گانا گایا جانا خود شریعت کا اختلاف ہونے کی بناء پر حرام ہے، علی ہذا القیاس اس قسم کے مخش مجمع میں معجزہ شق القمر، اسی قبیل کی دوسری تصویریں دکھایا جانا ایک مستقل معصیت ہے، اس لئے یہ چیزیں اصلاح وتبلیغ کے ذیل میں نہیں آسکتیں، بلکہ سنگین معاصی ہیں جن کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، نہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کرنی۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور کس کا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول سراسر غلط ہے اور خلاف شرع ہے اور قیاس مع الفارق ہے، وہاں یوم الزینت (۱) کے اجتماع کو ذریعہ بنایا گیا احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اور اصل مقصود بھی ان کا احقاق حق ابطال باطل تھا

---

(۱) "یوم الزینت" سے مراد ہے قول باری تعالیٰ: ﴿قال موعدکم یوم الزینة وأن یحشر الناس ضحیٰ﴾ (سورۃ طٰه: ۵۹)

رونق یا اشاعت تھا(۱) اور یہاں نعت غزلوں اور معجزۂ شق القمر کی تصویروں کو بغرضِ حسنِ نیت اور تبلیغ ذریعہ بنایا جاتا ہے ارتکابِ محرمات و اشاعتِ فواحش کا، یعنی جن لوگوں کو سینما سے طبعی نفرت ہے وہ ترک دیئے تو ارتکابِ محرمات و حرمات کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور اپنا عزیز وقت اور مال ضائع کر کے اخوان الشیاطین کی فہرست میں نام درج نہیں کراتے، ان کے لئے شیطان نے یہ جال بنایا ہے کہ ایسے لوگ معجزہ دیکھنے اور نعت غزلیں سننے کے لئے آسکتے ہیں اور مقصود ہے "فواحش و محرمات کا ارتکاب"۔

جو لوگ نعت، غزلیں سینما میں پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں، نیز معجزات کی تصاویر دیکھتے اور یاد دلاتے ہیں ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قدر محبت اور تعلق ہے جس کی بناء پر وہ ایسا کرتے ہیں(۲) اس کا اندازہ ان کے شب و روز کے افعال: معاملات، وضع قطع سے ہو سکتا ہے کہ کس قدر سنت کا اتباع کرتے ہیں اور حرام کاموں سے بچتے ہیں یا ایسا دیکھنے کے بعد کتنے لوگوں کی حالت سنت کے مطابق ہوگی؟

قاعدہ ہے کہ حصولِ مقصد کے بعد ذریعہ کی ضرورت نہیں رہتی(۳) جیسا کہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے بعد یوم الزینت کی ضرورت نہیں رہی تھی اور ساحروں کی سحر کاری باطل ہونے کے بعد عصاء کو ثعبان کی

---

(۱) "وإنما واعدهم ذلك اليوم، ليكون علو كلمة الله، وظهور دينه، وكبت الكافر، وزهوق الباطل على رؤوس الأشهاد". (تفسير القرطبي، الجزء الحادي عشر: ۱۴۹/۱۱، (سورة طه: ۵۹)، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) مجالسِ فسق میں تلاوت اور نعت وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجمع الشيطان". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۳۸/۴، الخامس فيما يقال في القرآن، وشبهه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۵۱/۲، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "الضرورات تتقدر بقدرها" فلا يأكل من الميتة إلا قدر سد الرمق. من لم يمتن الكافرة لا تباح للضرورة، فينما يباح العورة والعضو بعض". (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۱۷۱، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی تو کتنے زمانے سے سینما میں لعنت، غزلیں پڑھی جارہی ہیں تو کتنے لوگوں کی حالت مطابق شریعت ہوگئی، اور کتنے لوگوں نے ان فواحش ومنکرات کو ترک کیا؟ جس کو ذریعہ بنایا گیا تھا تبلیغ اور اتباع سنت کا اور اس نصب العین کے ماتحت کیا آج تک کسی سینما کے ملازموں کی حالت درست ہوئی ہے؟ اور انہوں نے ملازمت ترک کی، یا سینما کو بند کردیا گیا؟ کچھ نہیں، سب حیلے بہانے شیطانی مکروفریب ہے، نفس کا دھوکہ ہے اور نہایت خطرناک ہے۔

"عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن إبليس قال: أهلكتهم بالذنوب، فأهلكوني بالاستغفار، فلما رأيت ذلك أهلكتهم بالأهواء، فهم يحسبون أنهم يحسنون صنعاً فلا يستغفرون". رواه ابن أبي عاصم وغيره" الخ. ترغيب وترهيب: ۱/۲۵ (۱)۔

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا تو انہوں مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کردیا، یعنی توبہ کرکے گناہ معاف کرالئے اور میری کوشش بے کار گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خواہش نفسانی کے ذریعہ ہلاک کیا، وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں اس لئے توبہ بھی نہیں کرتے"۔

جو شخص گناہ کو گناہ خیال کرتے ہیں اس کے متعلق توقع ہے کہ توبہ کرلے اور راہ راست پر آجائے، لیکن جو شخص گناہ کو جائز اور ثواب خیال کرکرے اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس لئے توبہ کی بھی توقع نہیں (۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۱۸/رجب/۶۲ھ۔

---

(۱) (لم أعثر عليه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل أمتي —

٭ (وکذا فی تفسیر ابن کثیر (سورۃ لقمان: ٦)، ۳/۵۸۳، مکتبہ دار الفیحاء، دمشق)

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وفی السراج: ودلت المسألۃ أن الملاهی کلها حرام، ویدخل علیهم بلا إذنهم لإنکار المنکر. قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات". قلت: وفی البزازیة: استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام: "استماع الملاهی معصیة، والجلوس علیها فسق، والتلذذ بها کفر": أی بالنعمة، فصرف الجوارح إلی غیر ما خلق لأجله کفر بالنعمة لا شکر، فالواجب کل الواجب أن یجتنب کی لا یسمع، لما روی أنه علیه الصلوٰۃ والسلام أدخل أصبعه فی أذنه عند سماعه" (الدر المختار)۔

قال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ذکر شیخ الإسلام أن کل ذلک مکروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ الآیة، جاء فی التفسیر أن المراد الغناء ... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء ... والحاصل: أنه لا رخصة فی السماع فی زماننا" (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ٦/۳۴۹، سعید)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۲، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ۳/۱۶۲، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ٦/۴۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب: ۸/۳۶۲، رشیدیہ)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث: ۲/۴۱۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "الغناء" -بکسر الغین، ممدوداً: أی التغنی- "ینبت ٭

کا استعمال، کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش(۱)، لہو ولعب (۲)، اضاعت وقت ومال (۳)، ان سب پر

— النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع" يعني الغناء سبب النفاق ومؤد إليه، فأصله وشعبه، كما قال . وفي شرح السنة. قيل: الغناء رقية الزنا. وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية، كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام . . وأطنب في دلائل تحريمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۸، ۵۵۸، (رقم الحديث: ۴۸۱۱)، رشيدية)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

"عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب: لا يخلون رجل بامرأة: ۲/۷۸۷، قديمي)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(۲) "وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة"". (الدر المختار)

قال ابن عابدين: "(قوله: وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات. والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيدية)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة: ۴/۴۵۵، شركت علمية ملتان)

(وكذا في فتح القدير والعناية على هامش فتح القدير: ۱۰/۲۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (سورة الأعراف: ۳۱)

طرح اس پر عمل اعلان اظہار ان میں ہر وجہ عدم جواز کے لئے مستقل ہے، کتب فقہ میں ہر ایک کی ممانعت بصراحت موجود ہے۔ حسن نیت کو ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے، جو نیت خلاف شرع ہو وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں (۱)۔ اگر اچھی نیت ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے، لیکن شریعت ظاہر پر حکم لگاتی ہے (۲)، لہٰذا اس محض حسن نیت کی وجہ سے ان محرمات کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی، اظہارِ معصیت مستقل معصیت اور ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

فلم حج

سوال [۵۰۰۲]: فلم "خانۂ خدا" دیکھنا کیسا ہے کہ اس میں تمام حج کے مقامات اور ارکانِ حج کرکے دکھاتے ہیں اور کچھ مسلم نمائندوں نے اس کی تائید میں بیانات بھی دیئے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں یہ بیانات صحیح ہیں اور اس فلم کو دیکھنا درست ہے؟

---

* قال العلامة الجصاص: "والإسراف هو مجاوزة حد الاستواء، فتارةً يكون بمجاوزة الحلال إلى الحرام". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۱۵، مطلب في ستر العورة في الصلاة، قديمي)

وقال الله تعالى: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطن لربه كفوراً﴾ الآية (سورة الإسراء: ۲۷)

"قيل فيه وجهان: أحدهما: أنهم إخوانهم باتباعهم آثارهم وجريهم على سنتهم. والثاني: أنهم يقرنون بالشياطين في النار". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۲۹۳، قديمي)

(وكذا في روح المعاني: ۱۵/۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "أن ترك المنهي عنه لا يحتاج إلى نية للخروج عن عهدة النهي". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الأولى: لا ثواب إلا بالنية، ص: ۳۰، قديمي)

(۲) "(قوله: ظاهراً فقط): أي ينفذ ظاهراً لا باطناً؛ لأن شهادة الزور حجة ظاهراً لا باطناً، فينفذ القضاء". (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في القضاء بشهادة الزور: ۵/۴۰۶، سعيد)

(۳) "وفي الطريقة المحمدية: لا استحالة في جعل المعصية سبباً للعبادة التي حكمها أن تكفر المعصية وتذهب السيئة ... ومن المحال أن تجعل سبباً للعبادة الموصلة إلى الجنة اهـ". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكفارة، مطلب لا استحالة في جعل المعصية سبباً للعبادة: ۳/۴۲۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب جانتے ہیں کہ "فلم" لہو ولعب اور بے کار لوگوں کے لئے آلۂ تفریح ہے، جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد ہے حج ان میں عظیم الشان رکن اور شعائر اسلام میں سے ہے، دین اسلام کے اتنے بڑے رکن کو آلۂ تفریح بنانا تعلیمات اسلام کے سخت خلاف ہے، جو لوگ آیاتِ قرآنیہ سے تفریح کیا کرتے ہیں ان کی سخت مذمت قرآن پاک میں آئی ہے اور ممانعت کی گئی ہے: ﴿ولا تتخذوا آیات اللہ هزوًا﴾ الآیة (۱)۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ "اگر تفریح کے لئے ایک شخص واعظ بن کر منبر پر بیٹھ کر وعظ کی نقل کرے اور سب بیٹھے ہنستے رہیں، یا ایک شخص کو معلم بنا کر بٹھایا اور لوگ آ کر اس سے مسائل دریافت کریں اور وہ جوابات دیتا رہے اور یہ سب تفریح کے طور پر ہو، ان کا ایمان سلامت نہیں رہے گا" (۲)۔

یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں اور خرافات نہ ہوتی ہوں، ورنہ شناعت وقباحت میں اور اضافہ ہوگا، اس لئے فلم سے بالکل اجتناب کیا جائے۔ حق تعالیٰ ان تمام بندوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی توبہ کا اعلان بھی شائع کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱/۸۷ھ۔

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۳۱)

(۲) "من جلس على مكان مرتفع، والناس حوله يسألون منه بطريق الاستهزاء، ثم يضربونه بالوسائد: أي مخداتهم يضحكون، كفروا جميعاً: أي لاستخفافهم بالشرع. وكذا لو لم يجلس على المكان المرتفع. ونقل عن الأستاذ نجم الدين الكندي سمرقندي: أن من تشبه بالمعلم على وجه السخرية وأخذ الخشبة وضرب الصبيان، كفر، يعني لأن معلم القرآن من حملة علماء الشريعة، فالاستهزاء به وبمعلمه يكون كفراً" (شرح الفقه الأكبر لملا علي قاري، ص: ۲۴۳، فصل في العلم والعلماء، قديمي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/ ۴۷۳، كتاب السير، الباب التاسع في الاستخفاف بالعلم، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۲۷۰، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء، رشيدية)

ٹیلی ویژن

سوال [۹۵۰۳]: ٹیلی ویژن دیکھنا اس کو گھر میں رکھنا کیسا ہے؟ کیا ٹیلی ویژن دیکھنے والے شخص فاسق دیکھنے والے کے فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں فسق ہوتا ہے، دیکھنے والے کے فسق ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال [۹۵۰۴]: زید ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جا سکتا ہے اور کس صورت میں نہیں رکھا جا سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالات حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر پر رکھنا بھی جائز ہے(۲)۔ ریڈیو پر گانا بجانا ہوتا ہے(۳)، فحش مکالمے ہوتے ہیں، بلاوجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا

---

(۱) "أما التلفزيون والفديو، فلا شك في حرمة استعمالها بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۴/۱۶۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "محض تلاوت وہ بھی سننا ناجائز ہے، اگر خود تلاوت کرنے والا اجرت لیتا ہے اور تلاوت محض پر اجرت لینا حرام ہے۔ ۲-اسی مجلس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے جس میں قرآن کریم کی توہین ہے، لہذا اس کا سننا بھی جائز نہیں، تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔ (احسن الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، ریڈیو پر تلاوت وتفسیر: ۸/۱۹۹، سعید)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق –

ہے، ان امور کا سننا اور اسی مقصد کے لئے رکھنا درست نہیں (۱)۔

ریڈیو کی بیع وشراء درست ہے (۲)، پھر اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے، فروخت کرنے والے پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

گانا سننے کی دلیل

سوال [۱۵۰۰۵]: ایک شخص کہتا ہے کہ گانا سننا جائز ہے اور دلیل میں یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان میں چند لڑکیاں گا رہی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گذرے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی کام ہوا، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکر! ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو" (۳)۔ لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ بتایئے ہم اس شخص کو کیا جواب دیں؟

= في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان" (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۱، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، قديمي)

(۱) "لأن الأمور بمقاصدها". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية: (رقم القاعدة: ۴۸) ۱/۱۰۲، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "اگر یہ یقین ہو کہ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ ساز باجا اور گانا وغیرہ کے گناہوں میں مبتلا ہوگا تو خریدنا اور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا ناجائز ہے، ورنہ نہیں"۔ (احسن الفتاوی، کتاب البیوع، عنوان مسئلہ: ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی خرید وفروخت: ۶/۵۰۵، سعید)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل علي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعندي جاريتان تغنيان بغناء بعاث، فاضطجع على الفراش، وحول وجهه، ودخل أبوبكر رضي الله تعالى عنه، فانتهرني، وقال: مزمارة الشيطان عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأقبل عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "دعهما"، فلما غفل غمزتهما فخرجتا". (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد: ۱/۱۳۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی بچیاں اگر کچھ پڑھیں، جو نہ گانے کے قواعد، راگ وغیرہ سے واقف ہیں، نہ ان کی کسی کو شہوت ہو، نہ وہ پردہ کے قابل ہوں تو ان پر بڑی عورتوں کو قیاس کرنا جن کی آواز میں فتنہ ہو اور صورت بھی فتنہ ہو اور ان سے پردہ بھی ضروری ہے بالکل غلط ہے، ہرگز قابلِ استدلال نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

ٹرانسسٹر سننا

سوال [۱۰۹۵۰]: ٹرانسسٹر ریڈیو پر خبروں کا سننا کیسا ہے؟ چونکہ آلۂ لہو ولعب ہے اس لئے یہ اشکال پیدا ہوا ہے، ورنہ فی نفسہ خبروں کا سننا کچھ قبیح نہیں معلوم ہوتا۔ ایک مولوی صاحب اپنے گھر پر ریڈیو لگا کر خبریں سن رہے تھے، ان کے والد محترم نے منع کیا کہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ شیخ الحدیث صاحب دار العلوم دیوبند کو بھی سنتے دیکھا ہے۔ اب صورتِ مسئولہ میں جو حکم شرعی ہو اسے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض خبروں، تبصروں اور تقریروں کا سننا تو درست ہے (۲)، گانا بجانا اور غلط چیزوں کا سننا منع ہے۔ یہ

---

(۱) قال الحافظ ابن الحجر العسقلاني رحمه الله تعالى: "قال القرطبي رحمه الله تعالى: لستا بمغنيتين: أي ليستا ممن يعرف الغناء كما يعرفه المغنيات المعروفات بذلك. وهذا منها تحرز عن الغناء المعتاد عند المشتهرين به، وهو الذي يحرك الساكن ويبعث الكامن، وهذا النوع إذا كان في شعر فيه وصف محاسن النساء، والخمر وغيرهما من الأمور المحرمة، لا يختلف في تحريمه" (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد، (رقم الحديث: ۹۴۹): ۲/۵۶۳، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، (سورة لقمان: ۶): ۲۱/۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ریڈیو میں گانا بجانا یا اہل فحش زمانے وغیرہ سننا جائز نہیں، کوئی مفید تقریر ہو تو اس کے سننے میں کوئی مضائقہ نہیں، قرآن مجید سننا بھی ممنوع ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، ساتواں باب، ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر، عنوان مسئلہ ریڈیو سننا: ۹/۱۱۰، دار الاشاعت کراچی)

ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا

سوال[۱۰۵۰۶]: ریڈیو بجانا، گانا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ تحریمی ہے، جو کہ حکم کے اعتبار سے حرام کے قریب ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس کو حرام بھی فرمایا ہے(۱)، جائز خبریں سننے کی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۸/ ۹۷ھ۔

= (وكذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۳/۱۲۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۷/۴۱۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۶۶، رشيديه)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "الغناء" –بكسر الغين، ممدوداً: أي التغني– "ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". يعني الغناء سبب النفاق ومؤد إليه لأصله وفرعه. كما قال ... وفي شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا ... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة، والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا استماعه حرام، وأطنب في دلائل تحريمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۸، ۵۵۹، رقم الحديث: ۴۸۱۰، رشيديه)

(۱) "استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوها حرام". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل فيما يتعلق بالسماع: ۶/۳۵۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۲۳، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۵، سعيد)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنے سے کھیل تماشے پر استدلال

سوال [۱۵۰۸]: صحاح ستہ میں ہے کہ عیدین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں لے کر نیزہ کا کھیل دکھایا (۱)، اس وقت بالغ تھیں یا نابالغ تھیں؟ کتب میں موجود ہے کہ خوشی کا دن تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی خوشی پوری کی۔ اور بعض کتب میں ہے کہ عمر آپ کی کم تھی، نابالغ تھیں۔ اس سے عیدین میں کچھ کھیل تماشے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور طلبہ کو خوشی بھی زیادہ کرنا چاہئے۔

---

(۱) نوٹ: حدیث شریف میں گود میں اٹھانے کا ذکر نہیں، بلکہ ام المؤمنین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نیزہ بازی کو دیکھ رہی تھی۔

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل علي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعندي جاريتان ... وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وإما قال: "تشتهين تنظرين"؟ فقلت: نعم، فأقامني وراءه، خدي على خده، وهو يقول: "دونكم يا بني أرفدة" حتى إذا مللت قال لي: "حسبك"؟ قلت: نعم، قال: "فاذهبي"". (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد: ۱/۱۳۰، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسترني بردائه وأنا أنظر إلى الحبشة يلعبون في المسجد حتى أكون أنا أسأم، فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو". (سنن النسائي، كتاب العيدين، اللعب في المسجد يوم العيد ونظر النساء إلى ذلك، قبيل كتاب قيام الليل وتطوع النهار: ۱/۲۳۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب العيدين، قبيل كتاب صلاة الاستسقاء: ۱/۲۹۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عیدین کے روز اظہار سرور وخوشی میں تو اشکال نہیں آپ بھی دیکھئے مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ فرحت وبشاشت کا اظہار ملنے والوں سے کرنا مستحب ہے (۱)۔ دوسری چیز اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان نامحرموں کو دیکھنا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ بلا ضرورت اجنبی کے چہرہ کی طرف دیکھنا شرعاً اس وقت درست ہے جب کہ ہر قسم کے فتنوں سے امن ہو، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس مقام پر امن تھا اس لئے کوئی اشکال نہیں، حتیٰ کہ حضرت ابن ام مکتوم ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا، وہاں سے اشکال بھی کیا گیا کہ صحابی تو نابینا ہیں ان سے کیا پردہ؟ آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو" (۲)۔ آج کون شخص دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فتنوں سے امن ہے، اسی لئے فقہاء نے مطلقاً ممانعت کردی ہے (۳)۔

تیسری چیز اس حدیث میں حبشیوں کا کھیل ہے تو اس کے متعلق خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

(۱) "ويظهر الفرح والبشاشة في وجه من يلقاه من المؤمنين" (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب أحكام العيدين، ص: ۵۳۰، قديمي)

(۲) "أن أم سلمة رضي الله تعالى عنها حدثته أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وميمونة رضي الله تعالى عنها، قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "احتجبا منه" فقلت: يا رسول الله أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه"؟ هذا حديث حسن صحيح" (جامع الترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال: ۲/۱۰۶، سعيد)

(۳) "فإن خاف الشهوة أو شك، امتنع نظره إلى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فمنع من الشابة" (الدر المختار) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۷۰، سعيد)

کا امر ہے کہ تیر اندازی اور نیزہ بازی سیکھو، یہ جہاد میں کام آنے والی چیز ہے(۱)، یہی حال، لاٹھی، تلوار، بندوق سیکھنے کا ہے۔ آپ بھی بہ نیت جہاد سیکھئے اور مشق کیجئے، اجر ملے گا۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں۔ اور حضرت عائشہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر سے چھپا رکھا تھا، وہ کمرے کے پیچھے کھڑی ہو کر کندھے کے قریب سے دیکھ رہی تھیں، ان کو حبشی بالکل نہیں دیکھ رہا تھا اور وہ حبشی کے چہرے کی طرف نہیں بلکہ نیزہ کی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے کہ فٹ بال، والی بال اور کرکٹ کا کھیل دیکھنے والے نظر گیند کی طرف رکھتے ہیں، نہ کہ گیند والے کے چہرے کی طرف۔ نیز اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ حدیث کی پوری تفصیل فتح الباری: ۲/۳۵۶، میں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... "ارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلي من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله الخ". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرمي: ۱/۳۴۳، امدادیه ملتان)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الجهاد، باب الرمي في سبيل الله، ص: ۲۰۲، قديمي)

المراد باللهو في الحديث المذكور اللهو المباح، كما فيما بين السطور من أبي داود عن المراجع المحدث الثاني (فضل مولى ابن القاضي فضل خالق المرحوم)

(۲) "واستدل به على جواز اللعب بالسلاح على طريق التواثب للتدريب على الحرب والتنشيط عليه، واستنبط منه جواز المثاقفة، لما فيها من تمرين الأيدي على آلات الحرب. قال عياض: وفيه جواز نظر النساء إلى فعل الرجال الأجانب؛ لأنه إنما يكره لهن النظر إلى المحاسن والاستلذاذ بذلك ... أما النظر بشهوة، وعند خشية الفتنة فحرام اتفاقاً. وأما بغير شهوة، فالأصح أنه محرم. وأجاب عن هذا الحديث بأنه يحتمل أن يكون ذلك قبل بلوغ عائشة رضي الله تعالى عنها ... أو كانت تنظر إلى لعبهم بحرابهم لا إلى وجوههم وأبدانهم". (فتح الباري، كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد: ۲/۵۲۶، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، قبيل كتاب صلوة الاستسقاء: ۱/۲۹۱، ۲۹۲، قديمي)

کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا

سوال [۱۰۵۰۹]: بعض جگہ کشتیاں چلائی جاتی ہیں اس غرض سے کہ دیکھیں کہ کون اپنی کشتی کو آگے نکالے، جو آگے نکلے اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ اور بعض مرتبہ بغیر انعام کے بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں کہ دیکھیں کون کشتی آگے نکالے۔ شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض لہو ولعب کے لئے اختیار کرتے ہیں تو شرعاً ممنوع ہے۔ اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ جہاد میں بسا اوقات دریائی سفر اور کشتیاں چلانے کی نوبت آتی ہے، اس کے لئے مشق کر لی جائے تو یہ ممنوع نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے، بشرطیکہ انعام کوئی تیسرا دے، کذا یفہم من مجمع الأنہر: ۲/۵۵۹(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الآخر/ ۵۸ھ۔

دوا لی پال

سوال [۱۰۵۱۰]: دس بارہ شخص جو قوم کے سردار کہلاتے ہیں اور تمام شہر کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں، وہ دو روز اجتماع ہو کر دن خوش کرنے کے لئے شام کو جنگل میں دو بانس پر ایک چھال کا گز اور جالی ڈال کر پال کو کہیں اوپر پھینکتے ہیں، کبھی ادھر پھینکتے ہیں۔ اس کھیلنے کے لئے علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

---

(۱) "تجوز المسابقة بالسهام والخيل ... وإن شرط فيها جعل من إحدى الجانبين أو من ثالث لأسبقهما، جاز" (ملتقى الأبحر) "لأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر، وكل ما هو من أسباب الجهاد، فتعلمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة" (ملتقى الأبحر شرح مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۵۵۹، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس في المسابقة: ۵/۳۲۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۶۲ھ۔

فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا

سوال[۱۰۱۵۱]: گیند کھیلنا، فٹ بال کھیلنا، کبڈی کھیلنا، لکڑی کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) "وكره كل لهو، لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به، ومنبله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلي من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبة عنه، فإنها نعمة تركها، أو قال: كفرها". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرمي: ۱/۳۴۶، مكتبه رحمانيه لاهور)

(وجامع الترمذي، أبواب الجهاد، باب ماجاء في الرمي: ۱/۲۹۳، سعيد)

"المراد باللهو في الحديث المذكور اللهو الصالح كما فيما بين السطور من أبي داود"

فليراجع المصدر السابق. (مصحح)

"اگر حرص ہوئے اور قوت کے فنا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی بال کھیلنے کی ورزش کی بات سے شرعاً گنجائش ہے، جسمانی ورزش جس میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو، جائز ہے۔ ورزش کے بہت سے طریقے ہیں جن میں بعض طریقے ایسے ہیں کہ وہ کسی قوم کفار کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً کرکٹ، فٹ بال، ہاکی وغیرہ کہ ان میں چونکہ کفار کی مشابہت کی وجہ سے کراہت ہے، تاہم اگر ان چیزوں میں مشغولی کی وجہ سے فرائض یا اور کسی امر شرعی میں نقصان نہ آئے تو صرف تشبہ کی وجہ سے کراہت ہوگی، حرمت کا حکم لگانا ٹھیک نہیں ہے، اور یہ کہ ان چیزوں کو ہاتھ لگانا مثل خنزیر کے گوشت کے، قطعی حرام ہے، قرار دینا اعتقادی ظلم ہے جس سے احتراز واجب ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔" (کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، انیسواں باب متفرقات، عنوان: فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ کھیلنے کا حکم: ۹/۲۹۹، دار الاشاعت کراچی)

۲... کشتی لڑنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳... کشتی لڑنا دنگل (۱) کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر ورزش اور مشق جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کیلئے کھیلے تو درست ہے (۲)، مگر ستر پوشی اور دیگر حدود شریعت کی رعایت لازم ہے (۳)، انہماک کی وجہ سے احکام شرعیہ: نماز وجماعت وغیرہ میں خلل نہ آئے۔

۲،۳ . جواب نمبر: کے مطابق ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

تاش کا کھیل

سوال[۱۵۵۱۲]: ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں صرف دل کو بہلانے کے لئے تاش کھیلتا ہوں جس میں کسی بھی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی جاتی، جیسا کہ دوسرے کھیل ہیں، مثلاً: فٹ بال اور والی بال، ہاکی، کرکٹ

---

(۱) "دنگل: کشتی کرنے کی جگہ، اکھاڑہ، پہلوان کی جائے نشست"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) "تجوز المسابقة بالسهام و النعل، والحمير، والإبل، والإقدام، لقوله عليه السلام: "لاسبق إلا في خف أو نصل، أو حافر" والمراد بالخف الإبل، و بالنصل الرمي، وبالحافر الفرس والبغل. وفي الحديث: "سابق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما، فسبق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكرّ والفرّ وكلّ ماهو من أسباب الجهاد، فتعلّمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الحظر والإباحة، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۶، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۵/۳۲۴، رشيديه)

(والسراجية، كتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۶، سعيد)

(۳) "وينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة، وهي مابين السرة والركبة". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۷/۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۴/۱۹۲، غفاريه)

تعلیمی تاش

سوال [۳ ۵۰]: تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو بلا کراہت یا مع الکراہت؟ اگر ناجائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بچوں کو حروف کی شناخت کے لئے یہ تاش استعمال کرایا جائے تو فی نفسہ درست ہے، جیسے بورڈ پر لکھ کر شناخت اور مشق کرائی جاتی ہے(۱)، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ یہی کھیل آئندہ چل کر ہار جیت کے تاش کا ذریعہ بن جائے گا، اور دوسری غلط چیزوں کی طرف اس سے رہنمائی ہوگی، جیسے علم نجوم وغیرہ، اس لئے اس طریقہ کو نہ اپنایا جائے (۲)، بلکہ جو طریقہ سلف کا پہلے سے موجود ہے اسی کو اختیار کیا جائے، اس میں خیر وبرکت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

= أذن إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن ما يؤدي إلى الشر شر". (روح المعاني: ۷/۲۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وأحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، باب المتفرقات، تحت عنوان: شطرنج، لوڈو، بارہ ٹانی کھیلنا جائز نہیں: ۸/۲۳۲، سعید)

(۱) "اگر بازی جیتنے پر ہو تو حرام ہے، بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے۔ واللہ اعلم"۔ (امداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، باب غنا ومزامیر ولہو ولعب وتصاویر کے احکام، عنوان مسئلہ تعلیمی تاش: ۴/۲۵۳، مکتبہ دار العلوم، کراچی)

"تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا مباح ہے"۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، آٹھواں باب: متفرقات، عنوان مسئلہ: تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا: ۹/۲۲۸، دار الإشاعت کراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسي تحت قوله تعالى: ﴿ولا تسبوا الذين يدعون﴾: "واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن ما يؤدي إلى الشر شر". (روح المعاني: ۷/۲۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال العلامة الحصكفي: "كل ما أدى إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

کیرم بورڈ

سوال [۱۰۵۰۱]: کیرم بورڈ ایک کھیل ہے، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟ اطلاعاً عرض ہے کہ جس میں بغیر شرط اور بغیر ہار جیت کے کھیلا جاتا ہے، جواز ہو تو کس صورت میں اور عدم جواز ہو تو کس صورت میں؟ اطلاع فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط۔

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی جہانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہار جیت نہ ہو اور احکام شرعیہ میں کوئی حرج یا خلل نہ آئے تو کبھی کبھی وحشت دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے اس کھیل (کیرم) کی گنجائش ہے، مگر اس کی عادت نہ ڈالی جائے، وہاں تو چھوڑنے کی کوشش کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۱۹ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: روحوا القلوب ساعة فساعة". (الجامع الصغير للسيوطي مع فيض القدير: ٤/ ٥٣٢، رقم الحديث: ٤٤٨٤، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى تحت قوله: "روحوا القلوب ساعة فساعة". وفي رواية: "ساعة وساعة": أي أريحوها بعض الأوقات من مكابدة العبادات بمباح لا عقاب فيه ولا ثواب. قال أبو الدرداء رضي الله تعالى عنه: إني لأجم فؤادي ببعض الباطل: أي اللهو الجائز لأنشط للحق. وذكر عند المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم القرآن والشعر، فجاء أبوبكر رضي الله تعالى عنه، فقال: أقراءة وشعر؟ فقال: نعم، ساعة هذا وساعة ذاك. وقال علي كرم الله وجهه: أجموا هذه القلوب، فإنها تمل كما تمل الأبدان: أي تكل. وقال بعضهم: إنما ذكر المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم لأولئك الأكابر الذين استولت هموم الآخرة على قلوبهم، فخشي عليها أن تحترق". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ٤٤٨٣، ج: ٤/ ٢٣٤٤، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

"وحاصل الكلام: أن ما يروح القلب ويفرحه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح المعتبرة التي لا تمنعها الشريعة السمحة ما لم يمنع عن العلم والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير، حكم —

کیرم بورڈ بطور تفریح

سوال[۹۵۱۵]: کیرم بورڈ بغیر شرط محض تفریح کیلئے کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فی نفسہ اس میں خواہ گناہ نہ ہو لیکن آئندہ چل کر بسا اوقات یہی ہار جیت کے طور پر کھیلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہذا احتیاط مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الألعاب في الشريعة ۲/۳۳۳، دار العلوم کراچی)

"قال أبو الدرداء: إني لأجم فؤادي ببعض الباطل: أي اللهو الجائز، لأنشط للحق". (فيض القدير: ٤/١٥٣٢، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "روحوا القلوب ساعةً فساعةً" (الجامع الصغير للسيوطي مع فيض القدير ٤/١٥٣٢، (رقم الحديث: ٤٤٨٣)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى تحت قوله: "روحوا القلوب ساعةً فساعةً": وفي رواية "ساعةً وساعةً": أي أريحوها بعض الأوقات من مكابدة العبادات بمباح لا عقاب فيه ولا ثواب. قال أبو الدرداء رضي الله تعالى عنه: إني لأجم فؤادي ببعض الباطل: أي اللهو الجائز لأنشط للحق. وذكر عند المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم القرآن والشعر، فجاء أبو بكر رضي الله تعالى عنه، فقال: أقراءة وشعر؟ فقال: نعم! ساعةً هذا وساعةً ذاك. وقال علي كرم الله وجهه: أجموا هذه القلوب، فإنها تمل كما تمل الأبدان: أي تكل. وقال بعضهم: إنما ذكر المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم لأولئك الأكابر الذين استولت هموم الآخرة على قلوبهم، فخشي عليها أن تحترق". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ٤٤٨٣): ٤/١٥٣٢-١٥٣٣، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

"وحاصل الكلام تروبح القلب وتعريحه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب في الشريعة: ۴/۳۳۳، دار العلوم کراچی)

"قال أبو الدرداء: إني لأجم فؤادي ببعض الباطل: أي اللهو الجائز، لأنشط للحق". (فيض القدير: ٤/١٥٣٢، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

گھر میں کھیل کھیلنا

سوال[۹۵۱۶]: گھر کے اندر کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں، مثلاً ٹیبل ٹینس، کیرم بورڈ اور بیڈمنٹن وغیرہ؟ میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ یہ کھیلنا جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کھیل کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور اس میں ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے واجبات ترک نہ ہوں اور اس میں کوئی چیز خلافِ شرع نہ ہو تو درست ہے، اگر اس میں صحت درست وقوی ہو اور دشمن کے مقابلہ کی قوت میں ترقی ہو تو اس نیت سے اس میں ترغیب بھی ہے(۱)، جیسے گھوڑے کی سواری میں

---

(۱) "والحاصل من الكلام أن ترويح القلب وتفريحه، وكذا تمرين الذهن من الارتفاقات المباحة والمصالح المشروعة التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم، إنما تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد. وهذا هو السر في إباحة بعض الملاهي في بعض الأحيان، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهواً، بل عاد مصلحة وفائدة، كما سبق في الأحاديث المذكورة من إباحة المسابقة والرماية والانتضال بالقوس والمسابقة بالإبل والبهائم، وإجراء الخيل، وملاعبة الأهل، فإنها وإن كانت في صورة اللهو، ولكنها لما كان الاشتغال فيها على غرض صحيح ومصالح معاشية أو معادية، خرجت عن اللهوية حقيقة، فأبيحت، وربما استحبت. نعم! من فعلها بقصد التلهي والتلعب، كان حراماً ومكروهاً في حقه، صرح به الفقهاء.

وكما أن اللهو قد يصير مصلحة بالنية، ويخرج عن اللهوية، كذلك قد تصير الأعمال الصالحة بالنية الفاسدة لهواً، أو تعود لشدتها عن ذكر الله لعباً ومعصية. قال عليه الصلوة والسلام: "كل شيء ليس من ذكر الله فهو لهو ولعب". ذكره في الجامع الصغير برمز النسائي، ووضع عليه علامة الحسن.

وإذا عرفت أن اللهو قد يعود مصلحة بنية صحيحة ومصلحة مقصودة، والمصالح قد تعود لهواً بنية فاسدة، أو انهماك فيها بحيث يشغل عن ذكر الله، فقد اتضح لك اختلاف الفقهاء في بعض الملاهي، فإن أحلها من أحلها إذا كانت لغرض صحيح بنية صالحة، وحرمها من حرمها لعدم اعتداده بتلك النية الصالحة، والغرض الصحيح في جانب ما يلزمه من المفاسد، ولما رأى بالتجربة أن إتمامها =

نیز تیر سے نشانہ (۱) اور دوڑ جیسا کہ [illegible] اس ضابطے کے تحت ہر کھیل کا حکم

ـ أكثر من نفعها ... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد، التحق ذلك بالمنهي عنه لاشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروهاً.

والثاني: ماليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب، فهو مكروه، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب في الشريعة: ۴/۴۳۵، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به ومنبله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلي من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبة عنه، فإنها نعمة تركها" أو قال: "كفرها". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرمي: ۱/۳۴۳، مكتبه رحمانيه لاهور)

"المراد باللهو في الحديث المذكور اللهو المباح، كما قيل في السطور من أبي داود، فليراجع المصدر السابق". (مصحح)

"وكره كل لهو لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

"تجوز المسابقة بالسهام والخيل ... ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر، وكل ما هو من أسباب الجهاد فتعلمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة". (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۹، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس في المسابقة: ۵/۳۲۴، رشيديه)

معلوم ہوسکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۲ھ۔

بچوں کا لٹو وغیرہ کھیلنا

سوال[۹۵۱۶]: بچوں کو لٹو کھیلنے کی اجازت دی جائے یا نہیں؟ اسی طرح ترکی ٹوپی اور کوٹ پہننے کی اجازت دی جائے یا نہیں، اگر اجازت دی جائے تو کس عمر تک؟ اگر بیان فرمائیں گے تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چہ یہ چیزیں بچوں کے حق میں حرام نہیں، تاہم جس قدر اچھے اخلاق وافعال کا ان کو عادی بنایا جائے گا اسی قدر بڑے ہوکر ان پر اثر ہوگا۔ جو کوٹ کسی غیر قوم کا شعار نہیں وہ درست ہے، بڑے کے حق میں بھی بچے کے حق میں بھی(۲)۔

---

(۱) "فالضابط في هذا الباب ... أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته، وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا المعاد حرام أو مكروة تحريماً ... وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة ... كان حراماً أو مكروهاً تحريماً ... وأما مالم يرد فيه النهي عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده، وعن الصلوة والمساجد، التحق ذلك بالمنهي عنه، لاشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني ماليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب، فهو مكروه. وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة، وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه ... وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها مالم تشتمل على معصية أخرى، ومالم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم، قبيل كتاب الرؤيا: ۴/۴۳۵، دارالعلوم كراچی)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

ترکی ٹوپی بھی درست ہے(۱)، لنگی بھی اجازت ہے بشرطیکہ فارشہ ہو(۲)، لیکن سنت کے موافق

= قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال طيبي رحمه الله تعالى: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيديه)

"المشاركة في الهدى في الظاهر تؤثر تناسباً وتشاكلاً بين المتشابهين، تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمرٌ محسوسٌ". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لايتكبر فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيديه)

"لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لايتكبر، وكذا جمع المال إذا كان من الحلال".
(خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۶۸/۴، رشيديه)

(۲) "حرمت شطرنج کی علت صرف قمار اور جوا ہی نہیں، اگر قمار اور جوا کا وجود شطرنج کے لئے لازم ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی کراہت تنزیہی کا قول نہ فرماتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس کھیل میں بھی ذہنی ورزش ہوگی وہ ممنوع ہوگا، اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے، خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل و دماغ کی تفریح، جیسے لوڈو، ٹکٹ، بچوں کے کھلونے اور سیر و تفریح وغیرہ۔ وجوہ الفرق حسب ذیل ہیں:

۱- دل و دماغ کے سامنے مقاصد اصلیہ بہت کثیر ہیں، بلکہ مقاصد آخرت تو غیر متناہیہ ہیں، اس لئے انہیں کسی مقصد کی تحصیل کے لئے ذہنی ورزش کو ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں، بلکہ فرصت ہی نہیں۔

آں خیالاتی کہ دام اولیاست
عکس مہرویان بستان خداست

جسمانی صحت کے لئے جسمانی ورزش کی ضرورت ہے، اس لئے جائز بلکہ بقدر ضرورت واجب و موجب اجر ہے۔ اسی طرح دل و دماغ کی تفریح کا سامان بھی صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کی وجہ سے جائز و باعث اجر ہے، بشرطیکہ ذہنی ورزش سے پاک ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دل و دماغ کی تفریح اور ورزش دونوں کا اجتماع محال ہے، ذہنی تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع اور ذہنی ورزش مضر ہے۔

اگر کسی کو بادی النظر میں ذہنی ورزش میں ذہنی فرحت محسوس ہو تو اس کی مثال کھجلی کے مریض جیسی ہے جس میں کھجلانے =

= ہے وقتی طور پر لذت وسکون ملتا ہے مگر بعد میں سخت تکلیف و اذیت۔

۵۔ دماغ بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی فوج ہے، فوج کے لئے پریڈ اور جنگی مشقیں کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ تحصیل مقصد کا ذریعہ ہے، مگر بادشاہ کے لئے جس طرح جسمانی پریڈ مضر ہے اسی طرح فکری پریڈ بھی سخت مضر ہے، حکومت کی بقاء اسی پر موقوف ہے کہ بادشاہ و دماغ فکری پریڈ میں الجھنے کی بجائے براہ راست تحصیل مقاصد کی طرف متوجہ رہے۔

۶۔ ذہنی ورزش دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں مخل ہونے کے علاوہ جسمانی صحت کے لئے بھی سخت مضر ہے۔ اس کے برعکس جسمانی ورزش اور تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کے ساتھ دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں بھی معین و مددگار ہے۔

اس حیثیت سے ذہنی اور جسمانی ورزش میں یہ فرق ہے کہ اول میں مقصود یہ ہے کہ ورزش ذہنی کی ضرورت نہیں، اس لئے بہت انہماک میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور جسمانی میں یہ بات مقصود ہے کہ یہ صحت جسمانیہ و دل و دماغ کے مقاصد کی تحصیل کے لئے سخت مضر ہے۔

۷۔ ذہنی ورزش میں ایسا انہماک ہوجاتا ہے جو مشاغل دینیہ و دنیویہ کو نقصان پہنچاتا ہے، جسمانی ورزش میں اتنا انہماک نہیں ہوتا، اس فرق کی دو وجوہ ہیں۔

۱۔ جسمانی ورزش میں کچھ وقت کے بعد تھکاوٹ کا احساس اس سے روک دیتا ہے، گویا الارم اور منبہ کا کام دیتا ہے، ذہنی ورزش میں ایسا کوئی منبہ نہیں۔

۲۔ جسمانی ورزش میں دماغ کسی قدر آزاد ہوتا ہے، کھیل میں مشغول تو ہوتا ہے مگر اتنا نہیں کہ دوسری جانب توجہ کا ہوش ہی نہ رہے، اور ذہنی ورزش میں مکمل طور پر اسی طرف مشغول رہتا ہے۔

لوگ جسے "ذہنی ورزش" کہتے ہیں وہ درحقیقت "تفکر بے مقصد" ہے، جو نعمت فکر کو بے محل صرف کرنے کی وجہ سے تبذیر ہے۔

تحقیق حکم کی غرض سے اس قسم کے مروجہ کھیلوں کے نقشے اور کھیل چلانے والے اور رائج کئے جانے کے ذرائع چند علماء کو ساتھ بٹھا کر ان کے طریق کار کا مطالعہ کرکے فیصلہ کیا گیا کہ ان میں سے کس میں تفکر بے مقصد ہے اور کس میں کچھ ذہنی تفریح، تفصیل درج ذیل ہے

تفکر بے مقصد	ذہنی تفریح	
۱۔ شطرنج ۲۔ تاش	۱۔ کیرم بورڈ	=

کھانے پکانے اور کھانے کو دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں۔ ایسا روپیہ لینا دینا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفار سے دوستانہ تعلق اور دلی محبت حرام ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً﴾ الآية(۱)۔

البتہ دنیوی معاملات میں لین دین وغیرہ بقدر درست درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۰/۶۳ھ۔

شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک

سوال[۱۰۵۲۱]: غیر مسلم اللہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اس کو اللہ کی عظمت کا علم ہو جاتا تو ایسا نہ کرتا۔ علم رکھنے والے کے لئے ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا کیسا ہے؟ سمجھانے پر نہ ماننے پر جسمانی تکلیف پہونچانے کا حق ہے یا نہیں، جب کہ قدرت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا جسمانی تکلیف پہونچانے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی جب کہ وہ بے علم ہے، اصلاح کی صورت تو یہ ہے کہ اخلاق وشفقت سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم کرایا جائے اور عقیدہ درست کیا

---

(۱) (سورة المائدة: ۵۷)

وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

(۲) "لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه، كذا في السراجية".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم: ۵/۳۴۸، رشيدية)

جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۱ھ۔

جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو، اس کے ساتھ تعلق

سوال [۱۵۲۲]: ایک شخص مسلمان ہے مگر ظاہر غیر مسلموں جیسا ہے، فسادات کے دوران وہ مسلمانوں کے گھر جاتا ہے، اس کو کافر سمجھ کر قتل کردیتے ہیں۔ جواب طلب یہ بات ہے کہ اس مقتول کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا یا مسلمانوں کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مسلمان تھا اور اس کا خاتمہ کفر پر نہیں بلکہ اسلام پر ہوا تو وہ مستحق نجات ہے، اس کے ساتھ دنیا میں وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمان کے ساتھ کرنے کا حکم ہے (۲)، رہا حشر کا حال سو جو شخص بھی جس کے ساتھ محبت

---

(۱) قال العلامة ابن البزاز الکردری رحمه الله تعالیٰ: "تعلیم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس وبیان خصائص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور، وعلى الذين تصدوا للوعظ أن يلقنوا الناس في مجالسهم على منابرهم ذلك، قال الله تعالى: ﴿وذكر فإن الذكرى تنفع المؤمنين﴾، وعلى الذين يؤمون في المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلوة، وشرائع الإسلام، وخصائص مذاهب الحق، وإذا علموا في جماعتهم مبتدعاً أرشدوه" (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم: ۳۲۰/۶، رشيدية)

(۲) "ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى:

"(قوله: ويغسل المسلم) أي جوازاً؛ لأن من شروط وجوب الغسل كون الميت مسلماً"

"قال في البدائع: حتى لا يجب غسل الكافر؛ لأن الغسل وجب كرامة وتعظيماً للميت، والكافر ليس من أهل ذلك (قوله: قريبه) مفعول تنازع فيه الأفعال الثلاثة قبله (قوله: كخاله) أشار إلى أن المراد بالقريب ما يشمل ذوي الأرحام كما في البحر". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، قبيل: مطلب في حمل الميت: ۲۳۰/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۵/۲، رشيدية)

رکھتا ہے اور اس کے طریقہ کو پسند کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے، "المرء مع من أحب" (۱)، لیکن اگر کوئی شخص بے علم ہونے یا عملی کوتاہی کی وجہ سے پابند شرع نہ ہو تو اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "عن أبي وائل عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: يا رسول الله! كيف ترى في رجل أحب قوماً، ولما يلحق بهم؟ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "المرء مع من أحب". (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۲، قديمي)

قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: للذي سأله عن الساعة ما أعددت لها؟ قال: حب الله ورسوله، قال: أنت مع من أحببت. وفي روايات: "المرء مع من أحب" فيه فضل حب الله ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، والصالحين وأهل الخير الأحياء والأموات، ومن فضل محبة الله ورسوله امتثال أمرهما، واجتناب نهيهما، والتأدب بالآداب الشرعية، ولا يشترط في الانتفاع بمحبة الصالحين أن يعمل عملهم؛ إذ لو عمله لكان منهم ومثلهم. وقد صرح في الحديث الذي بعد هذا بذلك، فقال: رجل أحب قوماً ولما يلحق بهم. قال أهل العربية: لما نفي للماضي المستمر فيدل على نفيه في الماضي وفي الحال بخلاف لم، فإنها تدل على الماضي فقط، ثم إنه لا يلزم من كونه معهم أن تكون منزلته وجزاؤه مثلهم من كل وجه". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۱، ۳۳۲، قديمي)

الفصل الأول في التشبه بالكفار

(کفار کی مشابہت کا بیان)

سراغ رسانی کے لئے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا

سوال [۹۵۲۳]: بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کے لئے اور ان کے حملے کو پسپا کرنے کے لئے اگر سر پر چوٹی رکھ لی جائے اور زنار باندھ لی جائے اور سر پر ٹیکہ لگایا جائے اور دھوتی پہن لی جائے، اور یہ سب امور صرف اتنی دیر کے لئے کئے جائیں جتنی دیر تک ضرورت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا صورت کے بغیر دفاع ناممکن ہے، کیونکہ سراغ رسانی ودفاع کے لئے مشق لازم ہے۔ ان مسائل کی حضرت والا اس کی بھی تحریر فرمائیں تو مزید تشفی ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کے لئے زنار باندھنے، سر پر چوٹی رکھنے اور دھوتی وغیرہ پہننے کی اتنی دیر تک کے لئے اجازت ہے۔

"يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح إلا لضرورة دفع الحر والبرد، وبشد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعةً في الحرب وطليعةً للمسلمين". عالمگیری (۱)، البحر الرائق (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد: ۲۷۶/۲، رشيديه)

(۲) "وبشد الزنار في وسطه إلا إذا فعل ذلك خديعةً في الحرب وطليعةً للمسلمين" (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۸/۵، رشيديه)

بلا فرقۃ۔ درمختار شامی: ۲/۳۹۳(۱)۔

اس کے بعد اگر وہ شخص مسلمان ہو جائے تو پھر اس کا نکاح اس پہلی عورت سے جو اس کے نکاح میں تھی بلا حلالہ کے تجدید درست ہے:

قال الشامي تحت قول الدر: "الصحيح" نقلاً عن الفتح: "لأن الحرمة بالردة غير متأبدة، فإنها ترتفع بالإسلام". وتحت قول الدر: "(فلا ينقص عددًا) فلو تكرر الارتداد وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان، بحر عن الخانية"(۲)۔

۲ اگر شخص مذکور کا لباس قومی اختیار کیا ہے تو اس سے کفر نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر کفار کا شعار مذہبی اختیار کیا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر نمبر ا میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱/۵۲ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/ربیع الثانی/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الأول في المقدمة: ۴/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب العاشر في نكاح الكفار: ۱/۳۳۹، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر من المتفرقات: ۵/۵۸۲، غفاريه كوئته)

(وكما في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل من فصل في الإرتداد: ۵/۵۲۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۶۵، رشيديه)

شعائرِ اہلِ کفر کو اختیار کرنا

سوال[۱۵۲۵]: زید مسلمان اور عمر ہندو نے باہمی مشترک دوکان کھولی، اس دوکان کے شروع کرنے کی تاریخ ہندو پنڈت کا ہنوں سے پوچھ کر متعین کی، چنانچہ معینہ تاریخ پر اہلِ ہنود کے رواج کے مطابق دوکان کھولی گئی، یعنی پنڈتوں و برہمنوں کو دعوت دی گئی اور حساب کی بہی پر بجائے "بسم اللہ" کے لفظ "اوم" (جو ہندو اپنی خط وکتابت میں لکھتے ہیں) لکھا گیا، اور ہنومان وغیرہ کی ان پر تصویریں بنائی گئیں(۱)، اور زید مسلمان کی پیشانی پر ہندوؤں کی رسمِ مخصوص کے مطابق سرخ رنگ کے ٹیکے لگائے گئے، اور سوت وغیرہ بھی جیسے ہندو لگاتے ہیں ہاتھ پر باندھے گئے، اور تھالیوں پر گھی کے چراغ رکھ کر مطابق رسم کے جلائے گئے۔ یہ سب کچھ علماء کے منع کرنے کے بعد کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو یہ فعل دیدہ ودانستہ کیا ہے کیا بسبب اس فعل کے بموجب شریعت بیضاء کیا حکم عائد ہوتا ہے اور دیگر مسلمانوں کو زید سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے اور جو لوگ اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم قوم کے شعار قومی کو اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے اور شعار مذہبی کو اختیار کرنا بلاضرورت معتبرہ عند الشرع کفر ہے(۲)، لہٰذا احتیاطاً زید کو تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کر لینا چاہیے اور آئندہ کے لئے بھی ایسے افعال سے بچنا، توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور جتنے مسلمان اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں سب کو توبہ کرنا

---

(۱) "ہنومان: ہندوؤں کا ایک دیوتا، بندروں کا ایک دیوتا، سردار جس نے سیتا جی کی بازیابی میں رام چندر کی مدد کی تھی"۔

(فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۴، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "یکفر بوضع قلنسوة المجوسی علی رأسه علی الصحیح، وبشد الزنار فی وسطه" (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۰۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین: ۲/۲۷۶، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر، الفصل السادس فی التشبه: ۶/۳۳۲، رشیدیه)

ہندوانہ زیبائش

سوال[۷۵۲۱]: مشرقی اضلاع میں رواج کے مطابق مسلمان عورتیں بھی مانگ میں سیندور بھرتی ہیں(۱) ہاتھ پر بندیاں لگاتی ہیں، پیر کی انگلیوں میں بچھوے پہنتی ہیں(۲) اور ساڑی کا استعمال کرتی ہیں۔ از روئے شریعت اس قسم کی زیبائش جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیزیں اصالۃً غیر مسلموں کی ہیں، بعض تو محض قومی ہیں اور بعض میں مذہبیت کی بھی شان ہے، ایسی

= بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة، ص: ۵۵۹، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة: ۵/۳۰، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ..... وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... لو خص أهل المسرق والمجون بشاي مع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمسئ الظن فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ..... وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ..... وقد يحصل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً بها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳۳، ۵۷۳۴، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "سیندور: سرخ رنگ کا ایک سفوف جسے ہندو عورتیں مانگ میں بھرتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "بچھوے: ایک قسم کا زیور جو پاؤں کی انگلیوں پر پہنا جاتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۳، فیروز سنز لاہور)

چیزوں کا اہل اسلام کو اختیار کرنا منع ہے، قسم ثانی کا استعمال قسم اول سے زیادہ سخت ہے اور اس کی ممانعت بھی شدید ہے۔ اور جس قدر یہ چیزیں اہل اسلام میں غیر مسلموں کی صحبت کے اثرات سے پھیل گئی ہیں، یا نو مسلموں میں ترک آبائی کی حیثیت سے باقی رہ گئی ہیں، اور وہ بے علم اور بے عمل مسلمانوں میں ہیں، ان کی اصلاح لازم ہے نہ کہ اشاعت (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود گنگوہی غفرلہ۔

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال [۹۵۲۸]: ما الحكم عن الشعر الذي قطع خلف الرأس منه – كما هو

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۲۵۵، رشيدية)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۳۰، معهد الخليل الإسلامي، كراچي)

قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم، أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ... وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... ولو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ... وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ... وقد يحصل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصية أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳۳، ۵۷۳۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

الکفار، هل هو جائز أم لا، أم حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ما کان شعار الکفار، فإن کان شعاراً مذهبیاً فهو حرام علی المسلمین، وإن کان شعاراً قومیاً فهو مکروه (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۷ھ۔

عورت کو مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی لگانا

سوال [۹۵۲۹]: کیا عورت اپنی زینت کے لئے مانگ میں سیندور (۲) اور پیشانی پر بندی لگا سکتی ہے (۳)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، اس سے بچنا لازم ہے، ہرگز اس کو

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن القزع. والقزع أن يحلق رأس الصبي، فيترك بعض شعره". (سنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في الصبي له ذؤابة: ۲/۲۲۵، دارالحدیث ملتان)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك وقال: "احلقوا كله أو اتركوا كله". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۲، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "سیندور: ایک قسم کا سرخ سفوف"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "بندی: کاغذ کی گول ٹکلی جو عورتیں ماتھے پر چپکاتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۴، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کے مذہبی تہوار میں شرکت کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز

سوال [۱۰۵۲۱]: ایک مسلمان شخص کو میں نے منع کیا تھا کہ تم وہ چھپے ہوئے کپڑے کو جن کو ہندو استعمال کرتے ہیں تم نہ استعمال کیا کرو، وہ کپڑے استعمال کرو جو چھپے ہوئے نہ ہوں اور کالی دار دھوتی نہ استعمال کرو(۲) وہ بھی ہندو استعمال کرتے ہیں، تم بے کنی کی دھوتی استعمال کرو۔ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟ جواب سے مشرف فرمائیں۔

بندہ محمد یعقوب پاڑہ سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو برتن یا کپڑا وغیرہ کسی غیر مسلم قوم کا مخصوص شعار ہو، مسلمانوں کو اس سے حتی الوسع اجتناب چاہیئے،

---

(۱) "وعن الإمام أبي حفص: لو أن رجلاً عبد الله خمسين سنة، ثم جاء يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين هدية يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، السادس في التشبه: ٦/٣٣٣، رشيدية)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ٢/٥١٣، غفارية كوئٹہ)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ٣/٥٧٧، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ٦/٧٥٤، سعيد)

(۲) "کالی دار، وہ کپڑا جس کے کنارہ پر کسی رنگ کی دھاری ہو"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۳۸، فیروز سنز لاہور)

کیونکہ کفار کے ساتھ تشبہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۶۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اذانِ مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا

سوال[۱۰۳۲۴]: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کردی جاتی ہے اور اس کے بعد جماعت ہوتی ہے، کیونکہ گھپ اندھیرا ہوجاتا ہے۔ ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے۔ اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے، اس لئے انہیں خلجان رہتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہئے۔ اذان سے شروع کیا گیا ہے، کیا ان کا یہ خلجان صحیح

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۹، دار الحديث ملتان)

قال الملا علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير عند الله تعالى". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/۲۵۵، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود: ۵/۳۰، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

قال العلامة المناوي: "من تشبه بقوم" أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم، أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ... وإنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... وبعض أهل الفسوق والمجون بسامي متنع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، ويأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه، وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ... وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ... وقد يحمل منهم على تقدير المشترك مدى شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصية أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

فیض احمد باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے، آنحضرت پر حق ہے اس کو کوئی مشابہت نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دھوتی باندھنا

سوال[۱۰۵۳۴]: دھوتی اس طریقہ سے باندھنا کہ اس میں حرکت گھٹنے کا اندیشہ ہو یعنی لنگوٹ نما یا دوسری قسم سے جیسے ہندو وغیرہ باندھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو طریقہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے، اس طرح سے باندھنا منع ہے(۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شيء، فإنا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، دارالعلوم كراچی)

"ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لايكره في كل شيء، فإنا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، الخ: ۱۸/۲، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة، ص: ۵۵۹، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۲۵۵/۸، رشيديه)

مسلمان بھنگی کا حکم

سوال [٩٥٢٣]: (الف) زید ایک مسلمان بھنگی کی عورت کو لے کر بلا نکاح کئے ہوئے مفرور ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد واپس آیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ اب اس حالت میں زید کے ساتھ کھانا کھانا اور اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ اور کیا اس حرکت حرام سے اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ زید کا مسجد میں جانا اور وضو کا برتن استعمال کرنا کیسا ہے؟

(ب) زید اب اپنی اس حرکت سے تائب ہوتا ہے اور بھنگی کے مسلمان اس کو روا نہیں سمجھتے اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے تو جس برتن میں وضو کرتا ہے اس کو الگ کرا دیتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ زید کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں وہ کیسے ہیں، وہ معذب عند اللہ ہوں گے یا نہیں؟

(ج) مسلمان بھنگی کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ اس کو برا جانتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ یہاں کے اکثر مسلمان بھنگی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ جواب مفصل مع احادیث صحیحہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: نور محمد معرفت قبول محمد صدیقی۔

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ٥/٤٠، معهد الخليل الإسلامي، كراچی)

قال العلامة المناوي: "من تشبه بقوم" أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم. أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ... وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ... وقد تكون في أمور ظاهرة ... في نحو طعام ولبس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ... وقد يحصل منهم في القدر المشترك الذي شبههم فيه، فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ١١/٥٢٢٣، ٥٢٢٢، رقم الحديث: ٨٥٩٣، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، یعنی زید مسلمان ہے:

"ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان". شرح فقه أكبر، ص: ۸۶(۱)۔

(ب) زید نے جب صدق دل سے توبہ کرلی تو وہ توبہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، اب سابقہ گناہ کی وجہ سے اس پر طعن اور اس سے پرہیز کرنا جائز نہیں ہے اور اسلام سے خارج جاننا تو کسی طرح بھی درست نہیں، سخت خطرناک گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے، کیونکہ مسلمان کو کافر سمجھنا کفر ہے(۲)۔

"ثم كون التوبة سبباً لغفران الذنوب وعدم المؤاخذة بها مما لا خلاف فيه بين الأمة، وليس شيئاً يكون سبباً لغفران جميع الذنوب إلا التوبة. ثم إذا تاب توبة صحيحة، صارت مقبولة غير مردودة قطعاً من غير شك وشبهة". شرح فقه أكبر، ص: ۱۹۵، ۱۹۶(۳)۔

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، بحث في أن الكبيرة لاتخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۱۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات﴾ (سورة الشورىٰ: ۲۵)

وقال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة النساء: ۱۱۰)

"إذا قال لغيره: يا كافر، أو للمرأة: يا كافرة، ولم يقل المخاطب شيئاً، فالفقيه أبو بكر الأعمش البلخي على أنه كافر ... وإن اعتقده كافراً فخاطبه على اعتقاده أنه كافر، كفر؛ لأنه لما اعتقد المسلم كافراً، فقد اعتقد دين الإسلام كفراً، ومن اعتقد دين الإسلام كفراً، فهو كافر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الخامس في الإقرار بالكفر: ۶/۳۳۰، رشيدية)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها وفيها أبحاث جليلة، ص: ۳۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(ج) اگر وہ پاکی کا اہتمام کرتا ہے اور کھانے وغیرہ کو نجاست سے پاک رکھتا ہے تو وہ پاک ہے، بلا دلیل اس کو ناپاک کہنا درست نہیں، البتہ اس میں نجاست کا یقین ہو تو اس کو ناپاک کہا جائے، شک کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا "شك في وجود النجس، فالأصل بقاء الطهارة". الأشباه، ص: ٥٥ (١)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٧/٨/٧٥ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٨/ شعبان۔

☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆

(١) (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة اليقين لا يزول بالشك، ص: ١٠٩، قديمي)

رونق بڑھانا نہ ہو، بلکہ کوئی جائز وپسندیدہ مقصد ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارکباد دینا

سوال[۱۰۵۳۷]: غیر قوم کے تہوار کے دن مسلمانوں کا انہیں مبارکباد دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۴۰۱ھ۔

= الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، السادس في التشبه: ۶/۳۳۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(وشرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمي)

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا في التمرتاشي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في الملتقط، ص: ۲۶۶، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "اجتمع المجوس يوم النيروز، فقال مسلم: "خوب رسمے نہادہ اند" أو قال: "نیک آئین نہادہ اند" يخاف عليه الكفر". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الخروج إلى النشيدة والذهاب إلى ضيافة المجوس: ۵/۴۱۹، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمي)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، السادس في التشبه: ۶/۳۳۳، رشيديه)

یعظمہ المشرکون، کفر"۔ مجموعۃ فتاوی، ۲/ ۱۲۱۵ (۱)۔

میلے اور نمائش میں جانا

سوال [۱۰۵۹۹]: ۱- میلے میں جانا کیسا ہے؟ کمبھ (۲) اور چھڑ (۳) کا میلہ اور دسہرہ (۴) وغیرہ جب کہ تجارت یا کسی چیز کے خریدنے کی نیت سے جائے اور میلے کے اندر مختلف قسم کی اشیاء آتی ہوں اور تجارت کا بڑا مرکز ہو؟

۲- نمائش میں بغرضِ تجارت جانا کیسا ہے؟

نسیم احمد بستوی، انندرسہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ میلے ہندوؤں کے مخصوص قومی و مذہبی میلے ہیں، ان میں جا کر ان کی رونق کو بڑھانا ناجائز ہے، مسلمانوں کو ان سے اجتناب ضروری ہے (۵)۔ ہاں! اگر کوئی ایسی شی وہاں فروخت ہوتی ہے کہ اس کے

---

(۱) (مجموعۃ الفتاوی علی هامش خلاصۃ الفتاوی، کتاب الکراهیۃ: ۴/ ۳۶۰، رشیدیہ)

(وکذا فی شرح الفقہ الأکبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۸۲، قدیمی)

(وکذا فی الفتاوی البزازیۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الفصل السادس فی التشبہ: ۶/ ۳۳۳، رشیدیہ)

(۲) "کمبھ: [illegible] ہوتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) "چھڑ: [illegible]"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۵۸، فیروز سنز لاہور)

(۴) "دسہرہ: [illegible] ہوتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۲، فیروز سنز لاہور)

(۵) "من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم کان شریکاً في عمله". (کنز العمال، کتاب الصحبۃ من قسم الأقوال: ۹/ ۲۲، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۵، مکتبۃ التراث الإسلامی حلب)

"ومن خرج إلی السدة أي مجتمع أهل الکفر في یوم النیروز، کفر". (شرح الفقہ الأکبر، فصل في الکفر صریحاً أو کنایۃً، ص: ۱۸۵، قدیمی)

(وکذا فی الفتاوی البزازیۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الفصل —

بعض جو موضع نہیں ہے اور دوسری جگہ وہ شئ بھی نہیں تو اس کو خریدنے کے لئے جانے کی گنجائش ہے، لیکن اگر دوسری جگہ وہ شئ ملتی ہو، یا اس کی ضرورت شدیدہ نہ ہو تو محض تجارت کے لئے وہاں جانا منع ہے(۱)۔

۲ حدیث شریف میں بازاروں کو "شر البقاع" کہا گیا ہے، لہذا بلا ضرورت بازار میں ہرگز نہیں جانا چاہئے(۲) اور نمائش میں بازار سے بدرجہا زیادہ خرابیاں و مفاسد و منکرات ہیں، وہاں جانا بلا ضرورت کیسے جائز ہو سکتا ہے، بضرورت و مجبوری لہو و لعب و منکرات سے بچ کر جانا درست ہے(۳)، اہل علم کو جانا ہرگز زیب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۱/ ۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

= السادس في التنبيه: ۶/ ۳۳۳، رشیدیہ)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/ ۵۱۳، غفاریہ کوئٹہ)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۳/ ۵۷۶، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، السادس في التنبيه: ۶/ ۳۳۳، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۸/ ۵۵۵، سعيد)

(وشرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۲، قديمي)

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(وكذا في إمداد الأحكام: ۴/ ۳۸۹، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أحب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله أسواقها". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(۳) "کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہیں ہے، بلکہ صرف ان کی معصیت یا کسی غرض سے متعلق ہونے والے مجمع کی شرکت و اعانت سب حرام ہے، اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے کوئی مسلمان سیر کو گیا تو یہ عبادت ہوا مکروہ حکومت کے لئے ہوگا۔"

میلہ میں سامان خریدنے کے لئے جانا

سوال [۱۰۵۲۹]: کسی میلہ میں بضرورت خرید وفروخت جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز ضرورت کی ہو اور کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو اس کو خریدنے کے لئے جانا درست ہے، بلا اس کے نہیں جانا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ربیع الاول/۵۴ھ۔

ہندوؤں کے میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا

سوال [۱۰۵۳۰]: یہاں پر رکشا بندھن کا میلہ لگتا ہے (۲)، اس موقع پر مٹھائی خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میلہ کی وجہ سے مٹھائی بہت زیادہ بنتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دکاندار اپنی بکری کے لئے مٹھائی بناتے ہیں، اس کو خرید کر کھانا درست ہے اگرچہ وہ رکشا بندھن والوں کے خریدنے کی نیت سے بناتے ہوں (۳)۔ میلہ میں شرکت سے اجتناب چاہیے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں، ہاں اگر کسی مقتدیٰ کی شرکت سے یہ احتمال ہے کہ عوام الناس بھی اس کو دیکھ کر دوسرے دن جائز سمجھ کو اس پر قیاس کرکے بلا احتیاطی کرنے لگیں گے، وہاں اس عارض کی وجہ سے مطلقاً رائج لوگوں میں ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا۔ اور اشتباہ تقسیم کرانا تو ہر حال میں جائز ہے، اس کو تشبہ سے کچھ مس نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (إمداد الفتاوی، کتاب البیوع، عنوان: بعض سرکاری جامع میں تجارت: ۳/۱۰۲، دارالعلوم کراچی)

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "رکشا بندھن: راکھی باندھنے کی رسم، تہوار جس میں ہندو لوگ اپنے ہاتھوں پر راکھی باندھتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۱۶، فیروز سنز، لاہور)

(۳) بظاہر یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں کہ پہلے کم بناتے تھے اب میلے کی وجہ سے زیادہ بناتے ہیں۔

(۴) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه =

ممکن ہے کہ ہندوؤں کے اعتماد کو خوش کرنے کے واسطے ملنے گیا تھا۔ پھر تیسرے مدرس سے ملنے کی خواہش کی، کوشش بھی کی مگر بالفعل اتفاق ان سے ملنا نہ ہوسکا، کیونکہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھے۔

بعد میں زید کو بہت افسوس ہوا اور توبہ واستغفار کیا کہ ایمان ہو خدانخواستہ۔ توبہ توبہ۔ کوئی کفر کی بات سرزد ہوگئی ہو۔ زید ہولی کی شرکت کی غرض سے نہیں ملا، تھا اس خیال سے کہ ان کی شان کو بڑا جان کر نکلنا پنی طرف سے اچھے گمان قائم کرنے تھے؟ کہ امتحان میں اچھے نمبر ملیں۔ اسی شب کو زید نے ایک خواب دیکھا کہ زید کو دوبارہ نکاح ہوا ہے۔ تو زید کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ زید کا نکاح باقی رہ گیا کہ نہیں؟ زید کو توبہ کرکے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے، یا توبہ کرلے اور پہلا نکاح باقی رہے گا؟ زید کو یہ فعل معاذ اللہ کفر کی حد کو تو نہیں پہنچ گیا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو صورت مسئولہ میں سچے دل سے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ کفار کے مذہبی تہوار میں شرکت حرام ہے(۱)، مگر چونکہ اس کے دل میں ہولی کی تعظیم نہیں تھی، بلکہ نفرت تھی، اس لئے زید اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نکاح بھی نہیں ٹوٹا(۲)۔ تاہم اگر تجدید نکاح کرلے تاکہ قلب کو پوری طرح اطمینان حاصل ہوجائے تو اس میں

---

(۱) "ویکفر بخروجہ إلی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم". (مجمع الأنھر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۲/۵۰۳، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی قاضی خان علی ھامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم ومالایکون: ۳/۵۷۷، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً أو خطأ، السادس فی التشبہ: ۶/۳۳۳، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۴، سعید)

(وشرح الفقہ الأکبر، فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(۲) "ولو قال لمجوسی: یا أستاذ تبجیلاً کفر. الخ" (الدر المختار). قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قولہ: تبجیلاً) قید بہ؛ لأنہ لو لم یکن کذلک، بل کان لغرض من الأغراض الصحیحۃ، فلا بأس بہ ولا کفر". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۶/۳۹۳، سعید)

صفر تکذیب نہیں بلکہ افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۲/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ صفر/۶۱ھ۔

مسلمانوں پر ہولی کا رنگ چھڑکنا

سوال [۹۵۳۴]: ہولی کے دنوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جو رنگ چھڑکا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ہولی میں مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شریعت کے بھی خلاف ہے(۲) اور قانون کے بھی خلاف ہے، ایسا کرنے والوں کو پولیس سے زدوکوب

---

(۱) "لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الالفاظ المحرمة او المکفرة، ولعمری: هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان، لانک تسمع کثیراً من العوام یتکلمون بما یکفر وهم عنها غافلون، والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرة او مرتین" (رد المحتار، مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین: ۴۲/۱، سعید)

(۲) چونکہ اس میں تشبہ پایا جاتا ہے، اس لئے کراہت سے خالی نہیں۔

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۹، دار الحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "من تشبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، او بالفساق او الفجار، او باهل التصوف والصلحاء الابرار "فهو منهم" ای فی الاثم والخیر" (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(وکذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵/۱۰، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمه اللہ تعالیٰ: "من تشبه بقوم" ای تزیی فی ظاهره بزیهم، وفی تعرفه بفعلهم، وفی تخلقه بخلقهم، وسار بسیرتهم وهدیهم فی ملبسهم وبعض افعالهم، ای وکان -

بھی کیا ہے کوئی اپنی کمزوری سے مرعوب ومغلوب ہو جائے تو دوسری بات ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت

سوال[۱۰۵۷۵]: یوکے میں ہم بسنے والے سب حضرات عیسائی مذہب والے کی کیرسمس ۲۵/ دسمبر کو دن آتا ہے تو عیسائی مذاہب والے بخشش دیتے ہیں، اسی طرح عیسائی مذہب والے کا کیرسمس کا کارڈ بھی ہوتا ہے، وہ بھی ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو یہ سب لینا اور دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ ان کی مذہبی عبادت ہے تو اس میں ہرگز شرکت جائز نہیں ہے(۲)۔ اگر مذہبی عبادت نہیں، محض

= التشبہ یحق فیہ طابق فیہ الظاہر الباطن ... وإنہ لا یجوز الآن لبس عمامۃ زرقاء أو صفراء لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسہ لغیرهم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنہ منهم، فیظن بہ ظن السوء، فیأثم الظان والمظنون فیہ بسبب العون علیہ. وقال بعضهم: قد یقع التشبہ في أمور قلبیة ... وقد یکون عادات في نحو طعام ولباس ومسکن ونکاح واجتماع وافتراق ... وقد یحصل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فیہ، فإن کان کفرًا أو معصیةً أو شعارًا لها، کان حکمہ کذلک" (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۳۳، ۵۷۳۴، رقم الحدیث: ۸۵۹۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۱) "لا بأس بأن یضیف کافرًا لقرابة أو لحاجة، کذا في التمرتاشي" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشیدیه)

(وکذا في الملتقط، ص: ۲۷۷، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) "ویکفر بخروجه إلی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه في ذلک الیوم". (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۲/۵۱۳، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا في قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، باب ما یکون کفرًا من المسلم وما لا یکون: ۳/۵۷۷، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب ألفاظ تکون إسلامًا أو کفرًا أو خطأ، =

الفصل الثالث في إعانة الكفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا

سوال [۹۵۳۶]: غیر مسلم کے مذہب میں اگر کوئی مسلمان روپیہ لگائے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثواب نہ پوچھئے، بلکہ یہ پوچھئے کہ گناہ کتنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی مصلحت سے تعاون

سوال [۹۵۳۷]: زید ایک بستی میں رہتا ہے جس کی ہندو مسلم آبادی تقریباً برابر ہے، اس بستی میں خصوصاً ایامِ قربانی میں ہنگامہ فساد کے اندیشہ کے باوجود گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ زید غیر مسلموں سے رابطہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الآیة (سورة المائدة: ۳)

"هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۲/۱۰، دار السلام رياض)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

قائم کرنے اور اسے نبھانے میں محسوس کرتا ہے کہ غیر مسلم کی طرف سے ذبیحۂ گاؤ کے سلسلہ میں فساد کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہے گا، اور ان کی مذہبی پوجا میں کھانے پینے والے سامان، سواری اور پوجا جاری تدرہنے کے اوقات میں مقام پوجا پر ان کی دل دہی کرنے (یعنی استوار تعلقات) کے ذریعہ غیر مسلموں کا تعاون محض اس نیت سے کرتا ہے کہ اس کے ان اعمال سے غیر مسلموں سے تعلقات اچھے رہیں گے۔

اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو ذبیحۂ گاؤ کے ذریعہ فریضۂ قربانی ادا کرتے وقت کسی طرح کے فساد کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مذکورہ طریقہ مذکورہ نیت کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعمالِ صالحہ پر بغیر نیت کے ثواب مرتب نہیں ہوتا: "لا ثواب إلا بالنیۃ". الأشباہ والنظائر (۱)۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کام بھی نیت صالحہ سے کیا جائے وہ جائز بھی ہو کیونکہ جن امور کی ممانعت ہے وہ نیت صالحہ سے جائز نہیں ہوجاتے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿تعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۱۴۰۹ھ۔

---

(۱) (الأشباہ والنظائر، الفن الأول ۱/۹۳، إدارۃ القرآن کراچی)

"قولہ: "بالنیۃ" ھی بالتشدید، وقد تخفف لغۃً: عزم القلب علی الشیء، واصطلاحاً: قصد الطاعۃ والتقرب إلی اللہ تعالیٰ فی إیجاد فعل، وفیہ أن ھذا إنما یستقیم فی عبادۃ یترتب علیھا ثواب لا المنھیات المترتب علیھا عقاب. فالصواب تفسیرھا بتوجہ القلب نحو إیجاد فعل، أو ترکہ موافق بغرض جلب نفع، أو دفع ضرر حالاً أو مآلاً، والمراد من العزم إرادۃ الفعل". (شرح الحموی علی الأشباہ والنظائر، الفن الأول: قول فی قواعد الکلیۃ الأولیٰ: لا ثواب إلا بالنیۃ: ۱/۹۳، إدارۃ القرآن کراچی)

(۲) (سورۃ المائدۃ: ۲)

ملک نہ ہو بلکہ وہ لوگ اپنی زمین میں بنانا چاہیں تو پھر روکنا واجب نہیں، مگر امداد پھر بھی جائز نہیں ہے، والبسط فی رد المحتار: ۳/۴۱۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف۔

مندر اور پوجا میں چندہ دینا

سوال [۱۵۳۹]: ہمارے یہاں مختلف دسہرہ اور درگا پوجا کے میلے کے سلسلے میں چندہ دیتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں دیتے ہیں، روپے والوں کو خوش کرنے پر یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کا یہ ایک طریقہ ہے، گورنمنٹ ہم سے ٹیکس لیکر مندر و مسجد دونوں میں صرف کرتی ہے، اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مندر تعمیر کرائے اور بہت سے مندر پرستوں کو وظیفہ دیتے تھے۔

مندرجہ بالا دلیل کے پیش نظر از روئے شریعت فتویٰ جاری فرمائیں، تاکہ ہم لوگ مطمئن ہوسکیں اور ہم اسلامی مسائل کے پیش نظر ہمیشہ دین قائم رکھیں۔

= المخاطب، فلا عتب بعد ذلک علیه لکونه أدی ما علیه، ومنعه أن یقبل منه، وهو فرض کفایة، ومن تمکن منه وترکه بلا عذر أثم". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشیدیه)

(۲) ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الآیة (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لکل بر وتقوی وإثم وعدوان، هکذا قال المفسرون". (التفسیرات الأحمدیة، ص: ۳۳۱، مکتبه حقانیه پشاور)

قال الحافظ ابن کثیر رحمه الله تعالی: "وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم". (تفسیر ابن کثیر: ۲/۴، دار السلام ریاض)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالی: "ولا یصح وقف مسلم أو ذمی علی بیعة أو حربی، وقیل: أو مجوسی، الخ". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی: "أما فی المسلم، فلعدم کونه قربةً فی ذاته". (رد المحتار: ۴/۳۴۲، کتاب الوقف، مطلب فی وقف المرتد والکافر، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرر سے بچنے کے لئے ان لوگوں کو ملہ کا پیسہ دیدیتے ہوں تو اس کی گنجائش ہے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)۔ اس صورت میں نہ تفسیر ہے نہ کسی اور کے فعل سے اعتداء کی ضرورت نہیں اور ان کی پوری کیفیت بھی سامنے نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کفار کے میلہ میں چندہ دینا

سوال [۱۰۵۵۰]: ۱ ..... ملک نرہٹا میں یہ دستور ہے کہ ہر ایک سال ہر محلہ میں ایک ایک مہینہ میلہ لگتا ہے، جس میں ناچ، رنگ، سرود وغیرہ کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں۔ اس مہینہ کو برمی زبان میں "تاصو ماسطوی" یعنی "بھوت مہینہ" کہتے ہیں، جس میں روپیہ پیسہ چندہ دیتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کا چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

۲ ..... چندہ دینے والے لوگ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہئے۔ تو ایسے لوگ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں یا نہیں، وہ اگر ہیں تو پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ ..... ہرگز جائز نہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الآیۃ (۲)۔

۲ ..... یہ لوگ اسلام سے واقف نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ اسلام نے ہم

---

(۱) "وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين ..... مسلم وهب لمرتد هبة فعوضه منها المرتد، ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۲، رشيدية)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لكل بر وتقوى وكل إثم وعدوان". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبة حقانية پشاور)

یہ مسئلہ ضروریہ کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی کہ چھپایا جائے، بتا دینا چاہئے (۱)۔ اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو امام نہ بنایا جائے جب کہ ان سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو، کیونکہ امامت کے لئے صالح، دیندار، متبع شریعت اور مسائل شریعہ سے واقف آدمی ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ربیع الثانی/ ۶۲ھ۔

غیر مسلم کی تقریب میں مصلحۃً وسیاسۃً شرکت کر کے چندہ دینا

سوال [۱۰۹۵۵]: کیا غیر مسلموں کے مذہبی کاموں میں مثلاً مندر بنانے یا مورتی کے نصب کے موقع پر جشن وغیرہ میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ موجودہ بھارت میں مصلحتاً یا سیاستاً چندہ دینا جائز ہے، لیکن حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے ہمارے اسکولوں میں گاندھی جی کا مشہور گیت "انجمن میں" پڑھنے سے کتنی سختی سے منع فرمایا تھا، لیکن زید نے مصلحتاً جائز کہہ دیا۔ اس بارے میں کس کا قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم مغفور کی رائے صحیح ہے، اس راستہ کو بند کیا جائے، جو گزشتہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا﴾ (سورة المائدة: ۳)

قال الحافظ ابن کثیر: "هذه أکبر نعم الله تعالیٰ علی هذه الأمة حیث أکمل تعالیٰ لهم دینهم، فلا یحتاجون إلی دین غیره، ولا إلی نبي غیر نبیهم صلوات الله وسلامه علیه، ولهذا جعله الله تعالیٰ خاتم الأنبیاء، وبعثه إلی الإنس والجن، فلا حلال إلا ما أحله، ولا حرام إلا ما حرمه، ولا دین إلا ما شرعه، وکل شيء أخبر به فهو حق وصدق لا کذب فیه ولا خلف" (تفسیر ابن کثیر: ۱۲/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا في روح المعاني: ۶/۶۰، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في معارف القرآن: ۳/۳۲، إدارة المعارف، کراچي)

کھولا جائے، تھوڑے کی اجازت سے بات بہت دور تک پہونچتی ہے جس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا، جیسا کہ بعض جگہ کا مشاہدہ ہے: "من تشبه بقوم، فهو منهم". الحديث (۱)۔ ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ الآية (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۰ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال الملا علي القاري: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۲۵۵، رشيدية)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۳، معهد الخليل الإسلامي، كراتشي)

قال العلامة المناوي: "من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ... وإنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ... وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ... وقد يحصل منهم في الأمر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصية أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۲۷۳، ۵۲۷۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) (سورة هود: ۱۱۳)

﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا﴾: أي لا تميلوا إليهم أدنى ميل، والمراد بهم المشركون، كما روى ذلك ابن جرير وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، وفسر الميل بميل القلب إليهم بالمحبة، وقد يفسر بما هو أعم من ذلك كما يفسر ﴿الذين ظلموا﴾ بمن وجد منه ما يسمى ظلماً مطلقاً ... ويشمل النهي حينئذ مداهنتهم وترك التغيير عليهم مع القدرة، والتزيي بزيهم وتعظيم ذكرهم ومجالستهم من غير داع شرعي ... وإذا كان حال الميل في الجملة إلى من

ہندوؤں کی رسم میں چندہ

سوال [۹۵۵۴]: ہم لوگ ایسی جگہ پر رہتے ہیں کہ جہاں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے اور ہم لوگوں کو ان کے ساتھ میل جول کر رہنا ہوتا ہے، اگر ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں تو ہم لوگوں کو ہر طرح کھانے پینے کی چیزیں ملنا اور کسی قسم کا کاروبار کرنا مشکل ہو جائے گا، بچوں کی تعلیم بھی مشکل ہو جائے گی۔ اگر ہم ان کے ساتھ میل کر رہتے ہیں تو یہ لوگ اپنے کسی کسی پوجا میں مثلاً: کالی درگا، لکشمی وغیرہ میں ہم سے کچھ چندہ کرتے ہیں، اگر نہ دیا جائے تو یہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اور خطرہ کا سبب ہوتا ہے۔

لہٰذا آپ سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس مجبوری کے درجہ میں اگر کچھ پیسہ یا سامان دیدیں تو یہ جائز ہے یا نہیں، اور ہم لوگ اس میں گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں ان لوگوں کو چندہ دے دیا جائے جو چندہ مانگنے آئیں، پھر وہ جہاں ان کا دل چاہے خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۱۳ھ۔

— من وجد منه طلب ما لي الإفضاء إلى من من الناس الكثير. فما ظنك بمن يميل إلى الراسخين في الظلم كل الميل، ويتهالك على مصاحبتهم ومنادمتهم، ويلقي قلبه وقالبه إدخال السرور عليهم، ويستنهض الرجل والخيل في جلب المنافع إليهم، ويبتهج بالتزيي بزيهم والمشاركة لهم في غيهم، ويمد عينيه إلى ما متعوا به من زهرة الدنيا الفانية". (روح المعاني، (سورة هود: ۱۱۳)، ۵۴/۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) مطلب یہ ہے کہ ان کو تملیک کر دیا جائے، مال ان کی ملک میں آنے کے بعد ان کی جگہ خرچ کرنے سے چندہ دینے والے پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

"وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين ..... مسلم وهب لمرتد هبة، فعوضه عنها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴۰۵/۴، رشيدية)

ہولی میں چندہ دینا

سوال[۱۰۰۵۳]: عمر جس محلّہ کی مسجد میں رہتا ہے، اس میں مسلمان کم اور ہندو بہت ہی زیادہ ہیں اور وہ اس سے کبھی گردنس کی پوجا کے لئے چندہ لینے آتے ہیں اور کبھی ہولی کا چندہ لینے آتے ہیں۔ تو کیا اس کو چندہ دینا چاہئے؟ ایک بار اس نے ہولی کو چندہ نہیں دیا، رات کو اس کے احاطہ میں لگی ہوئی لکڑیاں اکھاڑ کر لے گئے اور ہولی میں جلادیں۔ جب وہ صبح سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کے احاطہ کی بہت ہی لکڑیاں کوئی رات میں چوری سے اکھاڑ کر لے گیا۔ تو کیا ایسی حالت میں اسے روپیہ آٹھ آنے چندہ دینا چاہئے جب کہ اس کے مقابلہ میں اس کا بہت نقصان ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجبوری کی حالت میں ان کو پیسے دیدے جو مانگنے آئے، یعنی ان کی ہی ملک کرادے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سانگ کرانا اور اس میں روپیہ دینا

سوال[۱۰۰۵۴]: ہندوؤں نے ہمارے گاؤں میں ایک مندر تعمیر کرایا تھا، اور اس کے لئے سانگ کرایا تھا (۲) اس میں روزانہ چلے کے علاوہ جو بچتا تھا وہ مندر کا ہوگا، اس میں مسلمانوں نے بھی انعام دیا۔ ہندوؤں کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی سانگ کرایا۔ ایک شخص نے حجرہ کے لئے ۱۵۱/ روپے دیئے تھے، ان روپیہ کو سانگ والوں کو دے کر دوسرا سانگ کرایا۔ تقریباً ۱۹۰/ روپے زائد تھے تو ان بچے ہوئے روپیہ کو حجرہ کی تعمیر میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولعمل النعمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين . . . مسلم وهب لمرتد هبة، فقوضه منها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۵، رشيديه)

(۲) "سانگ کرنا: تماشا کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۹۹، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناٹک کھیلنا، اس کا دیکھنا، اس پر انعام دینا سب غلط اور خلافِ شرع ہے، مسلمانوں کو غیر مسلموں کی رسم میں ایسا کرنا اور بھی بے غیرتی ہے (۱)۔ جو روپیہ جمع کیا ہے وہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے انعام دیا ہے، ان کو واپس کر دیا جائے، پھر اگر سب متفق ہو کر از سرِ نو تعمیر حجرہ کے لئے دیں تو تعمیر میں خرچ کر لیا جائے (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "من تشبه بقوم": أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۲۵۵، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۳، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

قال العلامة المناوي: "من تشبه بقوم": أي تزيا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعلهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ... وأنه لا يحرم الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء ... لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية ... وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق ... وقد يحمل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصية أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك" (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳۸، ۵۷۳۹، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه" (مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۴/۱۷۲، دار الفكر بيروت)

=

غیر مسلم سے کفن سلوانا

سوال[۹۵۵۵]: غیر مسلم سے کفن سلوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، بیع اور معاملات درست ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کافر میت کو جلانے کے لئے سامان دینا

سوال[۹۵۵۶]: اگر کوئی کافر مردہ آدمی کو ہسپتال سے گاڑی یا کشتی وغیرہ سے پہونچا دیں یا مردہ جلانے کے لئے سامان فراہم کر دیں تو "تعاون علی المعصیۃ" ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے کہ "اعانۃ علی المعصیۃ" ہے، لہٰذا اجتناب چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(وكنز العمال، الفرع الثاني في أحكام الأيمان: ۱/۳۹۷، التراث الإسلامي)

(وكذا في تنبيه الغافلين، باب ما جاء في الظلم، ص: ۲۰۳، حقانيه پشاور)

(۲) "لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۴، رشيديه)

(۳) "ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم، لأنه إعانة على المعصية" (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة، قبيل كتاب اللقيط: ۴/۲۶۸، سعيد)

ہندو لاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا:

سوال [۹۵۵۷]: ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ بیچنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خریدے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلادے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

☆......☆......☆......☆......☆

(مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، قبيل كتاب اللقيط: ۵۱۸/۲، مكتبه غفاريه كوئته)

سوال: "ایک امام باڑہ بنتا ہے، ایک شخص نے اپنا سامان یعنی لکڑی وغیرہ واسطے عمارت امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کر دی، زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی لکڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کر دی بڑا گنہگار ہوا، یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟"

جواب: "اگر کوئی امام باڑہ بنانے کو لکڑی خریدے تو اس کے ہاتھ کو بیچ کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے میں معصیت کوئی نہیں، وہاں جا کر وہ دوسرا فعل بے جا کرتے ہیں، اس کی اعانت نہ کرے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب خرید و فروخت کے مسائل، بعنوان مسئلہ: امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا، ص: ۳۹۲، سعید)

"ومن آجر بيتاً ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وقالا: لا ينبغي أن يكريه لشيء من ذلك، لأنه إعانة على المعصية" (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴۷۲/۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) چونکہ معصیت لکڑی کی ذات کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ہندو کے فعل (جلانے) سے ہے، لہٰذا لکڑی بیچنے میں بظاہر کوئی حرج نہیں:

"ولا بأس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمراً، لأن المعصية لا تقام بعينه بل بعد تغييره، بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة، لأن المعصية تقوم بعينه. قال: ومن آجر بيتاً ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴۷۲/۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

الفصل الرابع في إعانة الفساق والفجار

(فاسق وفاجر کی مدد کرنے کا بیان)

ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے

سوال[۹۵۵۸]: مزدوروں کی جماعت کا صدر سکریٹری بنایا گیا ہے جس میں شرعی وغیر شرعی ہر قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں؟ کیا کسی مسلمان صدر کو کسی غیر مسلم کی میت میں جانا، یا اس کی ہڈیاں جمع کرنے کے لئے جانا اور ندی میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ نیت شرکت کی نہیں، نہ استعانت کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر شرعی ناجائز کام کرنا سب کے لئے ناجائز ہے، صدر و سکریٹری کو ناجائز کام کرنا، یا کرانا اپنے انتظام سے اور بھی زیادہ مذموم ہے (۱)، خاص کر جو امور خاص کفر ہوں ان کی بجا آوری تو ہرگز نہیں اگرچہ شرکت کی نیت اور اعانت واستعانت مقصود نہ ہو (۲)۔ جہاں تک انتظامی امور کا تعلق ہے اس کے لئے اگر صدر یا

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (سورة المائدة: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالى: "أمر عام لكل بر وتقوى ونهي عن إثم وعدوان، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبة حقانية پشاور)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۰، مكتبة دار الفيحاء)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

(۲) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، غفارية كوئٹه)

مگر یہی بنا دیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں جب کہ وہ آدمی اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معصیت میں ساتھ دینا

سوال[۹۵۵۹]: مسماۃ زہرہ بی بی منکوحہ مسمی گل حسن کو مسمی غلام محمد فرار کر کے لے گیا ہے اور چار ماہ سے اس کے ساتھ زنا کر رہا ہے۔ مسمی گل حسن غریب اور ناتوان ہے، بجز شریعت کے وہ کسی اور کو نہیں پکار سکتا۔ غلام محمد کہتا ہے کہ اسلام چھوڑ دوں گا مگر عورت کو نہیں چھوڑوں گا، کچھ لوگ غلام محمد کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اب دارالعلوم دیوبند سے اس کا فیصلہ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا قطعی حرام ہے ﴿ولا تقربوا الزنىٰ إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ الآية (۲)۔ جو شخص اس خبیث فعل میں مبتلا ہو وہ سخت گنہگار ہے اور لوگوں کے ذمہ حسب استطاعت اس سے

= (وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۳/۵۷۵، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيدية)

(وكذا في الملتقط، ص: ۲۰۲، حقانية كوئٹہ)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۲)

قال الله تعالى: ﴿فمن ابتغى وراء ذلك فأولئك هم العادون﴾ (سورة المؤمنون: ۷)

"عن الهيثم بن مالك الطائي رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل في رحم لا يحل له" (تفسير ابن كثير: ۳/۲۸۹، سهيل اكيدمي لاهور)

قاتل کی مدد کرنا

سوال[۹۵۲۰]: زید نے عمر کو جان بوجھ کر قتل کردیا، جس کا سبب کچھ زمین کا جھگڑا ہے، اور اب قتل ہوجانے کے بعد زید پریشان ہے کہ مغفرت کی کیا شکل ہو۔ تو کیا ایسے شخص کی مغفرت ہونے کی کوئی شکل ہے؟ ایسے شخص کی بعد القتل رہائی کی کوشش کرنا اور مدد کرنا کہ کسی طرح چھوٹ جائے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آجائے شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ جو فعل اس سے صادر ہوا ہے وہ مقتول کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر ہوا ہے تو کیا ایسی شکل میں اس مدد کرنے والے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتول کے واسطے دعائے مغفرت، ایصالِ ثواب اور اس کے بچوں کی اعانت (امداد) دلجوئی کرتا رہے، زیادہ سے زیادہ ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول رہے، حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ وہ اس جرم عظیم میں تخفیف فرمائے گا، وہ اس مرحوم مقتول کو اپنے خزانۂ غیب سے بہت کچھ دے کر راضی فرمادے تو کیا بعید ہے(۱)۔

جس طرح مقتول کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے قاتل کے ساتھ بھی ہمدردی کا حکم ہے، اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکے، کما ورد فی الحدیث: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً"۔ اس پر دریافت

(۱) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً، عسى ربكم أن يكفر عنكم سيأتكم﴾ (سورة التحريم: ۸)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لايعود إلى مثلها أبداً. فإن كانت تتعلق بآدمي، لزم رد الظلامة إلى صاحبها أو وارثه أو تحصيل البراءة منه. وركنها الأعظم الندم". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

أيضاً راجع للتفصيل: (روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وإنجاح الحاجة حاشية ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمي)

کیا گیا کہ ظالم کی نصرت کس طرح کی جائے تو فرمایا: "اس کو ظلم سے روکنا یہ اس کی مدد ہے"(۱)۔

اگر رہائی میں اس کی توقع ہو تو یہ بھی اس میں داخل ہے، لیکن مجرم کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت ہے(۲)، جھوٹ ہے، جو کہ خود مستقل جرم ہے(۳)۔

ہاں! کوشش اس طرح ہو سکتی ہے کہ مقتول کے ورثاء کو روپیہ دے کر خوشامد کر کے راضی کر لیا جائے، یہ صورت درست ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۲ھ۔

مقتول اور قاتل کی مدد کرنا

سوال[۹۵۹۱]: ایک مسلمان کو چند مسلمانوں نے مل کر قتل کر دیا، اب چند مسلمان قاتلوں کی جانی و مالی امداد کر رہے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے، جب کہ مقتول بظاہر بے گناہ ہے؟ ایسی صورت میں قاتل کی مدد کی جائے یا مقتول کے ورثاء کی مدد کی جائے؟ از روئے شرع جواب دیں۔

---

(۱) الحدیث بتمامہ: "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً". قالوا: یا رسول الله! هذا ننصره مظلوماً، فکیف ننصره ظالماً؟ قال: "تأخذ فوق یدیه". (صحیح البخاري، أبواب المظالم، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۱/۳۳۰، قدیمي)

(راجع للتفصیل، فتح الباري، أبواب المظالم: ۵/۱۲۳، قدیمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، الخ". (صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب علامة النفاق، ص: ۱۰، قدیمي)

(۴) "﴿ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً﴾. أي سلطةً علی القاتل، فإنه بالخیار فیه: إن شاء قتله قوداً، وإن شاء عفا عنه علی الدیة، وإن شاء عفا عنه مجاناً". (تفسیر ابن کثیر، سورة بني إسرائیل: ۳/۳۹، سهیل اکیڈمي لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناحق قتل کرنا جرم عظیم ہے(۱) ظلم کا ساتھ دینا اور اس کی مدد کرنا بھی سخت گناہ ہے، قولہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ الآیۃ (۲)۔ انسانی ہمدردیاں بھی حق کے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی مظلوم کی مدد کرنا حسب حیثیت لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۱ھ۔

اپنے باپ کے قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۹۲]: پانچ بھائیوں نے سازش کر کے اپنے باپ کو قتل کر دیا، ان میں سے چار بھائیوں نے رشوت لوگوں سے دلوا کر ضمانت حاصل کر لی۔ اب اس صورت میں ان لڑکوں کی مدد کرنا، ان کے ساتھ رہنا کیسا کرنا اور ان کا باپ کو قتل کرنے کا کیا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ شرعی اپنے باپ کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم اور سخت گناہ ہے، اس کا ذنب ناقابل برداشت ہے(۳)،

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذاباً عظيماً﴾ (سورة النساء: ۹۳)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

(۳) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع، فذكر عيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس ورد السلام ونصر المظلوم" (صحيح البخاري، أبواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم: ۱/۳۳۱، قديمي)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة الإسراء: ۳۳)

وقال الله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

والدین کو جب اف تک کہنے کی گنجائش نہیں ہے تو ان کو مار دینا، قتل کرنا بطریق اولیٰ ناجائز و حرام ہے۔

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف﴾ "أي لا تسمعهما قولاً سيئاً حتى ولا التأفيف الذي هو أدنى مراتب القول السيئ". (تفسير ابن كثير، سورة الإسراء: =

اس سلسلہ میں ان کی کوئی مدد کی جائے (۱)، نہ رشوت دے کر اس جرم عظیم کو چھپایا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۸۸ھ۔

= ۲۲: ۳/ ۱۰۵، مكتبة دار الفيحاء بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبة حقانية پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/ ۱۰، دار الفيحاء بيروت)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/ ۳۶۰، سعيد)

(۲) رشوت دینا چونکہ مطلقاً حرام ہے، الا بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے گنجائش [illegible] اجازت دی ہے، لیکن صورت مذکورہ میں چونکہ کام غلط ہو رہا ہے، اس لئے اس پر رشوت دینا حرام ہوگا۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "في الرشوة أربعة أقسام، منها: ما هو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة. الثاني: ارتشاء القاضي ليحكم، وهو كذلك ولو القضاء بحق؛ لأنه واجب عليه. الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط ... الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله، حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب، ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب. انتهى ما في الفتح ملخصاً". (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية: ۵/ ۳۶۲، سعيد)

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي". (سنن أبي داود، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۲/ ۱۴۸، مكتبة رحمانية لاهور) =

ظالم کی رہائی میں مدد کرنا

سوال [۱۰۵۰۲]: زید وعمرو دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمرو بالغ، عمرو نے اپنے باپ خالد کا قرض مشترکہ زمین سے ادا کیا، وہ زمین فروخت کرکے لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوسکے، اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمرو کے حصہ میں آئی اور زید کا حصہ نہیں دیا کیونکہ دستخط نہیں تھے۔ زید کا مطالبہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو، عمرو نے انکار کیا جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے، یہاں تک کہ عمرو نے زید کو قتل کرنے کے ارادہ سے کئی مرتبہ کیا۔

اس کے بعد ایک بیوہ عورت سے زید کے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا، عمرو اپنے لڑکے سے چاہتا تھا، مگر عورت تیار نہیں تھی، اس کی وجہ سے عداوت میں کافی اضافہ ہوگیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمرو نے دوسرے روز پنچوں میں مصالحت کے بہانے سے بلاکر اچانک قتل کردیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کردیا۔ کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوئے کہ نہیں؟ اور ظالم کی قید سے رہائی کے لئے مدد کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں (۱)، اگر عمرو نے اپنی حرکت پر نادم ہوکر سچی توبہ کرلی اور اس پر

= قال العلامة خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله تعالى تحت قوله: "لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي" أي معطي الرشوة "والمرتشي" أي آخذها. قال الخطابي رحمه الله تعالى: الراشي المعطي، والمرتشي الآخذ، وإنما يلحقهما العقوبة معاً إذا استويا في القصد والإرادة، فرشا المعطي لينال به باطلاً ويتوصل به إلى الظلم، فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو يدفع عن نفسه ظلماً، فإنه غير داخل في هذا الوعيد". (بذل المجهود في حل أبي داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۲۷۵/۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد". (مسند الإمام أحمد: ۳۱۰/۱، رقم الحديث: ۱۶۵۵، دار إحياء التراث العربي)

"هو (أي الشهيد) كل مسلم طاهر بالغ قتل ظلماً الخ". (قواعد الفقه، التعريفات الفقهية، –

مطمئن ہو تو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۷ھ۔

ظالم سے ہمدردی کا طریقہ

سوال[۹۵۲۲]: ظالم انسان کے ساتھ ہمدردی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرور ہمدردی کی جائے اور اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے، کما ورد فی حدیث:

= ص: ۳۳۲، الصدف)

"الشهيد هو من قتله أهل الحرب .... أو قتله مسلم ظلماً الخ". (البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۳۳، رشيديه)

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، قديمي)

اگر یہ یقین ہو کہ کسی طرح اپنے کئے ہوئے ظلم کو ظلم تصور کرے، جب جائز کمار ہے تو یہ حق ہے اور فاسق کی اعانت جائز نہیں:

قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (سورة المائدة: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالى: "هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۰، مكتبة دار الفيحاء بيروت)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

جان لینا مقصود نہ ہونا چاہئے، اس کا انجام دنیا و آخرت میں برا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۵ھ۔

زانی کی مدد بھی گناہ ہے

سوال[۹۵۱۱]: ایک شخص برسرِ عام زنا کرتا ہے جب کہ اس کے پاس دو عورتیں شادی شدہ موجود ہیں، پھر بھی دوسری عورتوں کو بہلا پھسلا کر لاتا ہے۔ اس کے اس کام میں اس کے والدین وغیرہ بھی شامل ہیں، تو کیا اس زنا کا گناہ اس کو ہی ہوگا یا جو اس کام میں اس کی مدد کرتے ہیں ان کو بھی ہوگا؟ نیز ایسے شخص سے تعلق رکھنا، کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا حرام کاری ہے(۱)، اس میں اس کی جس قدر بھی کوئی مدد کرے گا وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا(۲)، تمام خاندان والوں کو ضروری ہے کہ اس کی روک تھام کریں(۳) اگر ترکِ تعلق سے اس کی اصلاح کی

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنا، إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۴۳، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "وعن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: "يا أيها الناس! إنكم تقرؤون هذه الآية: ﴿يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم﴾ فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إن الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيروه، يوشك أن يعمهم الله بعقابه" رواه ابن ماجة والترمذي وصححه. وفي رواية أبي داؤد: "إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه، أوشك أن يعمهم الله بعقاب". وفي أخرى له: "ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، ثم يقدرون على أن يغيروا ثم لا يغيرون، إلا يوشك أن يعمهم الله بعقاب". وفي أخرى له: "ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أكثر ممن يعمله"

وعن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على أن يغيروا عليه، ولا يغيرون إلا —

سماج میں جگہ دی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان بچوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا(۱) ان کو سماج میں جگہ دے کر ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے جس سے ان کی اچھی طرح تعلیم وتربیت ہو۔ اور اس عورت کو اس کی نالائق اور کمینہ حرکات سے توبہ کرا کے اس کی بقیہ زندگی کو شریعت کے موافق بنانے کی کوشش کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسہ، ومن أساء فعلیہا﴾ (سورۃ حم السجدۃ: ۴۶)

قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "﴿ومن أساء فعلیہا﴾ ضررہ لا علی الغیر". (روح المعانی، (سورۃ حم السجدۃ: ۴۶) ۲۴/۱۳۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یاأیہا الذین اٰمنوا توبوا إلی اللہ توبۃ نصوحاً، عسیٰ ربکم أن یکفر عنکم سیئاتکم﴾ (سورۃ التحریم: ۸)

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" (سنن ابن ماجۃ، أبواب الزہد، باب ذکر التوبۃ، ص: ۳۱۳، قدیمی)

"والمراد بالتوبۃ ہنا الرجوع عن الذنب، وقد سبق فی کتاب الإیمان أن لہا ثلاثۃ أرکان- الإقلاع، والندم علی فعل تلک المعصیۃ، والعزم علی أن لایعود إلیہا أبداً. فإن کانت المعصیۃ لحق آدمی، فلہا رکن رابع، وہو التحلل من صاحب ذلک الحق. وأصلہا الندم، وہو رکنہا الأعظم. واتفقوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ، وأنہا واجبۃ علی الفور، لایجوز تاخیرہا. سواء کانت المعصیۃ صغیرۃ أو کبیرۃ. والتوبۃ من مہمات الإسلام وقواعدہ المتأکدۃ، ووجوبہا عند أہل السنۃ بالشرع". (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبۃ ۲/۳۵۴، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی، (سورۃ التحریم: ۸): ۲۸/۱۵۸، ۱۵۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)